ابنِ صفی

جلد نمبر 36

جاسوسی دنیا

106- خونی ریشے

107- تیسری ناگن

108- ریگم بالا

جاسوسی دنیا نمبر 106

خونی ریشے

(پہلا حصہ)

پیشرس

''خونی ریشے'' تاخیر سے پیش کر رہا ہوں۔ کراچی کی آب وہوا کو اب کچھ کہنے کو جی نہیں چاہتا۔ لہٰذا جب بھی کسی کتاب میں تاخیر ہو..... اسے تبخیر معدہ کا نتیجہ سمجھ کر بیچارے مصنف کو اپنی دعاؤں میں یاد کر لیا کیجیے.....!

بہرحال یہ کتاب لکھی گئی اور آپ کے ہاتھوں میں ہے! ایک دن اور ایک رات کی کہانی! دیکھیے اس رات کے گریبان سے طلوع ہونے والا دوسرا دن آپ کے لیے کتنی دلچسپیاں لاتا ہے۔

فریدی اور حمید کے سلسلے میں ایک طویل داستان کی فرمائش عرصہ سے کی جا رہی تھی..... بہتیرے پڑھنے والوں نے تو پچھلی کتاب ''دھواں ہوئی دیوار'' کے متعلق ہی تحریر کیا تھا کہ اس میں ایک لمبی کہانی بننے کے امکانات موجود تھے۔ پھر اس کا گلا ایک ہی جلد میں کیوں گھونٹ دیا گیا.....!

اس سلسلے میں کیا عرض کروں.....؟ پڑھنے والوں میں دو طرح کے اصحاب موجود ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ چاہے کچھ ہو کہانی ایک ہی جلد میں ختم کی جائے۔ دوسرے کا کہنا ہے کہ کئی جلدوں میں پھیلی ہوئی کہانیاں زیادہ دلچسپ اور بھرپور ہیں۔ لہٰذا ایسی ہی کہانیاں لکھی جائیں.....!

تو پھر بتائیے کیا کروں.....؟ اس کے علاوہ اور کیا صورت ہو سکتی ہے کہ کبھی آپ کی فرمائش پوری کروں اور کبھی کسی دوسرے صاحب کی..... اپنی مرضی کو دخل دوں تو سننا پڑتا ہے۔ زنگ لگ رہا ہے آپ کے قلم کو..... شعلوں کے سیٹ والے ابن صفی کو آواز دیجیے.....! درندوں کی بستی والے ابن صفی کو پکاریئے..... آپ اتنے مولانا کیوں ہوتے جا رہے ہیں۔ بڑھاپا شروع ہو چکا ہو تو اللہ اللہ کیجیے! وغیرہ وغیرہ.....!

اچھا صاحب.....! خونی ریشوں پر نظر رکھیے گا.....! ہو سکتا ہے۔ انہی کہانیوں کی یاد تازہ ہو جائے جن کے حوالے آپ اکثر دیتے رہتے ہیں.....! ویسے آپ مطمئن رہیے اگر بڑھاپا شروع ہو گیا تو آپ کو اس کی اطلاع ہرگز نہ ہونے پائے گی کیونکہ براہ راست ملاقات تو ہوتی نہیں..... بیس سال پہلے کی تصویر مرتے دم تک چھپواتا رہوں گا۔ آپ میرا کیا بگاڑ لیں گے۔ والسلام

ابن صفی
۲۹-۹-۸۰

پُراسرار ماتحت

برفباری شروع ہو گئی تھی۔ لہٰذا جیپ بائیں جانب کی ایک ایسی ڈھلان میں اتار دی گئی جہاں وہ برف باری سے کسی حد تک محفوظ رہ سکتے تھے۔

ان کے درمیان بیٹھے ہوئے آدمی نے خوش ہو کر کہا۔ ''یہ تو بہت اچھا ہوا۔ میرے خواب میں برفباری بھی شامل تھی!''

برفباری پر خوشی کا اظہار کرنے والا..... خلا میں آنکھیں جمائے مسکراتا رہا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اس وقت بھی کوئی سہانا خواب ہی دیکھ رہا ہو.....!

برف کے ذرات لحہ بہ لحہ گھنے ہوتے جا رہے تھے۔ پھر چاروں طرف سفیدی ہی سفیدی چھا گئی!

وہ جیپ ہی میں بیٹھے رہے کیونکہ جیپ کے اوپر چٹان کا ایک بڑا حصہ سایہ کیے ہوئے تھا اور وہ برف کے ذرات سے کسی قدر محفوظ ہو گئے تھے۔

''آپ دیکھ رہے ہیں!'' دفعتاً حمید ڈھلوان سے سڑک کی طرف اشارہ کرتا ہوا بولا۔ ''اگر یہ جگہ برف سے اٹ گئی تو اوپر پہنچنا کتنا مشکل ہو جائے گا!''

''پرواہ مت کرو.....!'' ان کے درمیان بیٹھے ہوئے آدمی نے جھوم کر کہا۔ ''وہ ہاتھ کو جنبش دے گی اور راستہ صاف ہو جائے گا.....!''

''خاموش رہو.....!'' حمید جھلا کر بولا.....! لیکن فریدی نے اسے ایسے انداز میں گھورا تھا جیسے اسے اس کا یہ رویہ پسند نہ ہو.....! حمید برا سا منہ بنائے ہوئے دوسری طرف مڑ گیا!

یہ تیسرا آدمی فریدی کا نیا اسسٹنٹ سب انسپکٹر واجد تھا.....!

چھبیس ستائیس سال کا یہ بلند و بالا جوان ٹیکم گڈھ سے تبدیل ہو کر امر سنگھ کی جگہ پُر کرنے آیا تھا.....!

حمید کی موجودگی ہی میں اس نے اپنے کاغذات کرنل فریدی کے سامنے پیش کیے تھے.....اور مسکرا کر بولا تھا۔ ''خواب دیکھنا میری ہابی ہے جناب!''

حمید چونک کر اسے گھورنے لگا تھا کیونکہ خود اس کے علاوہ فریدی کے سامنے اس طرح زبان کھولنے کی جرأت اور کسی میں نہیں تھی۔ پھر اس سے بھی زیادہ حیرت اسے فریدی کے رویے پر ہوئی تھی.....اس نے مسکرا کر سر کو جنبش دی تھی اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا!

اس کے بعد تو دونوں کے درمیان ایسی بے سر وپا گفتگو شروع ہو گئی تھی کہ حمید بوکھلا کر کبھی ایک کی شکل دیکھتا تھا اور کبھی دوسرے کی.....اور پھر ایک ہفتے تک وہ یہی سمجھتا رہا تھا کہ واجد کے روپ میں کوئی بدروح فریدی پر حملہ آور ہوئی ہے.....!

وہ اس سے گھنٹوں بے سر وپا گفتگو کرتا رہتا.....اس دوران میں ایک بار بھی کوئی ایسا موقع نہیں آیا تھا جب فریدی نے اس کی کسی بات کی تردید کی ہو.....!

وہ کچھ بھی کرتے رہتے حمید کے کان پر جوں نہ رینگتی.....! لیکن بہرحال اسے رینگنا پڑا کیونکہ اس اوٹ پٹانگ گفتگو کا اختتام اس نامراد سفر کی تیاریوں پر ہوا تھا.....!

واجد انہیں کسی نامعلوم منزل کی طرف لیے جا رہا تھا اور اب وہ ٹیکم گڈھ سے بھی گزر چکے تھے!

حمید پچھلے واقعات پر غور کرتا رہا.....سردی اتنی شدید تھی کہ اس کی ناک سن ہو کر رہ گئی تھی جسے وہ بار بار ہتھیلی سے رگڑنے لگتا تھا.....! برفباری بدستور جاری تھی۔

فریدی کے ساتھ رہ کر حیرت انگیز حالات سے دوچار ہونا کوئی نئی بات نہ تھی لیکن یہ واقعہ سراسر دیوانگی کی پیداوار تھا.....!

بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی۔ واجد نے کہا کہ وہ خوابوں کی سرزمین پر ضرور قدم رکھے گا.....آپ نے فرمایا ''ضرور! میں بھی تمہارا ساتھ دوں گا.....!''

[illegible] بس سفر شروع ہو گیا.....ٹیکم گڈھ میں وہ ایک دن کے لیے ٹھہرے تھے۔ حمید نے [illegible] کی کوشش کی تھی.....! اور اس چھان بین کا نتیجہ یہ نکلا تھا۔

واجد عام حالات میں ایک ذمہ دار اور سنجیدہ آدمی ہے لیکن کبھی کبھی اس پر دورے سے پڑتے ہیں اور وہ سمجھ میں نہ آنے والی باتیں کرنے لگتا ہے۔

حمید نے یہ چھان بین فریدی کی لاعلمی میں کی اور پھر اسے نتیجے سے آگاہ کرتا ہوا بولا۔ ''سچ مچ آپ کا جواب نہیں ہے۔''

اس کا لہجہ طنزیہ تھا.....لیکن فریدی بڑی خوشدلی کا مظاہرہ کرتا ہوا بولا..... ''تفریح حمید صاحب.....! معمولات میں تبدیلی ہی کا نام تفریح ہے.....!''

''معمولات میں تبدیلی.....!'' حمید کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں.....!

''ہاں فرزند.....!''

''کوٹھی کے پھاٹک پر سر کے بل کھڑے ہو جانے سے بھی معمولات میں بہت بڑی تبدیلی واقع ہو سکتی تھی یہ اتنا بھیانک سفر کیوں؟ خدا کی پناہ.....سردیوں کا موسم اور یہ علاقہ!''

اتنے میں واجد آ گیا تھا اور فریدی نے حمید کو اس طرح گھور کر دیکھا تھا جیسے اس مسئلے پر اس کی موجودگی میں گفتگو نہ کرنا چاہتا ہو.....!

حمید ٹھنڈی سانس لے کر تن بہ تقدیر ہو گیا تھا لیکن ٹھنڈی سانس لینا اور بات ہے اور سنگ کا خوشدلی سے مقابلہ کرنا اور بات۔ اس وقت تو اسے اس کے علاوہ اور کچھ یاد نہیں تھا کہ وہ کیپٹن حمید ہے اور اسے زندہ رہنا ہے۔

برف باری برف کا طوفان معلوم ہوتی تھی.....! فریدی نے جیپ کے سائڈ کور بھی چڑھا دیے تھے اور بار بار انہیں ہلاتا جا رہا تھا۔ دفعتاً اس نے حمید سے پوچھا!

''کافی پیو گے!''

''انگارے چباؤں گا.....! مہیا کر سکیں گے آپ!''

''بالکل گدھے ہو.....!'' فریدی مسکرا کر بولا!

''مجھے اپنے بالکل گدھا ہونے پر فخر ہے.....خواہ مخواہ مصیبتیں نہیں تلاش کرتا پھرتا!''

''اف فوہ..... کپتان صاحب.....!'' واجد جھک کر آہستہ سے اس کے کان میں بولا ''آپ کیوں فکر کرتے ہیں۔ آپ کی ساری کوفت دور ہو جائے گی!''

''بھلا وہ کس طرح جناب عالی.....!'' حمید جھنجھلا کر بولا!

"ابھی میں نے آپ کو اپنے خالو جان والے موٹیل کے بارے میں تفصیل سے کچھ نہیں بتایا!"

"آپ کیا بتائیں گے......؟" لہجے کی خشکی بدستور برقرار رہی۔

اتنے میں فریدی برساتی پہن کر نیچے اتر گیا......! بات جہاں تہاں رہ گئی اور وہ دونوں اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"میں ذرا اس چٹان کے پیچھے جا رہا ہوں!" فریدی چیخ کر بولا۔ "تم دونوں یہیں ٹھہرو!"

کچھ دیر بعد واجد نے کہا۔ "ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ میرے خالو کی بیوی بہت زندہ دل واقع ہوئی ہیں......!"

"خالو کی بیوی......!" حمید کے لہجے میں تمسخر آمیز حیرت تھی!

"ہاں......اوہ اچھا......!" وہ کھسیانی ہنسی کے ساتھ بولا......! "میں اسے خالہ نہیں کہہ سکتا......! کیونکہ وہ خالو کی دوسری بیوی ہے......! میری خالہ تو عرصہ ہوا مر چکیں!"

"اور تم انہیں اب تک خالو ہی سمجھتے رہنے پر مصر ہو!"

"پھر کیا سمجھوں......!"

"تمہاری مرضی لیکن موصوفہ کو بھی تمہیں خالہ ہی کہنا چاہئے!"

"شرم آتی ہے......! کیونکہ اول تو یہ کہ وہ امریکن ہیں......! اور دوسرے میری ہمعصر ہوں گی......!"

"کوئی فرق نہیں پڑتا تم انہیں امریکن خالہ کہہ سکتے ہو۔ بچپن میں میری ایک بتولن خالہ تھیں اور پڑوس میں بھینس والی خالہ بھی رہتی تھیں ایک کو اودبلاؤ والی خالہ کہا کرتا تھا۔ کیونکہ اود بلاؤ ان کی کمزوری تھی......! امریکن خالہ تو شاندار لگے گا...... واہ...... خیر جہنم میں جھونکو خالاؤں کو یہ بتاؤ کہ تم ہمیں کہاں لیے جا رہے ہو!"

وہ حیرت سے بولا...... "میں کہاں لیے جا رہا ہوں۔ یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں!"

"کیا مطلب؟"

"مطلب بھی آپ ہی سمجھائیے......! پتہ نہیں بعض اوقات آپ کیسی باتیں کرنے لگتے ہیں......!" واجد کے لہجے میں ناگواری تھی۔

"تمہاری بے تکی بکواس ہی کی بناء پر اس سفر کا پروگرام بنا تھا!"

"میں نے تو کبھی کوئی بے تکی بکواس نہیں کی......!"

"کیا تم میرا مضحکہ اڑانے کی کوشش کر رہے ہو......؟" حمید گرم ہو گیا!

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ کس مزاج کے آدمی ہیں......!"

"ابھی کچھ ہی دیر پہلے تم نے کہا تھا کہ تمہارے خواب میں برفباری بھی شامل تھی اور وہ اشارہ کرے گی، راستہ صاف ہو جائے گا!"

"میں نے ایسی کوئی بات نہیں کی تھی......"

"اچھا خاموش رہو......!" حمید گرج کر بولا!

"عجیب آدمی ہیں آپ......!"

"شٹ اپ......!"

واجد خاموش ہو کر غصیلے انداز میں دوسری طرف دیکھنے لگا......!

برفباری کا وہی حال تھا۔ آدھا گھنٹہ گزر گیا لیکن فریدی واپس نہ آیا واجد بھی خاموش تھا۔ کچھ دیر پہلے اس کے چہرے پر ناگواری کے آثار تھے لیکن اب حمید محسوس کر رہا تھا جیسے اس کا ذہن ان تمام باتوں سے صاف ہو گیا ہو جو کچھ دیر پہلے شکر رنجی کا باعث بنی تھیں......! آنکھوں میں عجیب سی معصومیت نظر آنے لگی تھی اور خدوخال میں نرمی سی پیدا ہو گئی تھی۔

دفعتاً وہ حمید کی طرف مڑا......اور اس سے لپٹ کر دھاڑیں مارنے لگا۔

"ارے......ارے......!" حمید پر بوکھلاہٹ طاری ہو گئی......وہ اسے دھکیلنے کی کوشش کرنے لگا تھا......لیکن واجد اس سے چمٹا ہوا زار و قطار روتا رہا۔

"ارے۔ او......میاں......بس ختم کرو کوئی بات نہیں......ارے بھئی......او بس بھی کرو!"

"وہ آ رہی ہے......!" واجد روتا ہوا بولا...... "خدا کے لیے سائیڈ کور ہٹاؤ!"

"پھر وہی بکواس......!"

"میرے بھائی......میرے دوست......!"

"تم پاگل ہو......سو فیصدی پاگل......!" حمید مایوسی سے بولا۔

"میں پاگل نہیں ہوں......! خدا کے لیے کور ہٹا دو...... میں اس کی آہٹ سن رہا

ہوں...... پلیز حمید صاحب...... حمید بھائی......!"

"ہو سکتا ہے تم پاگل نہ ہو...... لیکن اب میں ضرور پاگل ہو جاؤں گا۔ حد ہے کوئی بے ہودگی کی...... ابھی کچھ دیر پہلے کیا بکواس کر رہے تھے!"

"میں کچھ نہیں جانتا تم سائیڈ کور ہٹا دو......!" واجد ہچکیاں لیتا ہوا بولا۔ انداز کسی ضدی بچے کا سا تھا......!

"کور ہٹانے کا مطلب سمجھتے ہو......!" حمید آنکھیں نکال کر دھاڑا۔

"وصال یار......!"

"برف میں دفن ہو کر؟ کیوں؟"

"برف نظر کا دھوکا ہے......!"

"اچھی بات ہے تو جاؤ جہنم میں......!" حمید نے کہہ کر اسی کی طرف کا سائیڈ کور ہٹا دیا۔ نہ صرف کور ہٹا دیا بلکہ واجد کو بھی جو دھکا دیا ہے تو وہ نیچے جا پڑا۔

"کیا ہوا...... کیا بات ہے......؟" دفعتاً فریدی کی آواز آئی اور پھر حمید نے دیکھا کہ وہ اسے اٹھا رہا ہے۔

اٹھا کر جیپ کے قریب لایا اور اسے اندر بٹھاتا ہوا بولا...... "یہ کیا ہوا۔"

"دھکا دے دیا تھا میں نے......!"

"کیا مطلب......!"

"اگر آپ نے مطلب پوچھا تو اب خود کسی چٹان سے چھلانگ لگا دوں گا!"

"آخر بات کیا ہے......!" فریدی بھی سیٹ پر بیٹھتا ہوا بولا۔

"اگر یہ پاگل ہے تو بتا دیجئے......! اگر نہیں ہے تب بھی مجھے اس کا علم ہونا چاہیے۔"

"چلو چھوڑو...... تمہیں اس کا خیال رکھنا چاہیے!"

"کیوں؟ کس لیے......!"

فریدی جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ واجد بول پڑا۔ "اوہو...... میں بھیگ گیا ہوں شاید......!" اور حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اپنے کپڑوں سے برف کے ذرات جھاڑنے لگا!

حمید نے اسے قہر آلود نظروں سے دیکھا اور پھر فریدی کی طرف متوجہ ہو گیا۔

حمید نے اسے قہر آلود نظروں سے دیکھا اور پھر فریدی کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"میں کسی ایسے غار کی تلاش میں تھا جہاں پناہ لی جا سکے!"

حمید نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور ونڈ اسکرین پر نظریں جما دیں......!

"برفباری کب تک ہوتی رہے گی......!" واجد نے جیسے خود سے سوال کیا؟ کوئی کچھ نہ بولا! وہ بڑبڑانے لگا...... "خالو کا موٹیل زیادہ دور نہیں ہے...... لیکن یہ مجبوری آ پڑی ہے۔!"

"میں تمہاری خالہ سے ملنے کے لیے بہت بے چین ہوں۔" حمید کا لہجہ زہریلا تھا۔

"آپ کو ان سے مل کر خوشی ہوگی۔ بہت خوش اخلاق ہیں......" واجد نے مسکرا کر کہا...... اور حمید اپنی کھوپڑی سہلانے لگا۔ اسے توقع نہیں تھی کہ اسے واقعے کے بعد وہ اس سے اس طرح پیش آ سکے گا۔

"کیا ہم یہاں سے بہ آسانی وہاں تک پیدل جا سکیں گے۔" فریدی نے پوچھا!

"جا تو سکتے تھے...... لیکن یہ برفباری!"

"تم اس کی پرواہ نہ کرو...... ہم جیپ یہیں چھوڑ دیں گے......!"

"میں پیدل نہیں چل سکتا......!" حمید بھنا کر بولا۔

"تو پھر شرافت سے یہیں بیٹھے رہو......!" فریدی غرایا۔

اس نے دوبارہ سائیڈ کور لگا دیا تھا......!

"اچھی بات ہے جناب......!" حمید سر ہلا کر بولا۔ "میں پائپ پینا چاہتا ہوں۔"

"برف باری ختم ہونے پر......!" فریدی نے خشک لہجے میں کہا......! "ورنہ دھواں بھر جائے گا!"

"اچھا تو پھر کافی پلائیے......!" حمید نے بالکل کسی ضدی بچے کے سے انداز میں کہا جو ایک خواہش کے پورے نہ ہونے پر فوراً ہی کوئی دوسری خواہش ظاہر کر بیٹھے!

"میں تم سے کہہ گیا تھا کہ اس کا خیال رکھنا......!" فریدی نے کافی کا تھرماس [illegible] ہوئے کہا۔

"[illegible] ہے...... اب خیال رکھوں گا...... دودھ کی بوتل تیار کر لاؤں...... یا صرف [illegible] سے بہل جائے گا۔"

''کیا یہ گفتگو میرے لیے ہے......!'' واجد نے مسکرا کر پوچھا!

''نہیں جناب......! آپ تو گانٹھ کے پورے ہیں......! ہاں اب فرمائیے۔ اوہ کچھ بعد آپ کے لیے برف کی چادر ہٹائے گی......!''

''کون......؟''

''اوہ......'' حمید اسے خونخوار نظروں سے گھور کر رہ گیا!

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر آپ تھوڑے تھوڑے وقفے سے مجھ پر غرانے لگتے ہیں......!'' واجد نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

''کوئی بات نہیں...... یہ اس کی عادت ہے......'' فریدی نے کہا!

''بری عادتوں کا گہوارہ ہوں......؟'' حمید سرد لہجے میں بولا۔

''لو کافی لو...... اب بکواس بند......!'' فریدی نے اس کی طرف کافی کا کپ بڑھا ہوئے کہا۔

دوسرا کپ اس نے واجد کو دیا تھا اور پھر اپنے لیے بھی انڈیلنے لگا تھا۔

''یہ جیپ اس برف میں دفن ہو جائے گی......!'' حمید بڑبڑایا۔

''فکر نہ کرو......!'' جواب ملا۔

اور حمید نے انتہائی درجہ کی جھنجھلاہٹ کے عالم میں سوچا کہ سچ مچ اسے کوئی فکر نہ چاہئے کیونکہ برف جیپ کے پہیوں کے لیول تک آ گئی تھی اور کچھ دیر بعد شاید وہ ج دروازہ کھولنے میں بھی دشواری محسوس کرتے۔

وہ زہر کے گھونٹوں کی طرف کافی حلق سے اتارتا رہا۔

کچھ دیر بعد اس نے محسوس کیا کہ برفباری کی شدت میں کمی واقع ہو رہی ہے۔

''کرنل فریدی کا اقبال...'' اس نے طنزیہ انداز میں ٹھنڈی سانس لی لیکن فریدی لگ رہا تھا جیسے اس نے سنا ہی نہ ہو......!

کچھ دیر بعد برفباری بالکل تھم گئی۔

''اب نیچے اترو......!'' فریدی جیپ سے اترتا ہوا بولا......! اس کے بعد اس جیپ کے پچھلے حصے سے تین بیلچے نکالے اور ایک ایک بیلچہ دونوں کی طرف بڑھا دیا!

یپ کے پچھلے حصے سے تین بیلچے نکالے اور ایک ایک بیلچہ دونوں کی طرف بڑھا دیا!

واجد نے بیلچہ ملتے ہی جیپ کے آس پاس سے برف ہٹانے کا کام شروع کر دیا۔ لیکن حمید اپنا بیلچہ بغل میں دبائے کھڑا خلا میں گھورتا رہا۔ فریدی بھی کام میں لگ گیا تھا......! دفعتاً نے سر اٹھا کر حمید کی طرف دیکھا اور بولا......! ''تمہیں کیا ہو گیا......!''

''وہ آ رہی ہے......!'' حمید نے خوابناک سے لہجے میں کہا......! ''اہال بچوں سمیت یک بچے کے ہاتھ میں جھنجھنا ہے......اور دوسرے نے بلی کی دم پکڑ رکھی ہے۔''

''بکواس مت کرو......! برف ہٹاؤ......!''

''میں جا رہا ہوں...... تنہا ہوتی تو خیر کوئی بات نہ تھی ...... بال بچوں سمیت میں کسی رت کو بھی برداشت نہیں کر سکتا......!'' حمید نے کہا اور بیلچے سے برف ہٹا ہٹا کر سڑک کی ف بڑھنے لگا!

فریدی کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی......! اور واجد اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا!

حمید نے واجد کی آواز سنی......! ''یہ انہیں کیا ہو گیا ہے!''

''کچھ بھی نہیں...... تم اپنا کام کرو!''

حمید سڑک پر پہنچ کر ان کا انتظار کرنے لگا...... سڑک پر برف کی تہہ زیادہ موٹی نہیں تھی!

کچھ دیر بعد اس نے جیپ کے انجن کی آواز سنی اور پھر پہلے ہی کے سے پوز میں آ گیا......!

انجن کی آواز برقرار نہ رہ سکی......! پھر وہ صرف سلف اسٹارٹر کے گھومنے کی آواز سنتا رہا تھا۔!

کچھ دیر بعد وہ پھر نشیب کی طرف بڑھا...... اور یہ دیکھ کر اسے ہنسی آ گئی کہ فریدی اور دونوں جیپ کے انجن پر جھکے ہوئے ہیں......!''

وہ بیلچہ چلاتا ہوا ان کے قریب جا پہنچا......! دفعتاً فریدی نے سر اٹھا کر اس سے کہا......! ''تم کے ساتھ جاؤ......! فیول پمپ کام نہیں کر رہا......!'' جیپ یہیں چھوڑ دینی پڑے گی۔''

''اور آپ بھی یہیں رہ جائیں گے......!''

''تم وہاں سے واجد کے عزیز کی گاڑی لاؤ گے! سامان یہاں نہیں چھوڑا جا سکتا۔''

''چلیے جناب......!'' حمید نے طویل سانس لے کر واجد سے کہا۔

وہ دونوں چل پڑے...... سردی مزاج پوچھ رہی تھی! حمید نے اوور کوٹ کا کالر کانوں

"کیا میں تمہیں مضحکہ خیز لگ رہا ہوں!" حمید نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا!

"نہیں جناب.....! آپ تو بہت خوبصورت لگ رہے ہیں!"

"کیا لوگوں نے میرے خلاف تمہارے کان بھرے تھے.....!"

"اس سوال کا مطلب میں نہیں سمجھا.....!"

"ٹیکم گڈھ سے چلتے وقت لوگوں نے میرے بارے میں تمہیں کچھ بتایا تھا۔"

"میں نے یہی سنا تھا کہ آپ بہت خوش مزاج آدمی ہیں..... لیکن اس کے برعکس دیکھ رہا ہوں کہ.....!" وہ جملہ پورا کیے بغیر خاموش ہو گیا.....!

"تم نے میرا دماغ خراب کر دیا ہے.....!"

"آپ کئی بار اسی قسم کے خیالات کا اظہار کر چکے ہیں.....!" واجد نے جھنجھلا کر چلتے چلتے رک گیا۔

"کیا میں غلط کہہ رہا ہوں.....؟"

"میں پوچھتا ہوں..... میں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے.....!"

"خیر..... خیر..... چلتے رہو.....!" گفتگو کے لیے رکنا صحت کے لیے مضر ہے!

واجد ہونٹوں ہی ہونٹوں میں بڑبڑاتا ہوا پھر چلنے لگا! حمید سوچ رہا تھا۔ فکر بیٹے..... میں تمہیں دیکھوں گا۔! کچھ دیر بعد اس نے واجد سے پوچھا..... "تمہارے عمر کیا ہوگی؟"

"پچاس پچپن.....!"

"آنٹی کی.....!"

"انہیں سے معلوم کر لیجیے گا.....!" واجد نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"اتفاق سے میرے کسی خالو کو ابھی تک دوسری شادی کرنے کا موقع نہیں ملا میں تمہیں اپنی آنٹی کی عمر بتاتے ہوئے قطعی نہ شرماتا.....!"

"کیا آپ میری توہین کرنا چاہتے ہیں.....!" واجد پھر رک گیا۔

"چلتے رہو.....!" حمید لاپروائی سے بولا۔

"نہیں میں اسے برداشت نہیں کر سکتا!"

واجد کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا.....! ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اب وہ اس کے ساتھ ایک قدم بھی آگے نہ بڑھائے گا۔ پھر اچانک وہ بے ساختہ مسکرا پڑا اور چہرے کی کرختگی آن واحد میں غائب ہو گئی..... آنکھیں دور کہیں کسی نامعلوم جگہ نگراں تھیں۔

حمید کی مٹھیاں بھنچ گئیں.....! اب یہ مردود پھر وہی بکواس شروع کر دے گا لیکن وہ مردود خاموشی سے بائیں جانب مڑ کر ڈھلان میں اترنے لگا۔

"کیا وہ موٹیل سڑک سے ہٹ کر ہے.....؟" حمید نے اس سے پوچھا۔

لیکن وہ جواب دیئے بغیر ڈھلان میں اترتا رہا..... حرکت خطرناک تھی..... کیونکہ برف کی تہہ کے اوپر سے اندازہ کرنا مشکل تھا کہ نیچے کیا ہو گا۔

حمید نے سوچا ممکن ہے راستہ دیکھا بھالا ہونے کی بناء پر وہ اتنے اعتماد کے ساتھ قدم اٹھا رہا ہو۔!

وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔ ڈھلان سے اتر کر پھر مسطح زمین شروع ہو گئی تھی!

حمید رک کر پائپ میں تمباکو بھرنے لگا..... واجد چلتا رہا.....! وہ بہرحال اس کی آنکھوں سے اوجھل نہیں تھا اس لیے اس نے اطمینان سے پائپ سلگانے کیلئے لائٹر نکالا.....!

دفعتاً پشت سے فریدی کی آواز سنائی دی..... "اسے پکڑو..... آگے نہ بڑھنے دو.....!"

پھر وہ خود ہی دوڑتا ہوا اس کے قریب سے گزر گیا۔ اس کے قدم ٹھیک انہیں جگہوں پر پڑ رہے تھے جہاں برف پر واجد کے قدموں نے نشانات بنائے تھے۔ حمید بھونچکا رہ گیا۔

پھر غیر ارادی طور پر اس کے قدم بھی اسی سمت اٹھنے لگے تھے اور وہ بھی دوڑ ہی رہا تھا.....!

اس کے قریب پہنچنے سے پہلے فریدی نے واجد کو جا لیا.....!

واجد آپے میں نہیں تھا.....! زبان سے تو کچھ نہیں کہہ رہا تھا لیکن چلتے رہنے پر مصر نظر آ رہا تھا.....! فریدی کی گرفت سے نکل جانے کے لیے اس طرح مچل رہا تھا جیسے اس دخل اندازی پر اپنی کسی محبوب شے سے محروم ہو جانے کا اندیشہ رکھتا ہو.....!

حمید خاموش کھڑا حیرت سے انہیں دیکھتا رہا.....!

واجد تھوڑی دیر تک تو خود کو فریدی کی گرفت سے چھڑا لینے کی کوشش کرتا رہا پھر آہستہ آہستہ اس کا یہ انداز جارحانہ روش اختیار کرنے لگا۔

حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے! فریدی تو جیپ کی نگہداشت کے لیے وہیں رک گیا تھا...... پھر اس طرح انہیں غافل رکھ کر تعاقب کی ضرورت کیوں محسوس کی...... اور اب یہ دیوانگی......!

اس وقت وہ دونوں ہی اسے پاگل معلوم ہو رہے تھے۔ بالآخر فریدی نے اسے پچھاڑ کر سینے پر گھٹنا ٹیک دیا......!

"اوہ سر......! اوہ جناب عالی......!" واجد کی گھگھیائی ہوئی آواز گونجنے لگی......! "آپ...... کک...... کیوں ہلاک کر رہے ہیں......!"

فریدی اسے چھوڑ کر ہٹ گیا......! نہ صرف ہٹ گیا بلکہ بڑے ہمدردانہ انداز میں اسے برف پر سے اٹھانے بھی لگا۔

"کیا مجھے یہاں سے بھاگ جانا چاہیے......!" حمید پائپ کو جیب میں ڈالتا ہوا بڑبڑایا۔

اتنے میں اس نے فریدی کو کہتے سنا......! "تم چلتے چلتے گر گئے تھے میں تمہیں اٹھا رہا تھا!"

ساتھ ہی وہ اس کے کپڑوں سے برف کے ذرات بھی جھاڑتا جا رہا تھا!

دفعتاً حمید آسمان کی طرف منہ اٹھا کر چیخا......! "خداوندا میں کیا کروں؟"

وہ دونوں اس کی طرف متوجہ ہو گئے اور واجد بڑے گمبھیر لہجے میں بولا۔

"کپتان صاحب میری سمجھ سے باہر ہیں۔"

"خدا کا شکر ادا کرو کہ کپتان صاحب بھی اپنی کھوپڑی سے باہر نہیں ہو گئے......!" حمید شور مچانے کے سے انداز میں چیخا "ورنہ تم دونوں کی خبر گیری کون کرتا......!"

"غیر ضروری باتوں سے احتراز کرو" فریدی غرایا۔

اور وہ لوگ پھر سڑک کی طرف مڑ گئے......!

"یہ ہم کدھر نکل آئے......؟" واجد چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا...... "یہ کپتان صاحب شاید......؟"

"ہاں ہاں...... کپتان صاحب ہی تو تمہیں ادھر لائے تھے۔" حمید نے سر ہلا کر کہا......!

"ورنہ تم تو سیدھے اپنے خالو کی بیوی کی......!"

"شٹ اپ......!" فریدی کا لہجہ بے حد ناخوشگوار تھا......! "خاموشی سے چلتے رہو!"

حمید نے پھر جیب سے پائپ نکالا اور اسے سلگانے لگا۔

سڑک پر پہنچ کر فریدی نے رکنے کا اشارہ کیا اور بولا۔

"تم دونوں یہیں ٹھہرو...... میں جیپ لا رہا ہوں......! وہ دونوں...... خاموش رہے...... پھر فریدی ہی نے وضاحت کی۔

"فیول پمپ ٹھیک ہے......! اوور فلو ہو گیا تھا!" فریدی جب کچھ دور نکل گیا...... تو واجد نے پُرتشویش لہجے میں کہا......! "میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے!"

"بھلا تم کس طرح سمجھ سکو گے......؟" حمید نے سوال کیا۔

"میں کیا بتا سکتا ہوں؟"

"فکر نہ کرو مستقل قریب میں تمہیں سمجھانے کی کوشش کروں گا۔ بس کسی طرح ایک چھت میسر آ جائے!"

ٹھیک دس منٹ بعد جیپ ان کے قریب آ پہنچی۔

"چلو بیٹھ جاؤ۔" فریدی نے ہاتھ ہلا کر کہا۔

"اس کے علاوہ اور چارہ بھی کیا ہے......؟" حمید برا سا منہ بنا کر بولا۔

"تم ہوش میں رہو۔ اچھا......!"

حمید چپ چاپ اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا!

"واجد کو بیچ میں آنے دو......!" فریدی بولا۔

حمید بھنا کر اتر گیا......! پھر واجد کے بیٹھ جانے پر دوبارہ بیٹھا تھا۔

جیپ چل پڑی...... حمید سوچ رہا تھا......! واجد پاگل ہو یا انہیں بیوقوف بنا رہا ہو...... دونوں صورتوں میں اس کے لیے فریدی کا انداز احمقانہ نظر آتا ہے۔ آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے!

اس وقت واجد نے پھر اپنے خالو کے موٹیل کا ذکر چھیڑ رکھا تھا......!

"خالو صاحب خاصے مالدار آدمی ہیں...... لیکن امریکہ سے واپسی پر ان کا دماغ الٹ گیا ہے...... آبائی کاروبار کو ترک کر کے موٹیل کھول بیٹھے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ سب کچھ اس عورت کے کہنے پر ہوا ہے!"

"تمہاری مراد ان کی امریکن بیوی سے ہے......؟" فریدی نے پوچھا۔

"جی ہاں......! بظاہر تو وہ بھی بے حد شریف معلوم ہوتی ہے......؟"

حمید نے ہونٹ سکوڑے لیکن کچھ بولا نہیں......!

"اوہ...... یہ لیجئے...... ہم پہنچ گئے......!" واجد نے بائیں جانب اشارہ کر کے کہا۔ بائیں جانب لکڑی کے لٹھوں سے بنائی ہوئی ایک عمارت موجود تھی جس کی بیرونی دیواروں پر براؤن پینٹ کیا گیا تھا۔

"اب آپ مجھے یہیں اتار دیجئے۔ ورنہ مجھے دیکھتے ہی بھڑک اٹھیں گے......!" وہ اوپری ہونٹ بھینچ کر بولا۔

"باتیں بعد میں ہوتی رہیں گی۔" فریدی نے کہا۔ "تم جا کر تین کمروں کا انتظام کرو...... ہم دونوں گاڑی ہی میں رہیں گے......!"

"بہت بہتر جناب عالی......!" حمید سینے پر ہاتھ رکھ کر کسی قدر جھکتا ہوا بولا...... "ممنون ہوں آپ کا کہ آپ نے یہ خدمت میرے سپرد کی...... اب دیدار کرنے والوں میں پہلا آدمی کہلایا جا سکوں گا...... بہت بہت شکریہ۔"

"تم یہ کام ایک ذمہ دار آدمی کی طرح انجام دو گے......!" فریدی غرایا۔ حمید جیپ سے اتر چکا تھا۔

ہینڈل گھما کر اس نے عمارت کا صدر دروازہ کھولا...... اور اندر قدم رکھتے ہی اسے گرمی کا احساس ہوا...... یہ ایک بڑا ہال تھا جس میں پیٹرومیکس لیمپ روشن تھے۔

وہ حمید کو سوالیہ نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔

"آداب عرض کرتا ہوں جناب......!" حمید کاؤنٹر کے قریب پہنچ کر بولا۔

"تسلیمات......! فرمایئے......!"

"مجھے اور میرے ساتھیوں کو تین کمروں کی ضرورت ہے......!"

"میں شکاریوں کو کمرے نہیں دیتا......!" خشک لہجے میں کہا گیا۔

"شکاری......!" حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔ "ہم شکاری نہیں ہیں۔ سرکاری ملازم ہیں جیالوجیکل سروے کے سلسلے میں یہاں آئے ہیں!"

"کاغذات دیکھے بغیر یقین نہیں کیا جا سکتا......!"

"کاغذات دیکھے بغیر یقین نہیں کیا جا سکتا......!"

اتنے میں بائیں جانب کا دروازہ کھلا اور حمید کی آنکھوں میں ساتوں رنگ لہرانے لگے۔ ہال میں داخل ہونے والی ایک سفید فام غیر ملکی عورت تھی۔

"کاغذات میرے آفیسر کے پاس ہیں!"

"کہیں بھی ہوں......! کاغذات دیکھے بغیر جگہ نہیں دے سکوں گا......!"

"کیا بات ہے!" عورت نے موٹے آدمی سے پوچھا۔

"کوئی بات نہیں۔! میں شکاریوں کو جگہ نہیں دے سکتا!"

"یہ ہٹ دھرمی ہے ڈیئر......!"

"تم نہیں سمجھ سکتیں......!"

"پچھلے سیزن میں بھی تو کئی شکاری یہاں ٹھہرے تھے!"

"میں انہیں ذاتی طور پر جانتا تھا......!"

"کل تک آپ ہمیں بھی ذاتی طور پر جان جائیں گے۔!" حمید نے بڑی شائستگی سے کہا اور عورت کی طرف ملتجیانہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

"کتنے آدمی ہیں۔" عورت نے اس سے پوچھا......!

"مجھ سمیت صرف تین عدد......! اور میں ان صاحب کو پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ ہم لوگ پیشہ ور شکاری نہیں سرکاری ملازم ہیں۔ جیالوجیکل سروے کی غرض سے ادھر آئے ہیں!"

"آپ کوئی بھی ہوں اور کسی بھی غرض سے آئے ہوں۔ کیا فرق پڑتا ہے!"

"سلمیٰ......!" موٹا غرایا!

"تم خاموش بیٹھو...... تم کبھی اچھے بزنس مین نہیں بن سکو گے......!"

موٹا کھا جانے والی نظروں سے خلا میں گھورنے لگا۔

"سامان اور ساتھی کہاں ہیں......!" سلمیٰ نے حمید سے پوچھا۔

"وہ باہر ہیں...... میں انہیں لاؤں گا!"

"تین صرف......!"

"جی ہاں......!"

"میں جانتا ہوں ان اطراف سے پہلے بھی میرا گزر ہو چکا ہے۔"

"بس تو پھر جائیے۔"

"کوئی آدمی مدد کے لیے بھی چاہئے.....!"

"یہ مشکل ہے جناب.....! اپنے سارے کام آپ کو خود انجام دینے پڑیں گے۔ ہمارے یہاں صرف سیزن ہی میں ملازم ہوتے ہیں۔ آج کل ادھر کون آتا ہے۔ اکرام شکاریوں کو کمرے دینے کے خلاف ہیں لہٰذا سردیوں میں ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہنا پڑتا ہے!"

"اچھا محترمہ.....! بہت بہت شکریہ.....!" حمید احتراماً کسی قدر جھک کر بولا اور موٹے کی طرف دیکھ کر کہا..... "آپ بالکل مطمئن رہیں، جناب آپ کو ہماری ذات سے قطعاً کوئی تکلیف نہ ہوگی.....!"

باہر آ کر وہ اس مقام کی طرف بڑھا جہاں جیپ روکی گئی تھی..... لیکن وہاں تو سناٹا تھا جیپ کا کہیں پتہ نہ تھا..... البتہ اس کی واپسی کے نشان برف پر بہت واضح تھے۔!

"کیا مصیبت ہے.....!" وہ پیشانی پر ہاتھ مار کر بڑبڑایا.....!

ہال کی گرم فضا سے باہر آیا تھا اس لیے سردی پہلے سے کئی گنا زیادہ محسوس ہو رہی تھی۔

اب کیا کرنا چاہئے؟ اس نے سوچا اگر تنہا واپس گیا تو موٹے آدمی کے اندیشوں میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔ شاید وہ ایک منٹ کیلئے بھی اس کا وجود برداشت کرنے کو تیار نہ ہو سکے۔

آخر وہ گئے کہاں؟ وہ چند لمحے کھڑا سوچتا رہا پھر عمارت کی طرف واپس ہوا۔ ہال میں سلمیٰ کاؤنٹر سے ٹیک لگائے کھڑی تھی اور اس کا رخ صدر دروازے ہی کی طرف تھا۔

حمید قریب پہنچ کر بولا..... "شاید وہ نشان دہی کے لیے اسی وقت جھنڈیاں گاڑنے کھڑے ہوئے ہیں.....! تھوڑی دیر بعد واپس آ جائیں گے.....!"

"تو آپ بھی ان کے ساتھ ہی تشریف لائیے گا.....!" موٹا غرایا.....!

"اکرام پلیز.....!" سلمیٰ اس کی طرف مڑ کر بولی۔ "خاموشی عقلمندی کی علامت ہے۔"

"تم جانو.....!" موٹے نے غصیلے انداز میں شانوں کو جنبش دی!

سلمیٰ پھر حمید کی طرف متوجہ ہو گئی تھی.....!

"یہ سروے کس قسم کا ہے جناب.....!" اس نے حمید سے پوچھا۔

"ان اطراف میں پلاٹینم کی کانیں موجود ہیں!"

"جی..... پلاٹینم.....!" موٹے کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"جی ہاں..... اس میں کسی شبہ کی گنجائش اب نہیں رہی.....!"

"اب سے کیا مراد ہے آپ کی.....!"

"جدید ترین آلات نے یہاں پلاٹینم کی نشاندہی کی ہے۔"

"اگر یہ سچ ہے..... اگر یہ سچ ہے.....!" موٹا مضطربانہ انداز میں بڑبڑایا۔

حمید اس کے موڈ کی تبدیلی کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔

دفعتاً موٹے نے آگے جھک کر پوچھا۔ "آپ جانتے ہیں کہ آس پاس کی زمینوں کا مالک کون ہے؟"

"مجھے علم ہے کہ وہ خوش نصیب آپ ہی ہیں.....؟" حمید نے اندھیرے میں تیر پھینکا۔

"آپ کا خیال درست ہے..... لیکن اگر اس میں صداقت ہے تو پھر میری پوزیشن کیا ہوگی!"

"آپ کو ان زمینوں کا معاوضہ ادا کر دیا جائے گا۔"

"یہ تو کچھ بھی نہ ہوا.....!"

"تو پھر رائلٹی کے اصول پر معاملہ طے کر لیجئے گا.....!"

"خیر..... خیر..... دیکھا جائے گا۔"

شدت جذبات سے موٹے کی آواز کانپ رہی تھی۔ اس نے سلمیٰ سے کہا.....! "انہیں سب سے زیادہ آرام دہ تین کمرے دکھا دو۔"

"جیسے بھی ہوں گے گزارہ کر لیا جائے گا..... میں فی الحال یہیں ٹھہر کر اپنے ساتھیوں کا انتظار کرنا چاہتا ہوں.....!"

"ایزیو پلیز....." موٹے نے کہا اور کاؤنٹر کے مقابل والا دروازہ کھول کر دوسری طرف چلا گیا۔

"بہت چالاک معلوم ہوتے ہو۔!" سلمیٰ آہستہ سے بولی اور پھر ہنس پڑی۔ حمید بھی اس ہنسی میں اسی طرح شامل ہوا تھا جیسے خود بھی اس سچویشن سے محظوظ ہوا ہو۔

اس ہنسی میں اسی طرح شامل ہوا تھا جیسے خود بھی اس سچویشن سے محظوظ ہوا ہو۔

لسلی دفعتاً سنجیدگی اختیار کر کے بولی۔ "اب سچ سچ بتاؤ کہ تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟"

"میں آدمی ہوں اور ایسے سخت موسم میں کسی چھت کی تلاش میں نکلا ہوں۔"

"واقعی شکاری ہو......!"

"بہت پرانا...... لیکن فی الحال شکار میرے پروگرام میں شامل نہیں ہے۔"

"کیا کرتے ہو......!"

"صبر کرتا ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"ابھی شادی نہیں ہوئی!"

"تم لوگ شادی دیر سے کیوں کرتے ہو......!"

"تاکہ ذرا دیر سے موت آئے......!"

"کافی پیو گے......!"

"اگر حالات اجازت دیں......؟"

"کوئی ایسا دشوار مسئلہ نہیں......! سماور میں پانی جوش کھا رہا ہے۔"

"کیا موٹا آدمی تمہارا منیجر ہے۔"

"اگر شوہر کو منیجر کہا جا سکے تو یقیناً ہے۔!"

"کہنے کو تو جھینگر کو بھی شوہر کہا جا سکتا ہے۔ یہ آدمی تو خاصا دیو ہے۔"

"کیا تم میرے منہ پر اس کا مضحکہ اڑانا چاہتے ہو؟" لسلی نے ترش روئی سے سوال کیا۔

"کافی مادام......! بات سے بات نکلتی ہے۔ بہرحال میں اپنے رویے پر نادم ہوں!"

وہ اٹھ کر کاؤنٹر کے پیچھے چلی گئی اور سماور سے کافی پاٹ میں گرم پانی انڈیلنے لگی۔

پھر ایک منٹ کے اندر ہی اندر کافی کا پیالہ حمید کے ہاتھ میں تھا۔

"تمہارے سابق شوہر کا بھانجا واجد......!" حمید جملہ پورا نہ کر سکا، کیونکہ واجد کے نام پر ہی وہ اچھل پڑی تھی......!

"کیا تم اسے جانتے ہو......!"

"ہاں...... وہ بھی ہے ہمارے ساتھ......! وہی تو ہمیں یہاں لایا ہے!"

"وہ کیا اس پاگل نے تم سے پلاٹینم کی بات کی تھی......!"

"نہیں۔ اس نے یہاں تک صرف ہماری رہنمائی کی ہے!"

"تم نے مجھے تشویش میں مبتلا کر دیا ہے......!"

"کیوں؟"

"اکرام اسے اندر نہیں آنے دے گا!"

"کیوں؟"

"وہ میں نہیں جانتی۔ لیکن پچھلی بار اس نے اسے یہاں سے دھکے دے کر نکلوا دیا تھا!"

"آخر کس بنا پر...... اس بیچارے کا قصور!"

"میں نے ابھی کہا تھا کہ مجھے اس کا علم نہیں!"

"بڑی عجیب بات ہے کیونکہ وہ تو راستے بھر مسٹر اکرام کی شان میں قصیدے پڑھتا آیا تھا!"

"وہ پچھلی بار یہاں کب آیا تھا......؟" حمید نے پوچھا۔

"غالباً پچھلے ماہ کی بات ہے!"

"اور پھر مسٹر اکرام نے اسے یہاں نہیں ٹھہرنے دیا تھا۔"

"جی ہاں یہی بات ہے! لیکن مجھے جھگڑے کی نوعیت کا علم آج تک نہ ہو سکا۔ کئی بار اکرام سے پوچھنا چاہا مگر وہ ہمیشہ ٹال گیا!"

"مجھے ان حالات کا علم نہیں تھا...... اب کیا ہوگا......!" حمید بڑبڑایا اور اپنے چہرے پر الجھن کے آثار طاری کر لیے تھے۔

"کیوں کیا بات ہے......!" لسلی اسے بغور دیکھتی ہوئی بولی۔

"میں سوچ رہا ہوں کہ واجد کا کیا بنے گا......!"

"میں خود بھی نہیں سمجھ سکتی کہ اسے تم لوگوں کے ساتھ دیکھ کر اکرام پر کیا ردعمل ہوگا۔!"

"کچھ نہ کچھ تو ہونا ہی چاہئے...... میں مسٹر اکرام کو بتا سکوں گا کہ واجد کو کیوں ساتھ لایا ہے!"

"ہاں... یہ مسئلہ پہلے ہی طے ہو جانا چاہئے ورنہ اکرام شاید اسے دیکھتے ہی بھڑک اٹھے!"

وہ کاؤنٹر کے پیچھے والے دروازے سے گزر کر دوسری طرف چلی گئی اور حمید کاؤنٹر ٹیک کر کے پائپ سلگانے لگا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اکرام سمیت واپس آ گئی۔ اکرام کے چہرے پر عجیب قسم کی جھلاہٹ چھائی ہوئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے لسلی اسے کوئی بری خبر سننے کیلئے تیار کر کے لائی ہو۔

"کیا آپ نے مسٹر اکرام کو بتا دیا ہے محترمہ.....!" حمید نے بڑے ادب سے پوچھا۔

"میں بتا چکی ہوں.....!"

"کیا قصہ ہے.....؟" اکرام نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں سوال کیا!

"ہم جہاں بھی سروے کرنے جاتے ہیں زمین کے مالکان کوئی نہ کوئی ہنگامہ کھڑا کر دیتے ہیں.....! لہٰذا جب ہمیں معلوم ہوا کہ آپ واجد کے رشتہ دار ہیں تو ہم نے اس سے تذکرہ کیا۔ اس نے کہا مجھے ساتھ لے چلو میں سب ٹھیک کرا دوں گا لیکن اگر ہمیں یہ معلوم ہوتا کہ آپ ایک پڑھے لکھے اور سمجھدار آدمی ہیں تو واجد کو لانے کی ضرورت ہی نہیں تھی.....!"

"ٹھیک ہے.....اور وہ یہاں ایک رات بھی نہیں گزار سکے گا.....!"

"تو پھر وہ کہاں جائے گا.....برف باری بھی ہو چکی ہے.....!"

"سوال یہ ہے کہ وہ لوگ میری اجازت حاصل کیے بغیر جھنڈیاں کیوں گاڑنے لگے ہیں۔ سو فیصد اسی مردود کی شرارت ہے.....اگر اس کی خالہ مر گئی تو اس میں میرا کیا قصور؟ میں بھی اس کے ساتھ دفن ہو جاتا۔ دوسری شادی نہ کرتا.....!"

"اوہ.....معلوم ہوتا ہے رنجش کی خلیج بہت وسیع ہے۔!"

"بہت زیادہ.....! وہ سی۔ آئی۔ ڈی کا انسپکٹر ہونے کا غرہ دکھاتا ہے۔ میں بھی دیکھوں گا، کتنے پانی میں ہے.....!"

اکرام خاموش ہو کر ہانپنے لگا.....! پھر بولا! "ہو سکتا ہے اسی نے پلاٹینم والی ہوا چھوڑی ہو۔ مجھے ان زمینوں سے محروم کر دینے کی اسکیم بنائی ہو۔"

"نہیں جناب ایسی کوئی بات نہیں.....! زمینوں کے متعلق ہوائی چھوڑنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ ماہرین طبقات ارض اس کا تصفیہ کرتے ہیں.....!"

بدنام کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی!"

"میں نہیں سمجھا.....!"

"سنئے جناب.....! میں دل کا برا نہیں ہوں۔ میری نظروں میں اس کی وہی وقعت تھی جو اس کی خالہ کی زندگی میں تھی لیکن اس نے کینہ پروری کی حد کر دی!"

"کیا کوئی بہت ہی نامناسب حرکت اس سے سرزد ہوئی تھی.....!" حمید نے لسلی کی طرف کنکھیوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"حرکت نہیں کمینہ پن کہیے!"

"اگر مناسب سمجھئے تو مجھے بھی اس کے بارے میں بتائیے!"

"کیا بتاؤں.....حد درجہ مضحکہ خیز بات ہے.....!

"پھر بھی.....!"

"ایک ماہ قبل وہ یہاں مقیم تھا اور اس نے آسیب زدگی کی اداکاری شروع کر دی تھی!"

"اوہ.....!"

"کچھ غیر ملکی بھی ٹھہرے ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ عورتیں تھیں..... وہ خائف ہو کر دوسرے ہی دن یہاں سے رخصت ہو گئے!"

"میں واجد کی اداکاری کی نوعیت بھی معلوم کرنا چاہوں گا.....!"

"تم بتاؤ.....!" موٹے نے لسلی سے کہا.....! "مجھے پھر غصہ آ گیا ہے اور میرا دماغ قابو میں نہیں.....!"

ٹھیک اسی وقت کسی نے باہر سے صدر دروازے پر ٹھوکریں مارنی شروع کیں۔

"اوہ.....کون ہے.....؟" موٹا زمین پر پیر پٹخ کر غرایا۔

حمید صدر دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا ..... ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا۔

کرنل فریدی واجد کو دونوں ہاتھوں پر اٹھائے کھڑا تھا۔ واجد کی آنکھیں بند تھیں اور وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔

روشن دائرہ

''میری شکل کیا دیکھ رہے ہو......! پیچھے ہٹو......!'' فریدی نے کہا۔ حمید پیچھے ہٹا اور اکرام سے ٹکرا گیا۔

''یہ...... یہ کیا ہے......؟'' کک...... کیا مطلب......!'' اکرام ہکلایا۔ حمید کے پیچھے وہ دونوں بھی صدر دروازے تک آئے تھے۔

''اوہو...... حمید......!'' لسلی کی کپکپاتی ہوئی آواز سناٹے میں گونجی......!''

''کوئی جگہ بتاؤ...... یہ بے ہوش ہے......!'' فریدی ہال میں داخل ہوتا ہوا بولا۔

''یہاں...... یہاں اس کیلئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ یہ مکار ہے......!'' اکرام

فریدی بے ہوش واجد کو ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے آگے بڑھتا رہا اور بالآخر اسے کشادہ کاؤنٹر پر لٹا کر ان کی طرف مڑا......!

اکرام حمید سے کہہ رہا تھا۔ ''آپ لوگ براہِ کرم ضد نہ کریں۔ اس آدمی کے لیے یہاں کوئی جگہ نہیں ہے۔ خواہ یہ دم ہی کیوں نہ توڑ رہا ہو میں اس کی رگ رگ سے واقف ہوں......!''

''کیا تم نے کمروں کے لئے بات نہیں کی......؟'' فریدی نے حمید کو مخاطب کیا۔

''صرف دو کمرے ہمیں مل سکیں گے......!'' حمید بھرائی ہوئی آواز میں بولا......!

''واجد کو یہ یہاں قیام نہیں کرنے دیں گے!''

''کیوں......؟''

''مسٹر اکرام ہی وجہ بھی بتا سکیں گے......!''

فریدی نے موٹے کی طرف دیکھا......!

''یہ قطعی نجی اور ذاتی معاملات ہیں......!'' اکرام نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ ''بس میں اتنا ہی کہوں گا یہ شخص یہاں قیام نہیں کر سکے گا!''

''اس نے آپ سے اپنی رشتہ داری بتائی تھی......!''

''اس کی خالہ مر گئی...... رشتہ داری بھی ختم......!''

''اور اگر یہ اسی حالت میں مر گیا تو......؟''

''میں کیا کر سکتا ہوں......!'' اکرام نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی! لسلی حمید سے آہستہ آہستہ کہہ رہی تھی۔ ''اکرام تو غصے میں پاگل ہو جاتا ہے! تم چلو میرے ساتھ میں کمرے کھولے دیتی ہوں۔ وہ سچ مچ بے ہوش معلوم ہوتا ہے!''

وہ انہیں سوال و جواب میں الجھا چھوڑ کر عمارت کے اس حصے میں آئے جہاں رہائشی کمرے تھے۔

''مجھے واجد سے ہمدردی ہے......! وہ کسی ذہنی بیماری میں مبتلا ہے۔'' لسلی نے کہتے ہوئے ایک کمرے کا دروازہ کھولا۔

حمید نے خاموشی ہی میں بہتری سمجھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر اکرام نے پلاٹینم والی بات چھیڑ دی تو فریدی کس حد تک اسے نبھا سکے گا۔ کیونکہ اسے تو ان حالات کا علم نہیں تھا......!

لسلی نے اس دوران میں اسے تینوں کمرے دکھا دیئے!

''اگر مسٹر اکرام اپنی ہی بات پر اڑے رہے تو تم کیا کر سکو گی!'' حمید نے دفعتاً سوال کیا۔

''وہ میری مخالفت نہیں کر سکتا......! میں نے ابھی تک اپنی رائے محفوظ رکھی ہے۔''

''تم بہت اچھی ہو!''

''شکریہ! ایسی کوئی بات نہیں...... ہم بزنس کرتے ہیں۔'' لسلی مسکرائی! وہ پھر ہال میں آ گئے۔ یہاں فریدی اکرام کو سمجھانے کوشش کر رہا تھا کہ وہ ایک رات سے زیادہ قیام نہیں کریں گے اور اس سہولت کی جو انہیں فراہم کی جائے گی بڑی سے بڑی قیمت ادا کی جا سکتی ہے!

''نہیں یہ ناممکن ہے......!'' اکرام بولا۔

''اکرام......!'' دفعتاً لسلی نے غصیلے لہجے میں اسے اپنی طرف متوجہ کیا......! وہ کر احمقانہ انداز میں جلدی جلدی پلکیں جھپکانے لگا!

''ان لوگوں کا قیام نہیں ہو گا...... یہ میرا فیصلہ ہے......!''

''تب پھر مجھے جہنم میں جھونکو...... میں کچھ نہیں جانتا!''

اکرام نے کہا اور کاؤنٹر کے پیچھے والے دروازے میں داخل ہو کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

''اسے کمرے میں لے چلو......!'' لسلی نے حمید سے کہا اور فریدی نے واجد کو پھر ہاتھوں پر اٹھا لیا۔ پھر ان کے پیچھے پیچھے لسلی بھی رہائشی کمروں تک آئی تھی۔ اس کے چہرے سے ظاہر

ہو رہا تھا جیسے واجد کی بے ہوشی کے بارے میں تفصیل معلوم کرنے کیلئے بے چین ہو.....؟

واجد کو ایک آرام دہ بستر پر لٹا کر سکون سے ڈھانپ دیا گیا.....! فریدی کی آنکھو میں تشویش کے آثار تھے۔

"یہاں کے لیے آتشدان بھی ضروری ہوگا۔" اس نے حمید سے کہا۔

حمید نے لسلی ... لسلی فوری طور پر کسی انتظام کے لیے وہاں سے چلی گئی۔

"یہ کھڑاگ اب میرے لیے بے حد تکلیف دہ ہو گیا ہے.....!" حمید کچھ دیر بڑ بڑایا پھر پوری طرح فریدی کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔

"میری طرف دیکھیے.....! ہم یہاں جیالوجیکل سروے کرنے آئے ہیں!"

"اکرام کی گفتگو سے میں نے اندازہ کر لیا تھا.....؟ لیکن وہ اتنا احمق نہیں معلوم ہو جتنا تم سمجھے ہو.....!"

پھر حمید نے مختصر الفاظ میں اسے واجد کے بارے میں اکرام کے خیالات سے آ کرتے ہوئے کہا۔ "ان کے آپس کے تعلقات کچھ عجیب سے معلوم ہوتے ہیں.....خود نے اس کا اظہار نہیں کیا تھا۔ بڑے پیار سے اپنے خالو کا تذکرہ کرتا رہا تھا!"

"ان باتوں میں نہ الجھو!"

"لیکن یہ بے ہوش کیسے ہوا!"

"سوال یہ ہے کہ اب اسے ہوش کیونکر آئے!"

"بات نہ اڑائیے.....آپ خواہ مخواہ اپنا وقت ضائع نہیں کر سکتے!"

"تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو.....!" فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا!

"اور یہ بھی جانتا ہوں کہ دنیا میں صرف یہی ایک چیز آپ کے لیے حصول لذ ذریعہ ہے!"

"لہٰذا اپنے کام سے کام رکھو.....!"

"آپ کی مراد لسلی سے ہے نا۔!" حمید بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔

فریدی واجد کی طرف متوجہ ہو گیا تھا جس کے منہ سے ہلکی سی کراہ نکلی تھی.....ا میں لسلی بھی کمرے میں داخل ہوئی۔

"کیا اسے ہوش آ گیا.....؟" اس نے پوچھا!

"نہیں.....!" حمید اسے بغور دیکھتا ہوا بولا۔ "کیا مسٹر اکرام بہت زیادہ ناراض ہیں!"

"ہوں.....ضرور..... ضرور.....!" حمید دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

ڈائننگ ہال میں پہنچ کر حمید ٹھٹک گیا.....کیونکہ سامنے ہی اکرام ہاتھوں میں رائفل سنبھالے کھڑا تھا اور اس کے تیور اچھے نہیں تھے.....!

"کیوں.....؟" لسلی کے لہجے میں حیرت تھی!

"تم یہاں سے چلی جاؤ....." اس نے رائفل کی نال سے کاؤنٹر کے پیچھے والے دروازے کی طرف اشارہ کیا!

"آخر بات کیا ہے؟"

"میں ان لوگوں کو یہاں نہیں ٹھہرنے دوں گا!"

"تم وہ آتشدان اٹھا لے جاؤ.....!" لسلی نے اس کی بات سنی ان سنی کر کے حمید سے کہا۔

کاؤنٹر کے قریب ایک بڑے سے آہنی آتشدان میں کوئلے دہک رہے تھے۔

"میں کہتا ہوں انہیں یہاں سے جانا پڑے گا.....!" اکرام دھاڑا۔

"یہ ظلم ہے مسٹر اکرام....." حمید خشک لہجے میں کہتا ہوا کاؤنٹر کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اکرام راہ میں حائل ہو گیا۔

"نہیں.....!"

"وہ مر جائے گا.....!" حمید بولا۔

"جہنم میں جائے.....!"

حمید نے لسلی کی طرف دیکھا.....! اس کے چہرے پر بھی جھلاہٹ کے آثار نظر آئے۔

وہ آگے بڑھی اور اکرام سے رائفل چھیننے کی کوشش کرنے لگی.....حمید انہیں اسی حال پر چھوڑ کر آتشدان کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"تم اتنے ناسمجھ کیوں ہو گئے ہو.....!" لسلی اکرام سے کہہ رہی تھی۔

وہ دونوں جھگڑتے رہے اور حمید آتشدان اٹھا کر رہائشی کمروں کی طرف چلا آیا۔

واجد اب بھی بے ہوش تھا.....! فریدی کی بتائی ہوئی جگہ پر آتشدان رکھ کر حمید نے

واپس جانا چاہا۔

''کہاں چلے!'' فریدی نے اسے ٹوکا تھا۔

''اکرام کے ہاتھ میں رائفل ہے...... اور وہ لسلی سے جھگڑا کر رہا ہے......!''

''رائفل......!''

''ہمیں یہاں سے نکال دینے کے لیے اس حد تک بھی جا سکتا ہے۔''

''ہوں......!'' فریدی سگار کا گوشہ توڑتا ہوا بولا...... ''خیر میں دیکھوں گا۔''

''اسے یا اس کی بیوی کو......!''

دفعتاً فریدی بے ہوش واجد کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا! ''تم اسے کیا سمجھتے ہو!''

''وبال جان......!''

''یہ ایک کیس ہے حمید صاحب!''

''اور اس طرح لمبا لمبا لیٹا ہوا ہے...... لیٹی ہوتی تو خیر کوئی بات نہ تھی......! میں اسے دائی کا کیس سمجھ لیتا!''

''فضول باتیں نہ کرو......! اکرام کو سنجیدگی سے گفتگو پر آمادہ کرنا ہے تمہیں لینڈ سرو کی بات نہ کرنی چاہئے تھی......!''

''کیا میں جانتا تھا کہ واجد ایک کیس کی حیثیت رکھتا ہے......؟'' حمید نے ناخوش لہجے میں کہا۔

''مجھے خود بھی ان دونوں کے تعلقات کا علم نہیں تھا......! ورنہ خود ہی کوئی احتیاطی تدبیر کرتا۔''

''لیکن اس نے تو یہاں پہنچ کر کہہ دیا تھا کہ اگر اکرام نے اسے دیکھ لیا تو کمر کرائے پر نہ دے گا......!''

''اور اس کے فوراً بعد ہی اس کی ذہنی رو پھر بہک گئی تھی اور میں اس سے اس متعلق کچھ معلوم نہ کر سکا تھا......!''

''لیکن آپ اس کے بعد کہاں غائب ہو گئے تھے......!'' حمید نے سوال کیا۔ اس بھی یہ نہ پوچھنے کا تہیہ کر لیا تھا کہ واجد کس قسم کا کیس ہے۔

''یہ ساری باتیں تم یوں نہ سمجھ سکو گے......!''

''سمجھنے کے لیے بے چین بھی نہیں ہوں......! میری خواہش تو صرف اتنی سی ہے کہ اکرام یہاں دو چار دن قیام کرنے دے!''

فریدی اسے گھور کر رہ گیا! کچھ بولا نہیں۔

''یہ اب بے ہوش نہیں ہے...... بلکہ گہری نیند سو رہا ہے......!'' فریدی کچھ دیر بعد اٹھتا ہوا بولا......! ''آؤ چلیں...... میں اکرام سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔''

وہ دونوں وہاں سے ہال میں آئے...... اکرام کاؤنٹر پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے قریب ہی دو آدمی شانوں سے رائفلیں لٹکائے کھڑے تھے لسلی موجود نہیں تھی۔

یہ دونوں آدمی وضع قطع سے پیشہ ور شکاری معلوم ہوتے تھے ان اطراف میں بھی سردیوں میں بڑے بالوں والی لومڑیوں کا شکار ہوتا تھا۔

قریب پہنچنے پر حمید کو ان دونوں کے چہرے کچھ جانے پہچانے سے لگے اور وہ دونوں بھی انہیں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھے جا رہے تھے......!

دفعتاً لسلی کاؤنٹر کے پیچھے والے دروازے سے برآمد ہو کر مضطربانہ انداز میں بولی۔

''اکرام خواہ مخواہ بات نہ بڑھاؤ......!''

''تم چپ رہو......!'' وہ اس کی طرف مڑے بغیر کاؤنٹر پر ہاتھ مار کر دھاڑا۔

''بات تو تمہیں ختم ہی کرنی پڑے گی پیارے اکرام......'' ان میں سے ایک شکاری نے نرم لہجے میں کہا! ''مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ میں کرنل فریدی کے مقابل کھڑا ہو سکوں!''

''کون کرنل فریدی......!'' اکرام اچھل پڑا۔

اتنے میں فریدی نے آگے بڑھ کر نرم لہجے میں کہا! ''اب تمہیں اطمینان ہو جانا چاہئے کہ تم کسی خطرے سے دو چار نہیں ہو!''

پھر وہ ان دونوں کی طرف مڑا اور مسکرا کر بولا......! ''تم شاید گردی کی پارٹی سے تعلق رکھتے ہو!''

''جی ہاں...... جناب!''

''کک...... کرنل...... فف فریدی...... یعنی کہ......'' اکرام ہکلایا...... اس کے چہرے پر تعجب کے آثار تھے...... پھر وہ لسلی کی طرف مڑ کر جھینپے ہوئے انداز میں بولا......! ''کون

بات نہیں ہے...... سب ٹھیک ہے...... یہ واجد کے محکمے کے ایک بڑے نامور آفیسر ہیں......
لل لاحول ولاقوۃ یعنی خواہ مخواہ...... واہ بھئی!"

"کوئی بات نہیں۔! میرے اسسٹنٹ نے تمہیں صحیح بات نہیں بتائی تھی۔ ہم میں سے کوئی کبھی نہیں بتاتا......!"

"میں بے حد شرمندہ ہوں جناب......!"

حمید نے لسلی کی طرف دیکھا......! اس کے چہرے پر گہرا سکون تھا۔

"اور اب......" فریدی تھوڑی دیر بعد بولا۔ "مجھے تم سے واجد ہی کے سلسلے میں گفتگو کرنی ہے!"

"ضرور......ضرور......!" اکرام مضطربانہ انداز میں ہاتھ ملتا ہوا بولا۔

شکاری کاؤنٹر کے پاس سے ہٹ کر ہال کی ایک میز کے گرد جا بیٹھے تھے۔ اس نے لسلی کی طرف اشارہ کر کے لسلی سے کہا۔ "تم ان لوگوں کے لیے کافی کا انتظام کر دو!"

وہ سر کو خفیف سی جنبش دے کر وہاں سے چلی گئی......!

فریدی کاؤنٹر پر کہنیاں ٹیک کر جھکتا ہوا آہستہ سے بولا......! "کیا ان شکاریوں کا کیمپ کہیں قریب ہی ہے؟"

"جی ہاں......! اب یہی دیکھ لیجیے کہ ان سے میرے اچھے تعلقات ہیں......! لیکن میں نے انہیں یہاں قیام نہیں کرنے دیا۔" اکرام نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"واجد کیسا آدمی ہے؟"

"یہ......یہ...... آپ مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

"ظاہر ہے کہ آپ اس کے رشتہ دار ہیں......؟"

"مجھے ویسے اس میں کوئی برائی نظر نہیں آئی تھی......لیکن پچھلے ماہ وہ غیر ملکیوں کے قافلے کے ساتھ یہاں آیا تھا۔ ان میں شامل بھی نہیں تھا لیکن ان کے ساتھ ہی یہاں تھا۔ میں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ کیونکہ میں اس کو ہمیشہ سے پسند کرتا رہا ہوں۔ اس لئے علیحدہ کمرے کا انتظام کیا۔ اس کی آسائشوں کا خیال رکھا۔ لیکن......!"

وہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا......فریدی استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھے جا رہا تھا۔

اکرام تھوڑی دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "رات اس نے شرافت سے بسر کی تھی......لیکن دوسری صبح غیر ملکیوں کے قافلے کی ایک لڑکی کے پیچھے پڑ گیا تھا......! وہ یہیں کاؤنٹر پر مجھ سے بات کر رہی تھی کہ وہ آ گیا...... پہلے احمقوں کی طرح اسے گھورتا رہا۔ پھر بولا تم ہی ہو۔ وہ تم ہی ہو...... میں نے تمہیں کہاں کہاں تلاش کیا......! وہ بے چاری حیرت زدہ رہ گئی...... مجھ سے پوچھنے لگی کہ یہ کیا بک رہا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں......اس وقت یہاں ہم تینوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا...... میں عجیب طرح کی دہشت کا شکار ہو گیا۔ سوچ رہا تھا کہ اگر اس کے ساتھیوں میں سے کوئی اس طرف آ نکلا تو کیا ہوگا......! اتنی دیر میں وہ نامعقول بالکل پوجا کرنے کے سے انداز میں گھٹنوں کے بل کھڑا ہو گیا تھا اور اپنے دونوں ہاتھ جوڑ دیئے تھے...... اس کی حرکت پر لڑکی بیچاری اور زیادہ بوکھلا گئی...... پھر دفعتاً مجھے غصہ آ گیا اور میں نے واجد کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا......! لیکن وہ اپنی دھن میں مگن جو کچھ منہ میں آ رہا تھا بکے جا رہا تھا۔! لڑکی سراسیمگی کے عالم میں رہائشی کمروں کی طرف بھاگ نکلی...... اور وہ خود بے ہوش ہو کر گر گیا......!"

اکرام پھر خاموش ہو گیا......!

"کتنی دیر بے ہوش رہا تھا......!" فریدی نے پوچھا۔

"اس سلسلے میں وقت کا صحیح تعین نہ کر سکوں گا......لیکن وہ بہت دیر تک بے ہوش رہا تھا اور اسی حال میں رہائشی کمرے تک لے جایا گیا تھا اور پھر مسخرہ پن ملاحظہ فرمایئے۔ دوبارہ ہوش آنے پر کسی طرح یقین ہی نہیں کر رہا تھا کہ اس سے کوئی نازیبا حرکت سرزد ہوئی ہوگی، لڑکی موجود ہی تھی اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا......! کچھ بھی ہو جناب میں تو لڑکی کی شرافت پر عش عش کر رہا تھا......! اس نے اپنے ساتھیوں سے اس بے ہودگی کا تذکرہ تک نہیں کیا تھا......ورنہ شاید واجد کے ہاتھ پیر سلامت نہ رہتے......!"

دوسری شام کو غیر ملکیوں کا وہ قافلہ یہاں سے رخصت ہو گیا۔ میں ان لوگوں کی موجودگی میں بات نہیں بڑھانا چاہتا تھا......لیکن ان کے جاتے ہی میں نے واجد کو بھی نکال باہر کیا!"

اس کے خاموش ہو جانے پر فریدی کسی سوچ میں ڈوب گیا، پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ "وہ قافلہ کہاں سے آیا تھا اور کدھر گیا!"

"وہ لوگ دارالحکومت سے آئے تھے اور ریگم بالا کے قدیم مندر دیکھنے جا رہے تھے!"

"واجد کہاں سے آیا تھا.....؟"

"میں نہیں جانتا..... اس کے بارے میں اس نے کچھ نہیں بتایا تھا لسلی نے بھی اس سے پوچھا تھا!"

"کیا وہ ایسا ہی آدمی ہے کہ لڑکیوں کے پیچھے دوڑتا پھرے۔" فریدی کے اس سوال پر حمید کھکار کر چھت کی طرف دیکھنے لگا۔

"میں کیا بتاؤں جناب.....! اس واقعہ سے پہلے تو میں اسے ایک بے حد نیک نفس لڑکا سمجھتا رہا تھا!"

"کیا دلیل ہے نیک نفسی کی.....!" حمید برا سا منہ بنا کر بڑبڑایا۔

"جی.....!" اکرام چونک کر حمید کی طرف مڑا ہی تھا کہ فریدی نے دوبارہ اسے اپنی طرف متوجہ کر لیا!

"اس قافلے کا کوئی آدمی اس سے پہلے بھی کبھی یہاں دکھائی دیا تھا!"

"گائیڈ کے علاوہ اور کوئی نہیں.....!"

"کوئی جانا پہچانا آدمی ہے؟"

"جی ہاں وہ ٹیکم گڑھ میں رہتا ہے!"

"واپسی میں بھی وہ قافلہ یہاں ٹھہرا تھا!"

"جی نہیں.....!"

فریدی پھر کچھ سوچنے لگا.....! تھوڑی دیر بعد اس نے اس لڑکی کے متعلق کچھ اور بھی سوال کیے جسے واجد نے اکرام کے قول کے مطابق دہشت زدہ کر دیا تھا..... اور ان سوالات کا مقصد یہ معلوم کرنے کے لیے علاوہ اور کچھ نہیں تھا کہ لڑکی نے بعد میں واجد کے متعلق اکرام سے کسی قسم کی گفتگو تو نہیں کی تھی.....!

کمروں کی طرف واپسی پر فریدی نے حمید سے کہا.....! "اکرام کے بیان کے مطابق لڑکی قطعی لاتعلق معلوم ہوتی ہے.....!"

"ان لڑکیوں کو تو اس وقت تک تعلق پیدا نہیں ہوتا جب تک کہ بے ہوشی موت میں

تبدیل ہو جائے، چاہنے والوں کی پروا اس وقت تک نہیں کرتیں جب تک کہ وہ دفن نہ ہو جائیں! اور پھر ہر محفل میں بڑے آرٹسٹک انداز میں اپنی سوگواری کا اظہار کرتی پھرتی ہیں!"

"میں تمہیں مثنوی زہر عشق کا درس نہیں دے رہا تھا!" فریدی نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"کچھ بھی ہو.....! اس وقت نیک نفسی کی دلیل سن کر گہرا صدمہ پہنچا ہے.....!"

دفعتاً فریدی چلتے چلتے رکا..... اور پھر کاؤنٹر کی طرف مڑ گیا.....! حمید وہیں کھڑا رہا..... اتنے میں اسے لسلی اپنی طرف آتی دکھائی دی۔

"اب کیا حال ہے اس کا.....!" اس نے پوچھا۔

"گہری نیند سو رہا ہے!"

"اگر پہلے ہی سچ بول دیتے تو بات اتنی کیوں بڑھتی!"

"ہوں..... اوں.....! تم نے ان بے چاروں کو کافی نہیں سرو کی۔" حمید نے دونوں شکاریوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اکرام سرو کرے گا..... میں نے تیار کر دی ہے.....! بڑی مصیبت آ جاتی ہے سیزن ختم ہونے پر..... میں ہی اسے کفایت شعاری سکھاتی ہوں ورنہ وہ سردیوں میں بھی نوکروں کی فوج برقرار رکھے!"

"واجد جس قافلے کے ساتھ آیا تھا اس میں کوئی لڑکی بھی تھی!"

"ہاں شاید تھی تو.....!"

"کیا واجد نے اسے چھیڑا تھا.....!"

"نہیں تو.....! میرا خیال ہے کہ وہ ایک بہت ہی شائستہ آدمی ہے.....! اکرام نہیں سمجھتا۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ اس پر کسی قسم کے دورے پڑتے ہیں.....!"

حمید نے فریدی کی طرف دیکھا وہ کاؤنٹر پر جھکا ہوا اکرام سے کچھ کہہ رہا تھا۔ پھر جیسے ہی وہ واپسی کے لیے مڑا لسلی اس طرح حمید کے پاس سے ہٹ گئی جیسے وہ وہاں اس کی موجودگی پر معترض ہو گا۔

"چلو.....!" فریدی قریب پہنچ کر بولا۔ "میرا خیال ہے کہ تم اس نے واجد کے متعلق گفتگو کر رہے تھے.....!"

"واجد سے کم تو نہیں ہوں میں...... اپنے متعلق گفتگو کر رہا تھا، اسے بتا رہا تھا کہ ا
میری شادی نہیں ہوئی۔"

"بکومت......!" فریدی نے کہا اور آگے بڑھتا چلا گیا......!

اس نے کمرے کا دروازہ کھولا...... حمید اس کے پیچھے تھا۔ لیکن اسے دیوار پر ایک
دائرہ صاف نظر آ رہا تھا جس سے دور کی پہاڑیاں نظر آ رہی تھی اور واجد کا بستر خالی تھا...

فریدی تیزی سے اس دائرے کی طرف بڑھتا چلا گیا......! دیوار کو بڑی صفائی سے
گیا تھا...... اتنا بڑا سوراخ تھا جس سے ایک آدمی بہ آسانی گزر سکتا تھا...... وہ پھر خالی بستر
طرف مڑا......!

واجد کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔

پرس اور پستول

سب سے پہلے فریدی اس راستے سے باہر نکلا تھا۔ یہ عمارت کی پشت تھی...... ج
باہر نکلا اور اس نے برف پر کئی آدمیوں کے قدموں کے نشانات دیکھے جو ڈھلان میں اُ
اگلی چڑھائی تک چلے گئے تھے۔

"وہ سڑک ہے......!" فریدی چڑھائی کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "اسے یہاں
اٹھا کر لے جایا گیا ہے!"

پھر وہ یک بیک چونک کر مڑا اور تیزی سے دیوار کے اس خلاء سے گزر کر کمرے
داخل ہوا ساتھ ہی حمید کو آواز دی۔ "جلدی کرو۔ کہیں وہ ہماری گاڑی کو بیکار نہ کر گئے ہوں"
حالات سے پوری طرح باخبر نہ ہونے کے باوجود بھی حمید کسی بڑے خطرے کا
کرنے کے لیے پوری طرح تیار ہو گیا۔

وہ تیز رفتاری سے ہال میں پہنچے...... لیکن یہاں لسلی کے علاوہ اور کوئی نظر نہ آیا۔

فریدی حمید کو وہیں رکنے کا اشارہ کرتا ہوا خود تیزی سے باہر نکل گیا......! حمید نے اس
میز پر کافی کے لوازمات رکھے دیکھے جہاں دونوں شکاری بیٹھے تھے...... لسلی کاؤنٹر پر تھی

حمید نے کافی پاٹ کا ڈھکن اٹھا کر دیکھا...... کافی پاٹ لبریز تھا۔

"تم چاہو تو اسے استعمال کر سکتے ہو......! وہ دونوں چلے گئے۔؟" لسلی نے اسے آواز
دے کر کہا۔

"یہ لوگ کہاں گئے......؟"

"پتہ نہیں تمہارے جانے کے بعد اکرام ان کے لیے کافی سرو کر رہا تھا کہ دفعتاً وہ
اٹھ گئے......!"

"مسٹر اکرام کہاں ہیں......؟"

"وہ اسے بھی ساتھ لے گئے ہیں......!"

"کہاں!"

"اکرام جلد ہی واپس آنے کو کہہ گیا ہے......! مجھے خود بھی حیرت ہے وہ اس طرح
کہیں نہیں جاتا......!"

حمید نے طویل سانس لی اور مڑ کر صدر دروازے کی طرف دیکھا۔

فریدی ابھی تک واپس نہیں آیا تھا......! تو کیا سچ مچ وہ اپنی گاڑی سے ہاتھ
بیٹھے......! بات قرین قیاس بھی تھی۔

جو لوگ اسے لے گئے تھے انہوں نے اس کا خیال تو رکھا ہی ہو گا کہ فوری طور پر
تعاقب نہ کیا جا سکے......! اگر وہ گاڑی نہ لے گئے ہوں گے تو کم از کم اسے قابل استع
رہنے دیا ہو گا۔

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا کاؤنٹر کے قریب آیا......!

"سردی بہت ہے...... ایک کپ اور پیو......!" لسلی بولی۔

"کیا وہ دونوں اچانک ہی اٹھ گئے تھے......!"

"نہیں...... باہر سے اس کے کسی ساتھی نے دروازہ کھول کر کچھ کہا تھا۔"

"اوہو... کوئی تیسرا آدمی!"

"بات کیا ہے...!" لسلی چونک کر اسے گھورتی ہوئی بولی... "تم اس طرح کیو پوچھ رہے ہو...!"

"میرے چیف کی واپسی پر معلوم ہو جائے گا...!"

"اس سے مجھے نہ جانے کیوں خوف معلوم ہوتا ہے۔ اسے دیکھ کر میرے رو کھڑے ہو جاتے ہیں... عجیب سی تھرتھری سارے جسم میں پڑ جاتی ہے۔ بچپن میں کیفیت چڑیا گھر میں شیروں کے کٹہرے کے پاس سے گزرتے وقت ہوا کرتی تھی...!"

"سچ پوچھو تو وہ چڑیا گھر ہی کے قابل ہے!" حمید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"میں نہیں سمجھی...!"

"تمہیں دیکھ کر اس کے جسم کے سارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہوں گے!"

"کیا بات ہوئی...!"

"بپھرے ہوئے درندے کے جبڑے میں ہاتھ ڈال دے گا لیکن کسی عورت کا قرب ا کیلئے قرب قیامت سے کم نہیں اب یہی دیکھ لو کہ خود باہر گیا ہے۔ کیا مجھے نہیں بھیج سکتا تھا۔"

"بڑی عجیب بات ہے...!" لسلی بڑبڑائی۔ پھر وہ دونوں ہی چونک پڑے۔ درواز پر کوئی باہر سے ٹھوکریں مار رہا تھا۔

حمید تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا۔ لیکن اس دوران میں بغلی ہولسٹر سے ریوا بھی نکال چکا تھا۔ ہینڈل گھما کر دروازہ تو کھولا... لیکن خود... اوٹ ہی میں رہا... دا ہاتھ کی انگلی ریوالور کے ٹریگر پر تھی اور وہ کسی لمحے بھی فائر کر سکتا تھا۔

اندر داخل ہونے والا فریدی تھا اور اب اس نے اکرام کے پہاڑ جیسے جسم کو دو ہاتھوں میں اس طرح اٹھا رکھا تھا جیسے وہ کوئی ننھا سا بچہ ہو۔

لسلی بوکھلا کر اس کی طرف دوڑ پڑی۔

"یہ کیا ہوا... یہ کیا ہوا...!"

"کسی کمرے میں چلو جہاں بستر ہو...!" فریدی نے نرم لہجے میں کہا...!

حمید بھی دروازے کی اوٹ سے نکل کر ان کے ساتھ ہو گیا تھا۔

لسلی انہیں اکرام کی خواب گاہ میں لائی۔

فریدی اسے بستر پر لٹا کر حمید سے بولا۔ "سر پر چوٹ لگنے سے یہ بے ہوش ہو گیا ہے!"

"کیا بات ہے...! مجھے بتاؤ... یہ کیسے ہوا۔" لسلی کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

"میں نے اسے گیراج میں بے ہوش پڑا پایا تھا...!"

"وہ لوگ کہاں گئے؟"

"کون لوگ...؟"

حمید نے لسلی کو خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے فریدی کو وہ سب کچھ بتایا جو اس سے معلوم ہوا تھا...!

"وہ ہماری گاڑی بھی لے گئے...!" فریدی بولا... اور پھر لسلی سے پوچھا...!

"کیا گیراج میں کوئی گاڑی تھی...!"

"ہاں... ہماری وین...!" لسلی نے جواب دیا۔

"وہ بھی اب وہاں موجود نہیں ہے...! میرا خیال ہے کہ وین ہی کو لے جانے کے لیے انہوں نے اکرام پر حملہ کیا!"

"لیکن کیوں... لیکن کیوں؟"

"اس لیے کہ ہم ان کا تعاقب نہ کر سکیں...!" حمید بولا۔

"آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے... وہ دونوں شکاری تو اکرام کے شناسا تھے۔ ان پر اسے اتنا ہی اعتماد تھا کہ تم سے نپٹنے کے لیے انہیں بلوایا تھا۔"

"کہاں سے بلوایا تھا...!"

"اوہ... یہ سب باتیں پھر ہوتی رہیں گی...! اکرام کے لیے کچھ کرو۔ یہ کیسے ہوش میں آئے گا... میں کیا کروں... میرے خدا... کتنا منحوس دن ہے!"

"میں اسے دیکھ رہا ہوں...!" فریدی بولا۔ پھر اس نے حمید سے کہا...! "تم مسز اکرام کو واجد والے کمرے میں لے جاؤ۔"

"کیوں...؟ وہاں کیوں۔" وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولی۔

"تاکہ حالات سے متعلق تمہاری حیرت رفع ہو سکے...!"

''کیا بات ہے......؟'' وہ حمید کی طرف مڑی۔

''میرے ساتھ آؤ......!''

''خدارا کچھ تو بتاؤ...... یہ کیا ہو رہا ہے......؟'' وہ جھنجھلا کر چیخی......! اور حمید کے پیچھے پیچھے کمرے سے نکل آئی۔

''یہ سب کچھ واجد کی وجہ سے ہوا ہے......؟''

''تو اکرام ٹھیک ہی کہہ رہا تھا......؟''

''وہ بھی غلط فہمی میں مبتلا تھے......!''

وہ آخر کو واجد والے کمرے میں داخل ہوئے اور لسلی سامنے والی دیوار پر نظر پڑتے ہی ٹھٹھک گئی۔

''یہ کیا ہوا......'' اس نے بالآخر بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''اس طرح وہ واجد کو نکال لے گئے۔ ساتھ ہی تعاقب کے سارے ذرائع بھی مفقود کر گئے!''

''لیکن یہ...... اس صفائی سے...... تم خود دیکھو کہ شہتیر کتنے موٹے ہیں اتنے تھوڑے وقفے میں یہ کام قطعی ناممکن ہے......! اتنی گولائی میں تراشنا قطعی ناممکن!''

''تو کیا تم بھی اکرام والے آسیب کے امکانات پر غور کر رہی ہو......!''

''لیکن پھر واجد کا کیا معاملہ ہے!''

''اصل معاملے کا علم میرے چیف کو ہے۔! بہرحال خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مجھے اس سے نجات ملی!''

''میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا!''

''ضرورت بھی کیا ہے سمجھنے کی۔ ہوش آنے پر کچھ نہ کچھ مسٹر اکرام بھی سمجھا ہی دیں گے''

''چلو...... یہاں میرا دم گھٹ رہا ہے۔ مجھے اکرام کے پاس ہونا چاہئے تھا۔''

وہ پھر اکرام کی خواب گاہ میں آئے...... اسے ابھی تک ہوش نہیں آیا تھا...... فریدی اب بھی وہیں تھا...... اور پرتشویش نظروں سے اکرام کی طرف دیکھے جا رہا تھا......!

''ہم وقت ضائع کر رہے ہیں......!'' حمید کمرے میں داخل ہوتے ہی بولا۔

''اس کے ہوش میں آنے سے پہلے کوئی قدم اٹھانا بے سود ہوگا'' فریدی کا جواب تھا۔

''تدبیر کی گئی ہے...... ذرہ دیر بعد......! ویسے گھبرانے کی کوئی بات نہیں'' فریدی گھڑی پر نظر ڈالتا ہوا بولا۔ ''تم بیٹھ جاؤ۔!''

اس نے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کیا تھا۔ لسلی چپ چاپ جا بیٹھی......!

حمید کی نظر اکرام کے چہرے پر تھی...... اکرام کے پپوٹے گردش کرنے لگے تھے۔ کچھ دیر بعد ہونٹ بھی ہلے اور ہلکی سی کراہ نکلی۔ اس کے بعد اس نے آنکھیں کھول دی تھیں۔ پلکیں جھپکائے بغیر چھت کی طرف گھورتا رہا...... لسلی نے کچھ بولنا چاہا تھا...... لیکن فریدی نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

کچھ دیر بعد...... اکرام کراہا...... ''ذلیل کمینے...... کتے......!''

''تم کس سے مخاطب ہو......!'' فریدی نے سوال کیا......!

''اوں......!'' اس نے چونک کر آواز کی جانب سر گھمایا...... اور پھر اٹھنے کی کوشش کی۔!

''نہیں......!'' فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''لیٹے رہو......! تمہارے سر میں چوٹ آئی ہے!''

''لل...... لسلی کہاں ہے......! وہ محفوظ تو ہے نا!''

''میں یہاں ہوں۔!'' لسلی سامنے آتی ہوئی بولی۔ ''یہ کیا ہوا۔ کیونکر ہوا''

''بتاؤں گا...... بتاؤں گا......! میرا سر درد سے پھٹا جا رہا ہے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ناصر اتنا کمینہ ثابت ہوگا۔ اسے تو میں نے کبھی یہاں قیام کرنے سے بھی نہیں روکا تھا!''

''تم ان کے لئے گرما گرم کافی لاؤ......!'' حمید نے لسلی سے کہا۔ ''اب کوئی خدشہ نہیں رہا!''

''ہاں...... کافی......! یہ بہتر رہے گا...... میرے لئے۔'' اکرام بڑبڑایا۔ لسلی کے انداز سے نہیں معلوم ہوتا تھا کہ وہ جانا چاہتی ہے۔

حمید نے پھر کہا اور وہ اٹھ گئی۔

پھر کچھ دیر تک خاموشی طاری رہی...... آخر فریدی نے پوچھا۔ ''ناصر اسی کا نام تھا جس نے مجھے پچھاڑا تھا!''

''جی ہاں...... وہی تھا جناب......! میں سوچ بھی نہیں سکتا!''

''تم باہر کیوں گئے تھے؟''

"وہ مجھے لے گیا تھا۔! اسے تھوڑا سا پٹرول چاہیے تھا......! اس کے لیے میں اسے گیراج میں لے گیا۔ وہاں اس نے وین کی چابی طلب کی۔ ابھی میں کچھ کہنے نہیں پایا تھا کہ اس کے دوسرے ساتھی نے میرے سر پر کوئی وزنی چیز ماری۔ پھر مجھے ہوش نہیں کہ کیا ہوا۔"

"وہ نہ صرف تمہاری وین لے گئے بلکہ میری جیپ بھی!"

"آخر کیوں......؟ انہوں نے ایسا کیوں کیا!"

"تم انہیں کہاں سے لائے تھے!"

"وہ اتفاقاً خود ہی آ گئے تھے!"

"لیکن قریب ہی قیام ہوگا......!"

"ہاں وہ غار یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے! سردیوں میں یہ لوگ لومڑیوں کے شکار کے لیے آتے ہیں اور غاروں میں رہتے ہیں! میں اپنے یہاں کسی کو قیام نہیں کرنے دیتا......! اور پھر وہ اس کے اخراجات بھی تو برداشت نہیں کر سکتے!"

"اچھی بات ہے......!" فریدی طویل سانس لے کر بولا۔ "کچھ دیر خاموش لیٹے رہو......! جو کچھ بھی ہونا تھا......ہو چکا!"

"واجد......واجد......واجد......آخر وہ ہے کیا بلا......!"

کوئی کچھ نہ بولا......فریدی سگار کا گوشہ توڑنے لگا۔

حمید نے جیب میں تمباکو کی پاؤچ ٹٹولی۔

پھر تھوڑی دیر بعد سلمٰی کافی کی ٹرے اٹھائے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی تھی......بڑا کافی پاٹ تھا اور چار کپ......فریدی اور حمید کو بھی کافی پیش کی گئی۔

اکرام اٹھ بیٹھا تھا اور پرتشویش نظروں سے سلمٰی کو دیکھے جا رہا تھا۔

"میں خائف نہیں ہوں!" دفعتاً سلمٰی ہنس کر بولی! "تم ذرہ برابر بھی پرواہ نہ کرو......میرا نشانہ کبھی خطا نہیں کرتا......تم جانتے ہی ہو بس اتنا ہے کہ گاڑی کے بغیر ہم دشواریوں میں پڑ جائیں گے!"

"صرف گاڑی ہی کے لیے مسٹر اکرام سے یہ برتاؤ ہوا ہے۔" فریدی نے کافی کا خالی کپ میز پر رکھتے ہوئے کہا......! "اب لوگوں کے لیے کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں! وہ صرف اتنا

ہی چاہتے تھے کہ ہم ان کا تعاقب نہ کر سکیں۔"

"تعاقب......!" اکرام نے طویل سانس لی اور پھر ایسا لگا جیسے کچھ کہتے کہتے رک گیا ہو۔

حمید اسے گھورے جا رہا تھا۔

"کیا کسی طرح تعاقب ممکن ہے۔!" بالآخر اس نے سوال کیا۔

"ممکن تھا......لیکن افسوس......! میری موٹر سائیکل بھی وہ مردود ناصر تین دن ہوئے مانگ لے گیا تھا......میں تو سمجھا تھا شاید آج وہ اسے واپس کرنے آیا ہے......!"

دفعتاً فریدی اٹھ کھڑا ہوا......چند لمحے خاموشی سے اکرام کو دیکھتا رہا......پھر بولا۔ "کیا تم خود میں اتنی توانائی محسوس کر رہے ہو کہ ہمارے ساتھ اس غار تک چل سکو!"

"نہیں مجھ میں اتنی سکت نہیں ہے......!" اکرام نے کہا اور کراہتا ہوا پھر لیٹ گیا۔

"میں چل سکتی ہوں......!" سلمٰی بول پڑی۔

"ہرگز نہیں......!" اکرام کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔

"مجھے اپنی گاڑی واپس چاہیے......سمجھے تم!"

"جہنم میں گئی گاڑی......میں دیدہ دانستہ تمہیں کسی خطرے میں نہیں پڑنے دوں گا!"

"ان کا تحفظ ہماری ذمہ داری ہے!" فریدی بولا۔

"تحفظ......ہونہہ......آپ اس کا تحفظ تو کر نہ سکے جسے ساتھ لائے تھے......!"

"اکرام فضول باتیں نہ کرو......!" سلمٰی نے جھنجھلا کر کہا۔

"تو......تم جاؤ گی ان کے ساتھ......!"

"یقیناً جاؤں گی......تم آرام کرو......!"

"تمہارے لیے آرام بے حد ضروری ہے......!" اکرام غصے میں اپنی رانیں پیٹنے لگا۔ پھر اٹھ بیٹھا اور انہیں خونخوار نظروں سے گھورتا ہوا بولا۔ "جب تک مجھے واجد کی کہانی نہ معلوم ہو جائے ہرگز نہیں جانے دوں گا۔"

"آرام سے لیٹ جاؤ۔" فریدی نے بے حد نرم لہجے میں کہا۔ "یہی تو ہمیں بھی معلوم کرنا ہے کہ واجد کی اصل کہانی کیا ہے......تم نے مجھے بھی بتایا تھا کہ اس نے آسیب زدگی کی اداکاری کر کے ایک لڑکی کو خوفزدہ کرنا چاہا تھا لیکن اب اس واقعے کو کیا کہو گے......!"

"وہ دوبارہ یہاں مرنے کیوں آیا تھا!" اکرام نے کسی جھگڑالو عورت کے سے انداز میں کہا۔

"میں لایا تھا اسے......!"

"کیا معلوم کرنا چاہتے تھے......!"

"وہ اس حال کو کیونکر پہنچا......!"

اکرام پھر کچھ نہ بولا......اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں اور گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔

"کیا خیال ہے......!" حمید نے لسلی سے پوچھا۔

"اکرام کی حالت ٹھیک نہیں معلوم ہوتی۔ میں کہیں نہ جاؤں گی!"

"جاؤ......مجھے مرنے دو......!" اکرام حلق پھاڑ کر چیخا لیکن آنکھیں نہیں کھولیں۔

لسلی نے حمید کو چلنے کا اشارہ کیا اور کمرے سے باہر نکل کر حمید سے بولی۔ "یہ اس کا خاص انداز ہے۔ طوعاً کرہاً مجھے کسی بات کی اجازت اسی طرح دیتا ہے!"

سردی بہت بڑھ گئی تھی......وہ پیدل ہی سڑک کی طرف چل پڑے۔ لسلی نے پوستین پہن لی تھی اور حمید محسوس کر رہا تھا کہ اسے چلنے میں دشواری ہو رہی ہے۔

"خاصا وزن لاد لیا ہے تم نے اپنے اوپر......!" اس نے کہا۔

"مجبوری ہے......سردیوں میں اس کے بغیر میں باہر نکلنے کی ہمت نہیں کر سکتی!"

"پتہ نہیں کس جانور کی کھال ہے۔ وہ تمہاری آئیڈیالوجی سے اتفاق بھی رکھتا تھا یا نہیں!"

"مجھے صرف اس سے غرض ہوتی ہے کہ کھال آرام دہ ہے یا نہیں، آئیڈیالوجی وغیرہ اپنے ساتھ لے گیا ہوگا......" لسلی مسکرا کر بولی۔

"دنیا کی ساری عورتیں اس آئیڈیالوجی پر متفق ہیں!"

"کیا عورتوں نے تمہیں گہرے صدمے پہنچائے ہیں؟"

"بہت زیادہ......!"

"صورت سے تو نہیں معلوم ہوتا......!"

"سردی بہت زیادہ ہے ورنہ ضرور معلوم ہوتا!"

سڑک پر پہنچ کر فریدی رک گیا۔

"بائیں جانب......!" لسلی ہاتھ اٹھا کر بولی۔

فریدی ان سے کئی قدم آگے چل رہا تھا۔

کچھ دور چلنے کے بعد لسلی نے کہا......!" آج کا دن شاید مجھے زندگی بھر یاد رہے...... آخر واجد بے ہوش کیسے ہوا تھا؟"

"اگر مجھے علم ہوتا تو تمہیں ضرور بتا دیتا!"

"کیا تمہارے چیف نے نہیں بتایا!"

"ابھی تک انہیں موقع ہی نہیں مل سکا......! واقعات پر واقعات پیش آتے چلے گئے!"

"مجھے خوف ہے کہ کہیں ان غاروں میں بھی کوئی واقعہ پیش نہ آ جائے۔"

"تو پھر میں تمہیں واپس لے چلوں!"

"میں ڈرپوک تو نہیں ہوں!"

فریدی کچھ آگے نکل گیا تھا۔ دفعتاً وہ پھر رکا اور جب یہ دونوں قریب پہنچ گئے۔ تو حمید سے بولا......!" میں انہیں اس غار تک لے جانا مناسب نہیں سمجھتا......کیا یہ سڑک پر سے ہی نشاندہی نہ کر سکیں گی!"

"یہ میری رشتہ دار تو ہیں نہیں کہ آپ میرے توسط سے گفتگو فرمانا چاہتے ہیں آپ خود ہی براہ راست پوچھ لیجئے!"

لسلی ہنس پڑی اور بولی۔ "برفباری نہ ہوئی ہوتی تو میں یہیں سے نشاندہی کر دیتی لیکن ایسی صورت میں جب کہ زمین نہیں دکھائی دے رہی یہ خطرناک ہوگا......!"

"ویسے بھی یہ خطرناک ہی ہے......آؤ واپس چلیں......!" فریدی نے کہا اور اب پھر اس کا رخ موٹیل ہی کی طرف تھا......!

"کیا بات ہوئی......!" لسلی بڑبڑائی۔

حمید کچھ نہ بولا......وہ موٹیل میں واپس آ گئے......اکرام ہال میں ٹہلتا ہوا ملا اس کے چہرے پر شدید ترین اذیت کے آثار تھے......!

"کیا ہوا......؟" اس نے زہریلے لہجے میں پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں......!" فریدی کا جواب تھا......"میں نے اس وقت اس طرف جانا مناسب نہیں سمجھا!"

پھر وہ ان دونوں کو متحیر چھوڑ کر اس کمرے میں آ گئے جہاں کی دیوار کاٹی گئی تھی......

فریدی بستر کے قریب کھڑا تھا......!

''کیا بستر کی شکنیں گن رہے ہیں......!'' حمید نے خشک لہجے میں پوچھا۔

''جی نہیں......!'' فریدی نے کہہ کر کمبل اٹھایا اور اسے ایک طرف جھٹک دیا۔ چوا فرش پر کسی وزنی چیز نے گر کر آواز پیدا کی۔

یہ بھورے رنگ کا ایک پرس تھا......! حمید جہاں تھا وہیں کھڑا اسے دیکھتا رہا...... فریدی اسے اٹھانے کے لیے جھکا ہی تھا کہ لسلی کمرے میں داخل ہوئی۔

فریدی پرس اٹھا کر اس کی طرف مڑا اور لسلی کے ہاتھ میں اعشاریہ دو پانچ کا ریوالور دیکھ کر مسکراتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے......!

''پرس زمین پر ڈال دو......!'' وہ سانپ کی طرح پھنکاری۔

لیکن دوسرے ہی لمحے میں پرس بڑی قوت سے اس کے منہ پر پڑا۔ وہ لڑکھڑائی اور فریدی نے جھپٹ کر پستول اس کے ہاتھ سے چھین لیا۔

نئے مسافر

دوسرے جھٹکے میں وہ مسہری پر جا گری تھی...... پھر فریدی نے بڑے پرسکون لہجے میں حمید سے کہا...... ''دروازہ بند کر کے چٹخنی چڑھا دو اور کٹی ہوئی دیوار کے قریب ٹھہرو...... اگر کوئی ادھر سے اندر آنے کی کوشش کرے تو بے دریغ گولی مار دینا......!''

لسلی کسی سہمے ہوئے پرندے کی طرح فریدی کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔

جب حمید دروازے کی چٹخنی چڑھا کر مڑا تو فریدی پھر بولا۔ ''وہ پرس مجھے اٹھا دو......!''

حمید نے چپ چاپ تعمیل کی اور کٹی ہوئی دیوار کے قریب جا ٹھہرا۔ ریوالور اس کے ہاتھ میں تھا۔

دفعتاً لسلی نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی طرف لے جانا چاہا......

''نہیں......!'' فریدی نے سخت لہجے میں کہا۔ ''تم یونہی پڑی رہو گی۔ گھڑی کو ہاتھ نہیں لگاؤ گی!''

''کک...... کیوں......؟'' وہ ہکلائی۔

''حمید گھڑی اتار لو......!''

''حمید بے چارہ کہاں کہاں آپ کا ہاتھ بٹائے گا...... اتارنے وغیرہ کا مرحلہ بھی خود طے کیجیے......!''

''بکو نہیں...... چلو......!''

''اچھاں......!'' وہ مردہ سے لہجے میں ناک کے بل کہتا ہوا آگے بڑھا اور اس کے ہاتھ سے گھڑی اتارنے لگا۔

لسلی نے آنکھیں بند کر لیں...... وہ بری طرح ہانپ رہی تھی۔

فریدی پرس کا جائزہ لینے لگا تھا......! حمید نے اس کی آنکھوں میں ویسی ہی چمک دیکھی جیسی عموماً کسی مسئلے کا حل دریافت کر لینے کے بعد پیدا ہوا کرتی تھی۔ بالآخر ایک طویل سانس لے کر اس نے پرس جیب میں ڈال لیا اور تلخ سی مسکراہٹ کے ساتھ لسلی کی طرف دیکھنے لگا۔

''کیا اکرام تمہارے راز سے واقف ہے......!'' دفعتاً اس نے سوال کیا۔

''نہیں......!'' لسلی بھرائی ہوئی آواز میں بولی... ''میں پوری طرح خود کو تمہارے حوالے کرتی ہوں لیکن اس کی نظروں میں رسوا نہیں ہونا چاہتی......!''

''وہ اس وقت کیا کر رہا ہے......!''

''میں نے اسے اسپرین کے بہانے بے ہوشی کی دوا دے دی ہے!''

''یہ ٹرانسمیٹر ہے نا......؟'' فریدی نے اس کی گھڑی کی طرف دیکھ کر کہا...... جو اس نے حمید سے لے لی تھی۔

''ہاں......!''

''کس طرح آپریٹ ہوتا ہے؟''

''چابی کو دبا کر بائیں طرف گھماؤ......!''

''اس پرس کے بارے میں تمہیں اسی کے ذریعے اطلاع ملی تھی؟''

"ہاں......!"

"کیا تم پرس کی اہمیت سے واقف ہو......؟"

"نہیں......!"

"کیا کہا گیا تھا......؟"

"یہی کہ واجد کو اٹھاتے وقت شاید کسی کی جیب سے پرس گر گیا ہے اس کے بہ تلاش کیا جائے!"

"اگر تم پرس کی اہمیت سے واقف نہیں تھیں تو تم نے اتنی ذرا سی بات کے لیے پ کیوں نکال لیا؟"

وہ خشک ہوتے ہوئے ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گئی...... ! کچھ بولی نہیں۔

فریدی تلخ سے مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ "میں اتنا احمق نہیں ہوں کہ تمہارے ان غاروں تک چلا جاتا...... اگر ان لوگوں کو تعاقب کا خدشہ تھا تو صرف گاڑیوں کے ناکارہ کر دینے پر بھی اکتفا کر سکتے تھے......! اکرام کو گیراج میں لے جا کر اس کا دینے کی کیا ضرورت تھی......؟ کیوں؟ کیا یہ سوال نامناسب ہے؟"

وہ خاموش ہو کر اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا...... پھر بولا۔ "کیا اس کا مقصد یہی تھا کہ اکرام ہوش میں آنے کے بعد جھلاہٹ میں ان غاروں کی نشاندہی کرے اور ہم دوڑے جائیں......!"

حمید لسلی کو گھورے جا رہا تھا۔ وہ دم بخود پڑی تھی۔ فریدی نے اس کی گھڑی کی چا کر بائیں جانب گھمائی اور گھڑی سے باریک سی آواز آنے لگی۔

"ہلو لسلی ہلو ہلو۔" اس نے فوراً چابی الٹ دی۔ آواز غائب ہو گئی۔

"اب تم اسے بتاؤ گی کہ تمہیں پرس نہیں مل سکا۔" فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھ بولا......! "اور وہ دونوں اتنے خائف ہیں کہ کسی طرح باہر نکلنے پر آمادہ ہی نہیں ہوتے۔"

"مم...... میں......!" وہ ہکلا کر رہ گئی۔

"مجھے عورتوں کے آنسو بھی متاثر نہیں کر سکتے۔"

"حالانکہ خود کئی عورتوں کی یاد میں رو دیا کرتے ہیں......!" حمید نے ٹکڑا لگایا۔

"خاموش رہو......!" فریدی ایسے انداز میں غرایا کہ سچ مچ حمید کے رونگٹے کھڑے ہو گئے...... اور وہ بوکھلا کر دیوار کے خلاء سے باہر دیکھنے لگا۔

"میں اس ٹرانسمیٹر کا سوئچ آن کرنے جا رہا ہوں......!" وہ لسلی کی طرف مڑ کر بولا......! "تم وہی کہو گی جو بتایا گیا ہے!"

دوبارہ سوئچ آن کر کے گھڑی اس کے قریب لے گیا۔ لسلی کی کال برابر جاری تھی۔ لسلی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہنا شروع کیا۔ "پرس اس کمرے میں نہیں مل سکا اور وہ دونوں کسی طرح بھی باہر نکلنے پر آمادہ نظر نہیں آتے......!"

"اچھی بات ہے۔ انہیں وہیں روکے رکھو...... کوشش کرو کہ رات ہونے سے پہلے کمرے کی دیوار کی مرمت بھی ہو جائے...... اوور......!" آواز آئی۔

جواب میں لسلی نے کہا......! "یہ قطعی ناممکن ہے......! ہمارے پاس نہ آدمی ہیں...... اور نہ سامان......! اوور۔"

"ان دونوں پر نظر رکھو......!" آواز آئی۔ "انہیں تم پر شبہ نہ ہونے پائے...... اوور اینڈ آل......!"

پھر آواز نہ آئی...... فریدی نے سوئچ آف کر کے گھڑی اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں ڈال لی۔

"مم...... میرا کیا بنے گا......!" لسلی نے روہانسی آواز میں پوچھا۔

"اگر تم میرے کہنے پر عمل کرتی رہیں تو اکرام بھی ان واقعات سے لاعلم رہے گا اور تمہاری پوزیشن میں بھی کوئی فرق نہیں آئے گا! لیکن اگر تم میرے خلاف گئیں تو نہیں کہہ سکتا کہ تمہارا کیا حشر ہو......!"

لسلی دونوں ہاتھوں سے منہ چھپائے خاموش بیٹھی رہی......!

پھر فریدی حمید کو وہیں ٹھہرے رہنے کا اشارہ کر کے باہر چلا گیا......! لسلی اب بھی چہرہ چھپائے بیٹھی تھی۔

"شیر چلا گیا اب آنکھیں کھول دو......!" حمید نے کچھ دیر بعد کہا۔

"میں بڑی دشواری میں پڑ گئی ہوں۔" وہ چہرے سے ہاتھ اٹھا کر بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"کیا تم اب بھی اس سے لاعلمی ظاہر کرو گی کہ یہاں واجد پر کیا گزری تھی.....!"

"یقین کرو کہ میں اس کی دیوانگی کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی اور وہ لوگ میرے لیے اجنبی ہی تھے جن کے ساتھ وہ یہاں آیا تھا اور میں ان لوگوں سے بھی پوری واقفیت نہیں رکھتی جن کے لیے یہ کام کر رہی ہوں.....!"

"یہ بڑی عجیب بات ہے!"

"یقین کرو..... محض اکرام کی اقتصادی حالت بہتر بنانے کے لیے میں نے اپنے کام پر آمادگی ظاہر کی تھی جس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی.....!"

"تم ان میں شامل کس طرح ہوئی تھیں.....!"

"شکاری ناصر کے توسط سے..... مجھے یا تو اس سے ہدایات ملتی ہیں یا اس ننھے ٹرا کے ذریعے.....!"

حمید پائپ میں تمباکو بھرنے لگا..... بظاہر اس کی توجہ سلمیٰ کی طرف نہیں تھی لیکن پوری طرح ہوشیار تھا۔

"تمہارے ذمے کون سا کام ہے.....؟" حمید نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"یہاں قیام کرنے والے ان ٹورسٹس کے بارے میں معلومات فراہم کرنا جو ریگ کی طرف جانا چاہتے ہوں!"

"کس قسم کی معلومات.....؟"

"کون ہیں..... کہاں سے آئے ہیں..... قومیت..... عمر..... پیشہ وغیرہ!"

"اس کے لیے تمہیں ان سے کافی گھل مل جانا پڑتا ہوگا.....!"

"ہوں..... یقیناً.....!"

"ہم ہی پہلے مسافر ہیں..... جن کے لیے خود تمہیں اطلاع دی گئی تھی..... کیوں؟"

"ہاں..... لیکن نام صرف واجد کا لیا گیا تھا تمہارے نام نہیں بتائے گئے تھے!"

"ہمارے متعلق کیا ہدایت ملی تھی.....!"

"یہی کہ ہر ممکن آرام و آسائش کا خیال رکھا جائے!"

"اور..... کچھ.....!"

"اور..... یہ کہ.....!" وہ مسکرائی۔ "جتنی بے تکلفی سے تم سے گفتگو کر سکتی ہوں..... اس شخص سے نہیں!"

"مجھے اپنی خوش بختی پر ناز کرنا چاہیے..... لیکن فی الحال اس کا موقع نہیں.....!"

"تم بتاؤ اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"یہ میرے فرائض میں داخل نہیں ہے۔"

"میں کیا کروں.....؟" وہ اپنے بال نوچنے لگی۔

"سب کچھ کرو لیکن اس کا مشورہ میں ہرگز نہ دوں گا۔ تمہارے بال بہت خوبصورت ہیں..!"

"میرا مذاق نہ اڑاؤ.....!" وہ روہانسی ہو کر بولی۔

"کھانا کیسا پکاتی ہو..... اب مجھے بھوک لگ رہی ہے!"

"میرا جی چاہتا ہے کہ خودکشی کر لوں۔"

"اتنی ذرا سی بات پر.....!" حمید نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"اب میں اکرام کا سامنا کیسے کر سکوں گی!"

"مت کرو..... ہوش آنے سے پہلے ہی بے ہوشی کا دوسرا ڈوز دے دینا وہ تمہیں بہت چاہتا ہے..... چاہنے والوں کو جب تک چاہو بے ہوش رکھ سکتی ہو.....!"

"طنز نہ کرو مجھ پر.....!"

"طنز نہیں..... یہ ایک کائناتی حقیقت ہے!"

"تم مجھے بہت سور معلوم ہوتے ہو۔!" دفعتاً وہ اٹھلائی۔

"اسی لیے تو میرا چیف تمہیں میرے سپرد کر گیا ہے!"

"تمہیں اس کی بھی فکر نہیں کہ وہ لوگ تمہارا سامان لے گئے۔ گاڑی لے گئے.....!"

"تمیز شادی شدہ زندگی ایسی ہی ہوتی ہے!"

"تمہاری شادی نہیں ہوئی.....؟"

"بیوی کی زبان سے اپنے لیے لفظ سور نہیں سن سکتا.....! لیکن ابھی تم نے مجھے بڑا سور کہا تھا..... سن کر خاصی لذت محسوس کی تھی!"

"کیا بات ہوئی.....؟"

”یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آ سکتی.....! بیوی مرد چاہتی ہے اور محبوبہ.....مردک!“

”پتہ نہیں لاطینی بول رہے ہو یا اب انگریزی بھی میری سمجھ میں نہیں آتی!“

”اچھا تو صاف صاف سنو.....! مجھے بدتمیز عورتیں پسند ہیں.....! بیوی مجھے دن رات گالیاں نہیں دے سکتی!“

”بڑی عجیب بات ہے!“

”بالکل عجیب بات نہیں.....! بچپن میں ماں کی زبان سے ہر وقت گالیاں سنتا تھا۔ لہٰذا مزاج بن گیا ہے.....اب جو گالیوں سے بات نہ کرے.....عورت ہی نہیں لگتی.....!“

”نفسیاتی کیس ہے!“

”نفسیاتی.....!“ حمید دانت پیس کر غرایا۔

”کیوں.....؟ اس میں خفا ہونے کی کیا بات ہے.....!“

”سطح سمندر سے اتنی بلندی پر بھی اس منحوس لفظ سے پیچھا نہ چھوٹا.....صبح ناشتے میں نفسیات، دوپہر کے کھانے میں نفسیات، رات کے کھانے میں نفسیات، اونگھنے میں نفسیات چھینکنے میں نفسیات!“

”اوہو تو کیا تمہارے ملک میں اس مضمون سے بہت زیادہ دلچسپی لی جا رہی ہے۔!“

”افسانوں سے لے کر گورکنی کے پیشے تک میں گھسی ہوئی ہے! گورکن قبر کھودتے کھودتے سوچ میں گم ہو جاتا ہے کہ آخر عورتوں نے اس پیشے کو کیوں نہیں اپنایا.....سمجھ میں نہیں آتا تو قبر ادھوری چھوڑ کر یونیورسٹی کی راہ لیتا ہے!“

”یونیورسٹی.....!“

”ہاں یونیورسٹی.....! اور وہاں سے فرائڈ فرائڈ کا نعرہ لگاتا ہوا واپس آتا ہے اور پہلے سے بھی زیادہ تندہی سے گورکنی میں مصروف ہو جاتا ہے.....!“

”بڑی عجیب بات ہے۔“

”اب آؤ اپنی نفسیات کی طرف.....!“

”میری نفسیات.....!“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

”اس حادثے کے باوجود تم بہت مطمئن نظر آ رہی ہو.....!“

”ہرگز نہیں.....پھر کیا باتیں کریں.....!“

”خدا کی پناہ.....کیا دنیا کی ہر قوم کی عورت باتوں کی اتنی دلدادہ ہوتی ہے.....!“

”اچھی بات ہے اب کچھ نہیں بولوں گی!“

”عورت کی زبان سے یہ جملہ بھی ایسا ہی لگتا ہے جیسے بقیہ مضمون فلاں صفحہ پر ملاحظہ فرمایئے!“

لسلی ہنس پڑی۔

”بہت دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہو!“

”صرف دلچسپ.....آدمی نہیں!“

”میں نہیں سمجھی؟“

”عورت صرف دلچسپی چاہتی ہے.....دلچسپی ختم.....اور آدمی بوریت کا پٹارہ۔“

”بہت جلے ہوئے ہو.....!“

حمید ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔ اتنے میں قدموں کی چاپ سنائی دی اور فریدی اندر آیا۔

”تم اکرام کی نگہداشت کے لیے اپنے کمروں میں جا سکتی ہو!“ اس نے لسلی سے کہا۔

”شش.....شکریہ.....!“ لسلی اٹھتی ہوئی بولی اور چپ چاپ کمرے سے نکل گئی۔

”کوئی نیا فتنہ نہ اٹھا دے.....!“ حمید آہستہ سے بولا۔

”میں تمہیں اس کے سر پر مسلط ہونے کی اجازت نہیں دے سکتا۔!“ فریدی نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

حمید نے برا سا منہ بنا کر شانوں کو جنبش دی۔

”وہ دراصل ہمیں گھیرنا چاہتے ہیں.....!“ فریدی نے کچھ دیر بعد کہا۔

”اگر یہ گھیراؤ لسلی ہی جیسی عورتوں کے ذریعے عمل میں لایا جائے تو انہیں کافی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔!“

”فضول باتیں نہ کرو.....سنو.....!“

حمید پوری طرح متوجہ ہو گیا.....! فریدی نے بجھے ہوئے سگار کو دیوار کے خلاء سے ابر جھٹکتے ہوئے کہا۔ ”واجد نامکمل برین واشنگ کا کیس ہے۔“

"کیا مطلب......!" حمید چونک پڑا۔

"کسی نے اس کی برین واشنگ کرنی چاہی تھی....لیکن وہ اس کی تکمیل سے قبل ہی کسی طرح اس کے پنجے سے نکل بھاگا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا شعور دو قسم کی لہروں میں تقسیم ہو کر رہ گیا ہے....کبھی وہ واجد کی حیثیت میں آ جاتا ہے اور کبھی اس حیثیت میں جس میں کسی نے اسے مکمل طور پر تبدیل کر دینا چاہا تھا۔! نیلم گڈھ سے وہ میرے پاس ایک کیس ہی کی حیثیت سے روانہ کیا گیا تھا......! لیکن اسے یہی بتایا گیا تھا کہ اس کا تبادلہ کیا جا رہا ہے....! میں نے کچھ دن اسے اپنے ساتھ رکھ کر اچھی طرح اس کا جائزہ لیا اور اس نتیجے پر پہنچا۔ وہاں اس کی بدلتی ہوئی ذہنی کیفیات کا وقفہ طویل ہوتا تھا.....لیکن اس علاقے میں داخل ہوتے ہی ذہنی تبدیلیوں کا وقفہ بہت کم ہو گیا تھا.....! یہ علامت امید افزا تھی۔ میں نے جیپ خراب ہونے کا بہانہ کر کے تم دونوں کو موٹیل سے مدد لانے کے لیے پیدل روانہ کیا۔ اس کا مقصد یہی تھا کہ شاید وہ ان جلد جلد بدلتی ہوئی ذہنی حالتوں کے تحت اس مقام کی طرف ہماری رہنمائی کر سکے جہاں اس کے ساتھ یہ حادثہ پیش آیا تھا...! تم دونوں چلتے رہے اور میں تمہارا تعاقب کرتا رہا۔ لیکن جب وہ ڈھلان میں اترا تو مجھے تشویش ہوئی کہ کہیں دونوں ہی کسی گڑھے میں نہ جا گرو.....لہٰذا وہ اسکیم بدلنی پڑی۔ اسے روکنا پڑا.....!"

فریدی خاموش ہو کر نیا سگار سلگانے لگا...!

"میں اپنی ساری جھنجھلاہٹیں واپس لیتا ہوں جناب عالی.....!" حمید نے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بڑے ادب سے کہا۔

فریدی دیوار کے خلا سے باہر دیکھ رہا تھا...! دفعتاً حمید کی طرف مڑ کر بولا..."اب حالات نے دوسرا رخ اختیار کیا ہے؟"

حمید سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ فریدی نے سگار کا کش لیتے لیتے رک کر کہا.....!" اس بستر پر پائے جانے والے پرچے میں زیرو لینڈ کی علامت موجود ہے.....! وہ نشان جس کے ذریعے اس تنظیم کے لوگ ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں!"

"خدا غارت کرے.....!" حمید پیچ کر بولا۔

"کیا مطلب.....!"

"نا میں ناکام ہو کر رہ جانے والے کیسوں سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔"

"ہونہہ.....!"

"کچھ لوگ چاندنی بکھر لے آئے اور ہم ابھی تک زیرو لینڈ ہی کا پتہ نہ لگا سکے.....!"

فریدی کچھ نہ بولا۔

"لیکن واجد.....! وہ بے ہوش کیسے ہوا تھا.....!"

"جب تم موٹیل میں داخل ہوئے تھے تو وہ بالکل نارمل تھا.....! اپنے خالو اور اس کی بیوی کے متعلق گفتگو کرتے کرتے اچانک پھر دوسری لہر اس کے ذہن کو کسی خوابناک ماحول کی طرف بہا لے گئی تھی اور اس نے بالکل ایسے ہی انداز میں گرد و پیش کا جائزہ لیا تھا جیسے اسے کچھ یاد آ رہا ہو.....! بہرحال اسی دوران میں..... میں نے یہ بھی محسوس کیا جیسے وہ ایک خاص سمت جانا چاہتا ہو.....! جیپ دوبارہ سڑک پر لے گیا اور اس کی مرضی کے مطابق چلتا رہا...ایک جگہ وہ دفعتاً زور سے چیخا اور بے ہوش ہو گیا.....! کچھ دیر اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرتا رہا تھا.....پھر مجبوراً واپسی کی ٹھہری تھی!"

وہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

اب حمید کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی لمحے بھی موت سے سابقہ پڑ سکتا ہے.....!

"کیا یہ ضروری ہے کہ واجد کی برین واشنگ کی گئی ہو.....!" اس نے کچھ دیر بعد سوال کیا۔

"اس انکشاف کے بعد تم اس سوال پر حق بجانب ہو..... وہ لوگ اچھے اچھوں کو خریدنے کی استطاعت رکھتے ہیں.....! بیچارہ واجد کس شمار و قطار میں ہے.....! بہرحال اب ہمیں اس سے بحث نہ ہونی چاہئے کہ واجد کی کیا حیثیت ہے.....! اگر وہ ان کے ہاتھوں بک گیا تب بھی کیا فرق پڑ سکتا ہے!"

حمید پانچ منٹ تک سوچنے لگا تھا.....فریدی کچھ دیر بعد خاموش رہ کر بولا.....! "تم نے نوٹ کیا یہ معلومات حاصل ہیں؟"

حمید نے وہ گفتگو دہرائی جو ان کے درمیان ہوئی تھی.....! غیر ضروری حصوں کو حذف کر دیا تھا۔

"ہوں.....!" فریدی نے طویل سانس لی اور حمید سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"اس بار ریگم بالا کے مندر.....!" وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر بجھا ہوا سگار سلگانے لگا۔

"لیکن اب ہمیں کیا کرنا چاہئے.....!"

"انتظار.....اس کے علاوہ اور ہم کر بھی کیا سکتے ہیں.....! جیپ وہ لے گئے.....! کی گاڑی بھی گئی.....!"

"لیکن یہاں تو ہم بہ آسانی مار لیے جائیں گے.....!" حمید نے کٹی ہوئی دیوار کی طرف دیکھ کر کہا۔

"فکر نہ کرو.....!" فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"فکر نہ کرو.....!" حمید آنکھیں نکال کر بولا۔ "معجزے آپ کے ساتھ ہوتے ہیں میرے ساتھ نہیں!"

"تم خود کو مجھ سے الگ کب سے سمجھنے لگے ہو.....!"

"جب کوئی لڑکی مجھ میں دلچسپی لینے لگتی ہے تو میں خود کو آپ سے ایک ہزار میل فاصلے پر محسوس کرتا ہوں!"

"بس تو مطمئن رہو کہ تمہاری موت کسی لڑکی ہی کے ہاتھوں واقع ہو گی اس کے علاوہ ایک مدت کے لیے بھی نہیں مر سکتے!"

اچانک قدموں کی چاپ سنائی دی اور وہ دروازے کی طرف متوجہ ہو گئے کمرے میں داخل ہونے والی لسلی تھی۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

"ہم.....میں دشواری میں پڑ گئی ہوں.....!" وہ ہانپتی ہوئی بولی۔

"کیسی دشواری.....!" فریدی نے نرم لہجے میں پوچھا!

"تین ٹورسٹ آ گئے ہیں.....! ریگم بالا جائیں گے.....مجھے ان کے متعلق اطلاع ہو گی.....گھڑی آپ کے پاس ہے.....!"

"اس میں دشواری کی کیا بات ہے!"

"کیا آپ مجھے اس کی اجازت دیں گے!"

"صرف اسی حد تک کہ تم انہیں ٹورسٹوں کی آمد سے مطلع کر دو.....لیکن ٹھہرو.....!

"کہاں ہیں.....؟"

"ہال میں.....!"

"تصدیق کر آؤ.....!" فریدی نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔

حمید کمرے سے نکل کر ہال میں آیا.....یہاں ایک میز کے گرد دو بھکشو اور ایک سفید فام لڑکی گفتگو میں مصروف تھے۔

ان میں سے ایک نے حمید کی طرف دیکھا اور اونچی آواز میں بولا۔

"بھائی ہمیں وہ گرم مشروب کب ملے گا.....ہم سردی سے بخ ہوئے جا رہے ہیں!"

"ابھی جناب۔ جلد ہی.....!" حمید نے کہا اور پھر ان کے ساتھ والی لڑکی کو گھورنے لگا.....اس کے چہرے پر اسے عجیب سی معصومیت نظر آئی.....وہ دھیمے لہجے میں اپنے ساتھیوں سے گفتگو کر رہی تھی.....دونوں بھکشوؤں کے درمیان اس کا وجود بڑا پراسرار معلوم ہو رہا تھا۔

بے آواز فائر

حمید نے کمرے میں واپس آ کر فریدی کو رپورٹ دی.....اور فریدی نے گھڑی جیب سے نکال کر اس کا سوئچ آن کیا.....!

لسلی گھڑی کے قریب منہ لے جا کر بولی....."اٹ از لسلی.....ہیلو.....ہیلو.....ہیلو.....لسلی.....اسپیکنگ.....!"

گھڑی سے آواز آئی....."ہیلو.....لسلی.....!"

"تین ٹورسٹ ریگم بالا.....دو مرد.....ایک عورت.....! تفصیل کا انتظار کیا جائے.....اوور.....!"

"شکریہ لسلی.....اوور اینڈ آل.....!"

لسلی نے پیچھے ہٹ کر سوئچ آف کر دینے کا اشارہ کیا۔

فریدی سوئچ آف کر کے بولا....."شکریہ لسلی.....!"

’’میں پوری طرح تعاون کر رہی ہوں... جناب...! آپ کو بھی میرا خیال رکھنا پڑے گا!‘‘

’’تم بے فکر رہو...!‘‘ فریدی نے کہا۔

لسلی واپس جانے کیلئے مڑی ہی تھی کہ حمید بولا...! ’’ٹھہرو...! مجھے تم پر رحم آ رہا ہے!‘‘

’’پھر تم کیا کر سکو گے میرے لئے...!‘‘ وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔

’’کچن میں تمہارا ہاتھ بٹاؤں گا...!‘‘

’’شکریہ... ضرور ضرور...!‘‘ کہہ کر وہ باہر نکل گئی۔

’’صرف کہہ کر ہی نہ رہ جاؤ...!‘‘ فریدی آہستہ سے بولا۔

’’تو کیا واقعی...!‘‘ حمید کی باچھیں کھل گئیں۔

’’میں یہی چاہتا ہوں... قریب رہ کر اس کی نگرانی کرو!‘‘

’’او کے۔ باس...!‘‘ حمید نے فوجیوں کے سے انداز میں ایڑیاں بجائیں اور کمرے سے نکلا چلا آیا۔

ہال کے وسط ہی میں اس نے لسلی کو جا لیا تھا۔

’’کیا واقعی تم میری مدد کرو گے...!‘‘ اس نے حیرت سے کہا۔

’’یقیناً...! وہ بے چارے کسی گرم مشروب کے لیے بہت بے چین ہیں۔‘‘

وہ دونوں کچن میں آئے اور لسلی نے کہا...! ’’میں نے آج تک کسی مذہبی زائر کے ساتھ کوئی سفید فام لڑکی نہیں دیکھی!‘‘

’’وقت ضائع کر رہی ہے اپنا...!‘‘ حمید نے لاپرواہی سے کہا۔

’’وہ دونوں برما کے باشندے معلوم ہوتے ہیں!‘‘

’’لڑکی کے معاملے میں جغرافیائی حدود کوئی معنی نہیں رکھتیں... مثال کے طور پر مجھے امریکن مردوں سے سخت نفرت ہے لیکن امریکن لڑکی کیلئے اپنے دل میں بڑی جگہ پاتا ہوں!‘‘

’’تم ایک کمیاب قسم کے سؤر ہو...!‘‘

’’مجھے تم سے ہمدردی ہے...! کیا اکرام میری نسل سے تعلق نہیں رکھتا!‘‘

’’اکرام بہت اچھا آدمی ہے...!‘‘

’’اتنا موٹا ہے کہ اچھائی کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔‘‘

’’تم خود کو کیا سمجھتے ہو...‘‘ لسلی بھنا گئی۔

’’دلکش لڑکیوں کا خادم...!‘‘

’’مجھ پر تمہارا کوئی حربہ کارگر نہ ہوگا... میں پوری طرح اکرام کی وفادار ہوں!‘‘

’’مجھے غلط نہ سمجھو سسٹر پیاری... میں شادی شدہ خواتین کا بہت احترام کرتا ہوں... تم کہاں چلیں... لاؤ یہ ٹرے مجھے دو... میں سرو کروں گا۔‘‘

لسلی کچھ نہ بولی اس کے چہرے پر ناگواری کے آثار تھے، حمید نے کافی کی ٹرے اٹھا کر ہال کا رخ کیا۔

میز پر ٹرے رکھتے وقت اس نے کنکھیوں سے لڑکی کی طرف دیکھا۔

’’کھانے کے لیے کچھ نہیں ہے...!‘‘ ایک بھکشو نے پوچھا...!

’’گوشت کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے...!‘‘

’’آلو... بھی نہیں ہے...!‘‘

’’جا کر دیکھتا ہوں...!‘‘ حمید نے کہا اور پھر کچن کی طرف چل پڑا۔ لسلی اسٹوو پر پانی رکھ رہی تھی۔

’’وہ آلو... مانگ رہے ہیں...!‘‘ حمید نے کہا۔

’’ہمارے پاس گوشت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے!‘‘

’’بدھ بھکشو گوشت نہیں کھاتے!‘‘

’’پھر میں کیا کروں... تم ان سے پوچھو...! کیا وہ قیام کرنا چاہتے ہیں! انہیں ہماری دشواریوں سے آگاہ کر دینا!‘‘

حمید پھر واپس آیا... انہوں نے کہا کہ وہ رات کو قیام کریں گے۔

’’لیکن کھانے کے لیے ہمارے پاس گوشت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔‘‘ حمید نے کہا...!

’’ہم بھنے ہوئے اناج پر بھی گزارہ کر سکتے ہیں، جو ہمارے پاس وافر مقدار میں موجود ہے...‘‘ ایک بھکشو بولا...! ’’لیکن ہم الگ الگ کمروں میں قیام کریں گے!‘‘

’’آپ بھنے ہوئے اناج پر گزارہ کر لیں... لیکن یہ...!‘‘ حمید لڑکی کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

"میں سکون کی تلاش میں نکلی ہوں.....!" لڑکی کی مترنم آواز حمید کے کانوں میں گھولنے لگی.....!" اور یہ اس وقت تک ناممکن ہے جب تک نفس کی غلامی کی جائے..... میں بھوکی بھی رہ سکتی ہوں!"

"تہہ دل سے خوش آمدید محترمہ.....!" حمید جھک کر بڑے ادب سے بولا۔

پھر وہ کافی پینے لگے تھے اور حمید مؤدبانہ وہیں کھڑا رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد لسلی نے کاؤنٹر پر آ کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا اور حمید کو یاد آیا کہ انہوں نے تین الگ الگ کمروں کی فرمائش کی تھی۔

اس نے یہ بات لسلی کو بتائی۔

"دیوار کٹنے کی وجہ سے ایک کمرہ تو بیکار ہو گیا.....!" لسلی کچھ سوچتی ہوئی بڑبڑائی۔

"دو کمرے تمہارے پاس ہیں..... ہاں..... اچھا ان سے کہہ دو کہ انہیں صرف دو کمرے مل سکیں گے!"

"اوہو..... انہیں کیوں تکلیف پہنچے.....! میں اور میرا چیف ایک ہی کمرے میں رہ لیں گے..... تم فکر نہ کرو!"

"جیسی تمہاری مرضی.....! لیکن اب تم وہاں ان کی میز کے قریب نہ کھڑے رہو! اگر کوئی ضرورت ہوگی تو آواز دے لیں گے!"

"اگر تم مرد ہوتیں تو اس لڑکی سے متعلق تمہارے کیا جذبات ہوتے!"

"میں اگر مرد ہوتی تو سب سے پہلے تمہیں گولی مار دیتی پھر اس لڑکی کے متعلق سوچتی۔ ویسے وہ کوئی بہت نیک لڑکی معلوم ہوتی ہے۔ آنکھیں دل کی کھڑکیاں ہوتی ہیں نا..... معصومیت اور پاکیزگی ہے چہرے پر!"

"منہ کا مزہ بگاڑ دیا تم نے....." حمید منہ بنا کر بولا..... اتنے میں اسے فریدی دروازے کی طرف جاتا دکھائی دیا..... وہ ان کی طرف متوجہ نہیں تھا لیکن تینوں نووارد چونک کر اسے دیکھنے لگے تھے۔

وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

"تمہارے چیف کو اس طرح تنہا باہر نہ جانا چاہئے.....!" لسلی آہستہ سے بولی۔

"ہزار آنکھوں سے دیکھتا ہے..... تم اس کی فکر نہ کرو!"

"بڑا عجیب آدمی ہے..... جب نرم لہجے میں گفتگو کرتا ہے تو جی چاہتا ہے کہ اس کے قدموں پر جان دے دو..... اور جب تیور بدلتا ہے تو روح لرزنے لگتی ہے!"

حمید ٹھنڈی سانس لے کر چھت کی طرف دیکھنے لگا۔

"وہ آ رہا ہے.....!" لسلی آہستہ سے بولی اور حمید نے مڑ کر دیکھا۔ ایک بھکشو اٹھ کر کاؤنٹر کی طرف آ رہا تھا..... قریب پہنچ کر اس نے کہا۔

"تمہاری گاڑی میں کچھ سامان ہے!"

"چلئے جناب.....! میں اٹھا لاؤں.....!" حمید نے جلدی سے کہا اور لسلی کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ لیکن وہ اس کی طرف توجہ دیئے بغیر بھکشو کے ساتھ چل پڑا تھا۔

باہر ایک چمچماتی ہوئی مرسیڈیز کھڑی تھی.....! بھکشو نے اس کا ڈکی اٹھایا... اور حمید کو ان سوٹ کیسوں کو اٹھانے کا اشارہ کیا جو اس کے اندر رکھے ہوئے تھے.....!

"کیا گاڑی یہیں کھلے میں کھڑی رکھنی پڑے گی.....!" اس نے اس وقت پوچھا جب حمید سوٹ کیسوں کو ڈکے سے نکال رہا تھا۔

"نہیں.....! ہمارے پاس گیراج بھی ہے.....!" حمید چہک کر بولا اور دونوں سوٹ کیس لٹکائے ہوئے عمارت کی طرف چل پڑا۔

لسلی کاؤنٹر پر نہ دکھائی دی..... دونوں ٹورسٹ اپنی جگہوں پر موجود تھے.....! حمید نے سوٹ کیس ان کے قریب رکھ دیئے اور مڑ کر دیکھا۔ دوسرا بھکشو شاید باہر ہی رہ گیا تھا۔

"اور کوئی خدمت جناب!" حمید آہستہ سے بولا۔

لڑکی سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھنے لگی.....! وہ سفید فام تھی لیکن اس کی آنکھوں میں بڑے گہرے سائے تھے..... پُراسرار سائے..... سائے جن کی ٹھنڈک اسے اپنی روح کی گہرائیوں میں محسوس ہوئی.....!

"جھوٹ تمہاری پیشانی پر تحریر ہے.....!" لڑکی آہستہ سے بولی۔

"سچائی کہاں ہے محترمہ.....! بس تلاش جاری رکھئے.....!" حمید نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تم مجسم سچائی ہو.....لیکن تمہیں خود کو تلاش کرنا پڑے گا.....زندگی کے اندھیرے میں گم ہو کر رہ گئے ہو!"

"پچھلے سال کچھ لوگ بن مانس کے دھوکے میں مجھے پکڑ لے گئے تھے۔"

"وہ لوگ جو حیرت کے سمندر میں غوطے کھا رہے ہوں۔ مسکراہٹوں کے پ
طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔! ہو سکتا ہے تمہارا یہ جملہ دلچسپ رہا ہو.....!"

"کیا میں اور کافی پیش کروں.....!"

"بات نہ اڑاؤ..... مجھے تم سے ہمدردی ہے.....!"

"آپ کو مجھ سے ہمدردی ہونی ہی چاہئے.....کیونکہ میں اندھا ہوں انجام سامنے
لیکن بھائی نہیں دیتا۔"

"بڑی سچی بات کہی تم نے..... پھر سنبھل کیوں نہیں جاتے.....!"

"بس حماقتوں کے سمندر میں غوطے کھا رہا ہوں..... لذت..... لذت، لذت
بعد میں گردن ہی کیوں نہ کٹ جائے!"

بھکشو کے انداز سے ایسا لگ رہا تھا جیسے اسے اس گفتگو سے کوئی سروکار ہی نہ
وہ اٹھا اور کچھ کہے بغیر صدر دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا.....! لڑکی بدستور بیٹھی رہی

نہ جانے کیوں حمید کے ذہن پر اداسی کے بادل منڈلانے لگے تھے۔

"بیٹھ جاؤ.....!" لڑکی نے کچھ دیر بعد کہا۔

"شکریہ.....!" وہ چونک کر بولا اور غیر ارادی طور پر اسی کرسی پر بیٹھ گیا جس سے بھکشو

"کیا تم اس جگہ کے مالک ہو.....!" لڑکی نے سوال کیا۔

"نہیں.....تمہاری ہی طرح ایک مسافر.....! مالک اچانک بیمار پڑ گیا ہے.....
اس کی بیوی کا ہاتھ بٹا رہا ہوں!"

"دوسروں کے کام آنا سب سے بڑی نیکی ہے۔!"

"لیکن کبھی کوئی میرے کام نہ آیا.....!"

"جھوٹ تمہاری پیشانی پر تحریر ہے.....! بہتوں نے تمہارے کام آنا چاہا لیکن
کی پروا نہ کی.....!"

"تو پھر اب مجھے کیا کرنا چاہئے.....!"

"بیزاری تمہارا مقدر بن چکی ہے.....! لہٰذا ساری دلچسپیاں اپنی ہی ذات میں تلاش کرنے کی عادت ڈالو.....! تمہیں کسی دوسرے سے کبھی کوئی سکھ نہ مل سکے گا.....!"

دفعتاً سلمیٰ نے کاؤنٹر سے ہانک لگائی..."کیپٹن.....!" اور لڑکی چونک کر اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"میں ابھی آیا.....!" حمید کہہ کر اٹھا اور کاؤنٹر پر آیا.....!

سلمیٰ آہستہ سے بولی۔ "مجھے یاد آ گیا کہ میں نے اس لڑکی کو پہلے کہاں دیکھا تھا!"

حمید اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا رہا۔

"یہ لڑکی اس قافلے میں شامل تھی.....جو واجد کے ساتھ آیا تھا!"

"اوہ.....وہی تو نہیں جس سے واجد نے بے تکی بکواس کی تھی اور بے ہوش ہو گیا تھا!"

"مجھے ایسے کسی واقعے کا علم نہیں.....! لیکن یہ لڑکی ان میں یقیناً شامل تھی۔"

"خیر.....اب تم خاموشی اختیار کرو!"

"وہ دونوں کہاں گئے؟"

"ایک باہر ہی رہ گیا تھا.....پھر دوسرا بھی چلا گیا!"

"اور تمہارا چیف بھی باہر ہی ہے.....! مجھے الجھن ہو رہی ہے!"

"فکر نہ کرو.....اپنے کاموں میں لگی رہو.....ذرا اکرام کو بھی دیکھ لینا.....!"

"وہ گہری نیند سو رہا ہے!"

"میں پھر کافی کی ضرورت محسوس کر رہا ہوں!"

"ابھی لائی.....!" سلمیٰ نے کہا اور اندر چلی گئی.....حمید پھر اسی میز پر آ گیا۔

"میں نے اور کافی منگوائی ہے.....!" اس نے لڑکی سے کہا۔

"مجھے اب خواہش نہیں.....!"

"کیا تم مجھے اپنا نام بتانا پسند کرو گی!"

"ریما.....اور تم.....!"

"میں ساجد حمید ہوں.....!"

"بدھ مت سے تعلق رکھتے ہو؟"

"نہیں مسلم!"

"بدھ مت کا مطالعہ کرنے کے بعد میں اسلام کا بھی مطالعہ کروں گی!"

"ضرور کرو!"

"تمہارے یہاں خدا کا کیا تصور ہے؟"

"خالق.....لاشریک.....اور مالک یوم الدین.....!"

"کیا یہ تصور تمہیں مطمئن کرتا ہے!"

"میں نے آج تک اس پر غور ہی نہیں کیا!"

"سکون چاہتے ہو تو ضرور غور کرو!"

"مجھے کبھی سکون کی خواہش نہیں ہوتی!"

"جھوٹ تمہاری پیشانی پر تحریر ہے!"

"اور تم ایک گراموفون ریکارڈ کی طرح بج رہی ہو.....!"

"غصہ آ گیا.....؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

"نہیں قطعی نہیں.....!" حمید جواباً مسکرایا۔

"جس جملے پر غصہ آیا تھا وہی پھر دہرانا پڑے گا!"

"چھوڑو.....اس ذکر کو.....کیا یہ دونوں بھکشو برمیز ہیں!"

"ہاں...!"

"ان کلوٹوں کے ساتھ تم کچھ اچھی نہیں لگتیں.....!"

"یہ میرے استاد ہیں.....! ان سے میں بدھ ازم کا درس لے رہی ہوں۔"

"ریگم بالا کیوں جا رہی ہو.....!"

"وہاں کے بدھ مندروں کی زیارت کے لیے.....قدیم تحریروں میں پتھروں پر ہوئی بدھ تعلیمات کو حفظ کرنے.....!"

"اس سے تمہیں کیا فائدہ ہوگا!"

"بے چین آدمی..... مجھے سکون کی تلاش ہے!"

"دوسرے لفظوں میں تم بھی بے چین ہو.....!"

"یہی سمجھ لو.....لیکن میری بے چینی کا حاصل سکون ہی ہوگا.....!"

اتنے میں دروازہ کھلنے کی آواز آئی اور دونوں بھکشو ہال میں داخل ہوئے.....! قریب پہنچ کر ایک بولا.....! "ہماری گاڑی گیراج میں رکھوا دو.....بلا کی سردی ہے.....؟"

"کافی آ رہی ہے.....آپ لوگ ایک ایک کپ اور پیجئے.....! پھر گاڑی بھی رکھوا دوں گا.....!" حمید نے کہا۔

دونوں بیٹھ گئے.....! لڑکی نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔

کچھ دیر بعد سلمیٰ نے کافی کی ٹرے کاؤنٹر پر لا رکھی اور حمید اسے اٹھا لایا۔

کافی پینے کا وقفہ بھی خاموشی ہی میں گزرا تھا.....اس کے بعد حمید نے سلمیٰ سے گیراج کی کنجی مانگی تھی۔

"ہوشیار رہنا!" وہ آہستہ سے بولی۔ "یہ لوگ وہ نہیں معلوم ہوتے، جو ظاہر کر رہے ہیں!"

"شکریہ.....! میں ہوشیار ہوں!"

اس بار دونوں بھکشو حمید کے ساتھ باہر آئے تھے.....! حمید فریدی کے متعلق سوچ رہا تھا۔ آخر وہ کہاں چلا گیا۔

وہ دونوں گاڑی کی طرف جا رہے تھے اور حمید کا رخ گیراج کی طرف تھا۔

وہ جھک کر قفل کھول ہی رہا تھا کہ اچانک اسے اپنے قریب ہی کسی کی موجودگی کا احساس ہوا اور وہ بڑی پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا۔

"کھٹاک.....!" بھکشو کا وار گیراج کے دروازے پر پڑا.....!

اس نے لوہے کی ایک وزنی سلاخ سے حمید کے سر پر ضرب لگانی چاہی تھی۔

حمید جوابی حملے کیلئے سنبھلا ہی تھا کہ دوسرے بھکشو کی آواز آئی۔ "اپنی جگہ سے جنبش نہ کرنا!"

اس کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر حمید نے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے.....!

اب پوزیشن یہ تھی کہ ایک طرف ریوالور تھا.....اور دوسری طرف لوہے کی سلاخ جس کا ایک بھرپور ضرب کھوپڑی کو کئی حصوں میں تقسیم کر سکتی تھی.....!

"میری کس غلطی کی سزا اتنی بھیانک تو نہ ہونی چاہیے!" دفعتاً حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"تم ہماری شاگرد کو بری نظروں سے دیکھ رہے تھے.....!" ریوالور والا غرایا۔

"کس شیطان نے ورغلایا ہے تمہیں...! میں نے تو ابھی اسے اچھی طرح دیکھا ہی نہیں"

"بکواس بند کرو.....!"

"ارے تو کیا تم مجھے گولی مار دو گے.....! اگر ایک بار بری نظر سے دیکھا تھا تو اب بار اچھی نظر سے دیکھنے کو تیار ہوں.....! اتنے ظالم نہ بنو!"

ریوالور والے نے سنی ان سنی کر کے اپنے ساتھی سے کہا۔

"اسے گیراج میں بند کر دو.....! لیکن یہ دیکھ لینا کہ کسی دوسری طرف سے نکل جانے کا امکان نہ رہے!"

"وہ لڑکی سکون کی تلاش میں ہے مجھے گیراج میں بند نہ کرو.....!"

دفعتاً ریوالور والا چیخ مار کر اچھل پڑا.....ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا تھا۔

دوسرا بھکشو اس کی طرف متوجہ ہوا ہی تھا کہ حمید نے اس پر چھلانگ لگا دی.....! بھکشو سلاخ کا سہارا لینا چاہا لیکن حمید نے ایک نہ چلنے دی۔ سب سے پہلے اس نے سلاخ اس کے ہاتھ سے چھینی تھی.....! لیکن وہ خود اس کے ہاتھ بھی نہ آ سکی..... دونوں گتھے ہوئے پر گرے اور حمید بڑی پھرتی سے اس کی گردن میں قینچی ڈال کر چڑھ گیا۔ اسے اچھی طرح لینے کے بعد وہ دوسرے بھکشو کی طرف متوجہ ہوا.....!

بھکشو جہاں تھا وہیں کھڑا داہنے ہاتھ سے بہتی ہوئی خون کی دھار کو روکنے کی کوشش کر رہا

"اگر تم نے ریوالور اٹھانے کی کوشش کی تو..... ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گے.....!" حمید نے اسے متنبہ کیا۔

وہ دم بخود کھڑا رہا۔ ادھر حمید اپنے شکار کی گردن پر سارا زور صرف کئے دے رہا اس کا چہرہ برف میں دفن ہو کر رہ گیا تھا.....!

دفعتاً اس نے ریما کی مترنم اور پرسکون آواز سنی.....! "یہ کیا ہو رہا ہے!"

"سکون کی تلاش جاری ہے.....؟" حمید غرایا..... "تم بھی اپنے اس گرو کا حشر لو.....اگر تم نے کوئی حرکت کرنے کی کوشش کی تو تمہارا بھی یہی حشر ہو گا..... آج آسمان بے آواز گولیاں برس رہی ہیں.....!"

"اوہ.....یہ خون.....!" وہ دوسرے بھکشو کی طرف جھپٹی۔

بھکشو چیخنے لگا تھا..... "یہ لوگ لٹیرے ہیں..... یہاں سے نکل چلو..... جتنی جلدی ممکن ہو..... مجھ پر بے آواز فائر ہوا تھا.....!"

"کدھر سے..... کدھر سے.....!" ریما کے لہجے کا سکون غائب ہو چکا تھا۔

"پتہ نہیں.....!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ اور پھر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"چلو.....اندر چلو..... میں ڈریسنگ کروں گی..... کیا گولی اندر رہ گئی ہے!"

"نہیں.....کھال پھاڑتی ہوئی اوپر سے گزر گئی ہے.....!"

"چلو.....چلو.....!"

"نہیں.....!" حمید پھر دہاڑا..... "اب یہاں سے کوئی بھی نہ ہٹے ورنہ انجام بخیر نہ ہو گا.....!"

"کیوں لٹیرے.....!" وہ اس کی طرف مڑی۔

"میں نے آج تک کسی بھکشو کے پاس ریوالور نہیں دیکھا.....!" حمید بولا.....!

"تم کیا کہنا چاہتے ہو.....!"

"ان دونوں نے مجھ پر حملہ کیا تھا.....!"

"یہ جھوٹ ہے.....سفید جھوٹ.....!" زخمی بھکشو کراہا۔

"وہ دیکھو بائیں جانب چند قدم کے فاصلے پر اس کا ریوالور پڑا ہوا ہے..... ہاں..... اسی چھوٹے سے گڑھے میں جو برف پر نظر آ رہا ہے.....!"

وہ اس طرف بڑھی ہی تھی کہ اس کے قدموں کے قریب برف اڑ کر رہ گئی۔ قدم رک گئے.....اور اس نے مڑ کر حمید کی طرف دیکھا۔

"خطرناک.....!" حمید نے وارننگ دی۔

ریما پھر آگے نہیں بڑھی تھی..... اس کے چہرے پر الجھن کے آثار تھے۔! پھر وہ زخمی ساتھی کی طرف پلٹ گئی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر عمارت کی طرف چلنے کو کہا۔

"پپ.....پہلے.....وہ.....!" زخمی بھکشو حمید کی گرفت میں آئے ہوئے ساتھی کی طرف ہاتھ اٹھا کر رہ گیا تھا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے.....!" ریما بولی۔ حمید اپنے حریف کا

چہرہ برف پر رگڑے ڈال رہا تھا۔

دفعتاً اس نے پاگلوں کی طرح چیخنا شروع کر دیا..... "چھوڑ دو، چھوڑ دو..... خدا کے لیے چھوڑ دو..... ورنہ میرا چہرہ مسخ ہو جائے گا.....!"

پھر اس کے حلق سے بے معنی آواز نکلنے لگی تھی..... اس کے بعد سناٹا چھا گیا۔

حمید نے اسے چھوڑ کر اٹھتے ہوئے ریما کو مخاطب کیا۔

"یہ دونوں فراڈ ہیں.....! تم جیسی معصوم لڑکیوں کو ان سے دور رہنا چاہئے..... میرا خیال ہے کہ انہیں میرے متعلق غلط فہمی ہوئی تھی.....!"

"کچھ بھی ہو.....!" ریما مضطربانہ انداز میں بولی.....! "یہ آدمی ہے..... اسے اس طرح برف پر نہ پڑا رہنے دو..... اٹھا کر اندر لے چلو میں سمجھنے کی کوشش کروں گی کہ یہ سب کچھ کیا ہے.....؟"

"تم کہتی ہو تو..... یہ بھی سہی.....! میں تمہیں ان کے چنگل سے چھڑانے کی کوشش کروں گا.....!" حمید نے کہا اور جھک کر بے ہوش بھکشو کو ہاتھوں میں اٹھا لیا۔

دوسرے بھکشو نے دوبارہ ریوالور اٹھانے کی کوشش نہیں کی تھی..... چپ چاپ ان کے پیچھے چلنے لگا تھا۔

وہ ہال میں داخل ہوئے..... لسلی کاؤنٹر پر موجود نہیں تھی.....! حمید نے بھکشو کو فرش پر ڈال دیا اور ان سے کہا کہ وہ وہیں ٹھہریں اور خود رہائشی کمروں کی طرف چل پڑا۔ دراصل وابیہ والے کمرے سے آتشدان لینے جا رہا تھا.....! جیسے ہی اس نے کمرے میں قدم رکھا۔ ٹوٹی ہوئی دیوار کے راستے فریدی بھی اندر داخل ہوا۔

"بہت اچھے جا رہے ہو.....!" اس نے اس کا شانہ تھپک کر کہا۔

"لڑکی پر یہی ظاہر کرتے رہو کہ تم اسے ان لوگوں کے جال میں پھنسی ہوئی ایک معصوم ہستی سمجھتے ہو!"

چیخیں

حمید اوپری ہونٹ بھینچے اسے کڑوی نظروں سے دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔ "مجھے اس سے کیا فائدہ پہنچے گا اور اگر پہنچنے بھی لگا تو آپ اسے سود قرار دے کر مجھ پر حرام کر دیں گے۔!"

"تم شاید آتشدان لینے آئے تھے.....؟" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

حمید نے جھک کر آتشدان اٹھایا اور دروازے کی طرف بڑھا۔

"دس منٹ بعد لسلی کو یہاں بھیج دینا.....!" فریدی بولا۔

حمید رک کر اس کی طرف مڑا اور معنی خیز انداز میں مسکرا کر سوال کیا۔ "اور دس منٹ تک آپ کیا کرتے رہیں گے.....!"

"شٹ اپ اینڈ گٹ آؤٹ.....!"

حمید آتشدان اٹھائے ہوئے دروازے سے گزر گیا.....! سامنے سے لسلی آتی دکھائی دی..... اس کا چہرہ فق ہو رہا تھا۔

"ٹھہرو..... ابھی نہیں..... دس منٹ بعد.....!" حمید نے کہا۔

"کیا مطلب.....؟" وہ رک گئی۔

"واپس چلو..... ٹھیک دس منٹ بعد میرے چیف سے اسی کمرے میں مل لینا.....!"

"انہیں کیا ہوا ہے..... ایک زخمی ہے اور دوسرا بے ہوش۔!" لسلی کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

"جب تم جانتی ہو کہ ایک زخمی ہے اور دوسرا بے ہوش تو پھر کیوں پوچھتی ہو کہ..... کیا ہوا..... چلتی رہو.....!"

وہ ہال میں آئے حمید نے بے ہوش آدمی کے قریب آتشدان رکھ دیا ریما ایک سوٹ کیس کھولے بیٹھی تھی۔ اس نے اس میں سے فرسٹ ایڈ کا سامان نکالا..... اور زخمی کی مرہم پٹی کرنے لگی..... انہماک کا یہ عالم تھا جیسے دوسروں کی موجودگی فراموش کر بیٹھی ہو.....!

لسلی اور حمید دوسرے کو ہوش میں لانے کی تدبیریں کرنے لگے۔ دفعتاً ریما ان کی طرف مڑ کر بولی..... ''انہیں ان کے کمروں میں پہنچانا ہے۔''

حمید نے لسلی سے کہا..... ''تم جا کر تین کمرے ٹھیک کر دو.....!'' جب وہ جانے لگی تو آہستہ سے بولا.....!''دس منٹ بعد چیف سے ملنا نہ بھولنا.....!''

ریما نے لسلی کی واپسی سے پہلے ہی زخمی کی ڈریسنگ کر دی تھی اور اب بے ہوش آدمی کے قریب آ بیٹھی تھی۔

''اکڑوں بیٹھنے سے معدہ خراب ہو جاتا ہے۔ کرسی لے لو!'' حمید نے اس سے کہا۔

''تم نے اس نیک آدمی کے ساتھ زیادتی کی ہے.....!'' وہ سنی ان سنی کر کے بولی.....!''دیکھو کب ہوش آتا ہے.....!''

''میں تمہیں کس طرح یقین دلاؤں کہ میں بے قصور تھا..... اگر میرے ساتھی نے چھپ کر میری نگرانی نہ کی ہوتی پتہ نہیں یہ دونوں مجھے کہاں پہنچا دیتے!''

''تمہارا ساتھی کہاں ہے.....؟''

''میں نہیں جانتا.....! اس وقت وہ یقیناً کسی چٹان کی اوٹ میں موجود تھا.....!''

''کیا وہ ایک ماہر نشانہ باز ہے.....!''

''میری دانست میں لاجواب ہے.....!'' حمید بولا۔

''میرے پیروں سے صرف ایک بالشت کے فاصلے پر اس کی گولی پڑی تھی.....!''

''وہ ناک پر بیٹھی ہوئی مکھی کو اڑا سکتا ہے..... ناک ہر حال میں محفوظ رہے گی.....!''

دفعتاً زخمی بھکشو کراہا.....!''میں بڑی کمزوری محسوس کر رہا ہوں، مجھے لیٹ جانا چاہئے۔''

''ہاں..... ہاں.....'' ریما اٹھتی ہوئی بولی..... ''وہ واپس آ رہی ہو گی۔''

حمید سوچ رہا تھا کہ کس طرح اسے ان دونوں سے الگ کر لے۔! اتنے میں لسلی واپس آ گئی۔

''چلو..... میں تمہیں کمرے میں پہنچاؤں گا.....!'' حمید اٹھتا ہوا بولا۔

''نہیں.....! مجھے سہارے کی ضرورت نہیں.....!'' بھکشو نے غصیلے لہجے میں کہا۔ اور لسلی سے بولا.....!''چلو.....!''

''میں اتنا نیک نہیں ہوں کہ اس عورت کو تمہارے ساتھ تنہا جانے دوں۔!'' حمید نے کہا اور لسلی کے ساتھ چلنے لگا۔

بھکشو کی آنکھیں خونخوار نظر آنے لگی تھیں لیکن اس سے کوئی غیر معمولی حرکت سرزد نہیں ہوئی تھی۔

لسلی نے ایک کمرے کی طرف اشارہ کیا اور وہیں سے پلٹ گئی۔

حمید کے اندازے کے مطابق وہ فریدی سے پہلے ہی مل چکی ہو گی لہٰذا اب پھر ڈائننگ ہال ہی میں واپس گئی ہو گی۔

دروازے کو دھکا دے کر وہ پیچھے ہٹ آیا اور بھکشو کو اندر جانے کا اشارہ کرتا ہوا بولا.....!''اب تم مجھے بتاؤ گے کہ مجھ پر حملہ کیوں کیا گیا تھا۔''

''اس کا جواب وہی دے سکے گا جو بے ہوش پڑا ہوا ہے.....!'' بھکشو نے کسی بڑے آدمی کی طرح نتھنے پھلائے۔

''تم لوگ آخر ہو کیا بلا..... چلو اندر چلو.....!'' حمید اس کی گردن پکڑ کر دھکا دیتا ہوا بولا۔

اندر پہنچ کر بھکشو جارحانہ انداز میں پلٹا تھا.....! لیکن حمید کے تیور دیکھ کر آگے نہ بڑھ سکا۔

''میں نے آج تک کسی بھکشو کے پاس ریوالور نہیں دیکھا.....!'' حمید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

''ان اطراف میں لٹ جانے کا بھی خطرہ رہتا ہے!'' بھرائی ہوئی آواز میں جواب ملا۔

''مجھے یقین ہے کہ وہ نیک لڑکی تمہارے اس عذر کو تسلیم کر لے گی!'' حمید طنزیہ انداز میں مسکرایا..... پھر سخت لہجے میں بولا!''ریوالور رکھنے کا اجازت نامہ ہے تمہارے پاس؟''

بھکشو کچھ نہ بولا.....! تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا.....!''میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھی نے تم پر حملہ کیوں کیا تھا۔ صرف بات بڑھ جانے کے خدشے کے تحت میں نے ریوالور نکال کر تم دونوں کو الگ الگ کر دینا چاہا تھا۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتا تھا کہ ہنگامہ فرو ہو جائے.....!''

''اچھی بات ہے.....! میں اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کروں گا.....!'' حمید نے کہا اور واپسی کے لیے مڑنے لگا۔

"ٹھہرو......!" بھکشو ہاتھ اٹھا کر بولا......! "دنیا کی ہر عورت اس لیے نہیں ہوئی
کر دی جائے اس کا خیال رکھنا...... ورنہ تم آسمانی عذاب سے نہیں بچ سکو گے......!"

"بیٹے......! میں تو عورت ہی کو عذاب سمجھتا ہوں......! چاہے وہ آسمان سے
چاہے زمین کا سینہ چیر کر برآمد ہوئی ہو...... ٹاٹا......!"

اب اس کا رخ پھر ڈائننگ ہال ہی کی طرف تھا......! وہاں پہنچا تو ریما بے ہوش
کی طرف اشارہ کر کے بولی۔ "اسے بھی کمرے میں پہنچاؤ!"

"اس عذاب سے چھٹکارا ممکن نہیں......! آدمی چاہے کتنی ہی شیخیاں بگھارے
حمید کے لہجے میں بے بسی تھی۔

"کیا مطلب......!" ریما اسے گھورتی ہوئی بولی۔

"کچھ نہیں......!" حمید کراہتا ہوا جھکا اور اسے پھر ہاتھوں پر اٹھا لیا۔

ریما اس کے پیچھے چل رہی تھی...... زخمی کے برابر والے کمرے میں دوسرے بھکشو
کر اس نے اس سے کہا......! "چلو اب تمہیں تمہارے کمرے میں پہنچا دوں......!"

"نہیں بس اب تم جاؤ......!" پشت سے آواز آئی اور حمید بڑی پھرتی سے دروازے
طرف مڑا...... وہاں زخمی بھکشو کھڑا تھا۔

"تم یہاں کیوں آئے......!" حمید اسے گھورتا ہوا غرایا......!

"دوبارہ تنبیہہ کرنے......!"

"دفع ہو جاؤ......! یہ سیدھی سادھی لڑکی اب تمہارے فریب میں نہیں آئے گی......

"ایسا نہ کہو......!" ریما نرم لہجے میں بولی......! "یہ دونوں میرے روحانی استا
انہیں نہایت بدترین برائیوں میں مبتلا دیکھ کر بھی میرا اعتماد متزلزل نہیں ہو گا......! میں
فریب نظر سمجھوں گی......!"

"تم ہمارے ملک میں مہمان ہو......! اس لیے تمہاری حفاظت مجھ پر واجب
ہے۔ لہٰذا میں تمہاری طرف سے لاپروا نہیں ہو سکتا!"

"میں کہتا ہوں چلے جاؤ یہاں سے......!" بھکشو کی آواز بلند ہو گئی۔

"میں بہرا نہیں ہوں...... حلق نہ پھاڑو......!"

"میں آرام کرنا چاہتی ہوں......!"

"ضرور کرو...... لیکن میں ان دونوں میں سے کسی کو بھی تمہارے کمرے میں داخل نہ
ہونے دوں گا......! یہ میرا فیصلہ ہے......!"

"اچھا یہی سہی......! کسی طرح یہ بات ختم ہو......!" وہ طویل سانس لے کر بولی اور
دروازے کی طرف بڑھ گئی...... بھکشو پیچھے ہٹ گیا تھا......! حمید ریما کے ساتھ تیسرے کمرے تک
آیا...... اور اسے اندر جانے کو کہہ کر دروازہ اندر سے بند رکھنے کی تاکید کی۔

زخمی بھکشو بھی حمید کے قریب ہی موجود تھا اس نے ایک بار پھر حمید کو سمجھانے کی کوشش کر
ڈالی کہ وہ ان کے معاملات میں دخل اندازی نہ کرے۔

"تم اپنی زبان بند کرو جی اور چپ چاپ اپنے کمرے میں چلے جاؤ۔ میں اسے باہر
سے بولٹ کروں گا......!" حمید جواباً غرایا۔

اب ان کے درمیان اس نئے مسئلے پر بحث شروع ہو گئی تھی۔ آخر ریما کو دخل اندازی
کرنی پڑی۔

"تم آخر اتنے ضدی کیوں ہو......!" اس نے حمید سے پوچھا۔

"تم بھی مجھے دوسری ہی دنیا کی مخلوق معلوم ہوتی ہو......! ارے تم نے دیکھا نہیں کہ
کچھ ہی دیر پہلے انہوں نے مجھے مار ڈالنے کی کوشش کی تھی......!"

"یقیناً وہ سب کچھ کسی غلط فہمی پر مبنی تھا......! ہمیں بھلا اس قسم کے ہنگاموں سے کیا
سروکار...... اگر ان میں سے کسی کے پاس ریوالور موجود بھی تھا تو میں اسے ایک احتیاطی تدبیر
کے علاوہ اور کچھ سمجھنے پر تیار نہیں......!"

"تم لوگ غیر ملکی ہو......!" حمید اسے گھورتا ہو بولا......! "اور ہماری حکومت کی
اجازت کے بغیر اس قسم کا کوئی اسلحہ نہیں رکھ سکتے!"

"میرے پاس اجازت نامہ موجود ہے۔!" بھکشو نے کہا۔

"بیکار بحثوں میں نہ پڑو......!" ریما مسکرا کر حمید سے بولی۔! "ہمارے سوٹ کیس بھی
لے آؤ...... شکریہ......!"

"بہت اچھا محترمہ۔ لیکن پھر کہتا ہوں کہ ان دونوں خبیثوں سے ہوشیار رہنا......!" ریما

نے اپنے دونوں کان بند کر لیے۔ غالباً یہ ظاہر کرنا چاہتی تھی کہ ان کے لیے اس قسم کے الفاظ سننا پسند نہیں کرتی۔

حمید پھر ہال میں واپس آیا۔ لسلی سوٹ کیسوں کے قریب بیٹھی آتشدان میں دہکتی ہوئی آگ پر نظریں جمائے کسی سوچ میں غرق تھی۔

''میرے چیف سے ملی تھیں......!'' حمید نے پوچھا۔

لسلی نے اثبات میں سر ہلا دیا اور اسے غور سے دیکھتی رہی۔

''کیوں بلایا تھا......!''

''مجھ سے اس حادثے کی اطلاع اس آدمی کو دلوائی تھی جو مجھ سے ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کرتا ہے......!''

حمید نے طویل سانس لی اور سوٹ کیس اٹھانے لگا۔

''مجھے افسوس ہے کہ تمہیں یہ سب کچھ کرنا پڑ رہا ہے......!'' لسلی نے مغموم لہجے میں کہا۔

''اگر تم اسی طرح بیٹھی افسوس کرتی رہیں تو ہم بھوکے مر جائیں گے۔ جاؤ رات کے کھانے کا انتظام کرو۔ اکرام کا کیا حال ہے......!''

''بدستور سو رہا ہے......!''

''کیا تم ان حالات کی بناء پر خائف ہو......!''

''کیا نہ ہونا چاہئے......!'' اس نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سوال کیا۔

''جب تک ہم دونوں زندہ ہیں......! خود کو ہر طرح محفوظ سمجھو......!''

''تمہاری زندگی کا بھی کیا بھروسہ......! وہ لڑکی بہت حسین ہے؟''

''یہ اس کے والدین کا قصور ہے......مجھے الزام نہ دو......!''

اس نے سوٹ کیس اٹھائے اور چل پڑا...... ریما کے کمرے کے سامنے اس کے قدم رک گئے۔ اندر سے ایسی آوازیں آ رہی تھیں جیسے کچھ لوگ اچھل کود مچا رہے ہوں۔ ساتھ ہی ریما کہتی سنائی دی۔ ''نہیں......نہیں...... مجھے جانے دو...... تم واقعی برے ہو...... بہت برے۔''

''میں تمہیں جان سے مار دوں گا......!'' بھکشو کی آواز آئی۔

پھر دروازہ ہلنے لگا...... جیسے اسے کھولنے کی کوشش کی جا رہی ہو لیکن کسی وجہ سے کامیابی نہ ہو رہی ہو۔

حمید نے سوٹ کیس ایک طرف رکھ دیئے۔ اس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی وہ سوچ رہا تھا۔ یہ کرنل فریدی سچ مچ جن ہی ہے جس پر بھی آ جائے...... اب یہ لوگ وہی کر رہے تھے، جو اس نے چاہا تھا...... واہ......!

دفعتاً دروازہ کھلا اور ریما اس پر آ گری......! بھکشو سامنے کھڑا ہانپ رہا تھا۔

''دیکھ لیا تم نے......!'' حمید ریما کو ایک طرف ہٹاتا ہوا بولا......! پھر بھکشو کی گردن دبوچی اور دھکے دیتا ہوا اس کو اس کمرے میں لایا...... جہاں اسے رہنا تھا۔

بستر پر دھکیلتے ہوئے حمید نے اسے ایسی نظروں سے دیکھا تھا، جیسے کچا ہی چبا جائے گا۔

''اب یہیں پڑے رہو......اور خود کو قیدی سمجھو......!'' اس نے اس سے کہا اور پھرتی سے باہر نکل کر دروازے کو بولٹ کر دیا...... ریما اب بھی وہیں کھڑی تھی...... جہاں اسے چھوڑا تھا۔

''تت......تم ٹھیک کہہ رہے تھے......!'' وہ ہانپتی ہوئی بولی۔ ''میں تمہیں اچھا آدمی نہیں سمجھتی تھی...... سچ مچ...... یہ دنیا فریب نظر ہے...... اب کہاں جاؤں سکون کی تلاش میں......!''

''سکون صرف ماں کی گود میں ملتا ہے...... یا بچے کو گود میں لے کر...... بہت تھوڑا ہے سکون کا وقفہ...... خیر تم فکر نہ کرو...... اب ہمیں اس بے ہوش خبیث کی خبر لینی چاہئے......!''

زخمی بھکشو دروازہ پیٹ پیٹ کر چیخ رہا تھا۔ شاید اسی شور کی بناء پر لسلی وہاں دوڑی آئی تھی۔

''یہ کیا ہو رہا ہے......؟'' اس نے متحیرانہ لہجے میں حمید سے پوچھا۔

''دنیا والوں کے لیے سکون بہم پہنچا رہا ہے......!''

''بتاؤ نا......؟'' وہ جھنجھلا کر بولی۔

''اس نے ریما پر بالآخر حملہ کر ہی دیا۔ میں نے فی الحال اس پاگل کتے کو بند کر دیا ہے!''

''اوہو......!'' اس نے ریما کو غور سے دیکھا......! وہ سر جھکائے کھڑی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کے جسم میں خون کا ایک قطرہ بھی باقی نہ بچا ہو۔

''تم چلو میرے ساتھ......!'' لسلی نے آگے بڑھ کر ہمدردانہ لہجے میں کہا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر ہال کی طرف چل پڑی۔

بھکشواب بھی چیخے جا رہا تھا......!

''خاموش رہو......ورنہ گلا گھونٹ دوں گا......!'' حمید نے دروازے پر ہاتھ مار کر کہا۔

دفعتاً وہ خاموش ہو گیا......! پھر بھرائی ہوئی آواز آئی......!''سمجھوتہ کرلو......!''

''کس بات پر بھائی......!'' حمید نے پوچھا۔

''میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا کہ کیا چکر ہے......!''

''پہلے کیوں نہیں بتا دیا تھا......؟''

''تم دروازہ تو کھولو......!''

دروازہ باہر ہی کی سمت کھلتا تھا......! حمید نے چٹخنی کھسکائی اور خود دروازے کی او میں ہوتا چلا گیا۔

بھکشو اچھل کر باہر آ چکا تھا، حمید نے بغلی ہولسٹر سے ریوالور نکال لینے میں دیر نہ لگائی لیکن بھکشو تو خالی ہاتھ تھا......اور اس کے چہرے پر خوف کے آثار بھی تھے......!

''اوہ......میں سمجھا تھا، شاید پھر کوئی فراڈ کرنا چاہتے ہو......!'' حمید نے طویل سا لے کر کہا اور ریوالور دوبارہ ہولسٹر میں ڈال دیا......!

''اس کمرے کو پھر اسی طرح بند کر دو......!'' وہ جلدی جلدی بولا......!''اور دوسرے کمرے میں چلیں جہاں میرا ساتھی ہے......!''

حمید نے اس کے مشورے پر عمل کرنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ اس کا ساتھی اب بھی ہوش تھا......بھکشو نے اس پر نظر ڈالتے ہوئے ایک طویل سانس لی اور بولا۔ ''میرے ساتھ تمہارے متعلق غلط فہمی ہوئی ہو گی۔ غالباً وہ سمجھا تھا کہ تم ریما کو دوست بنانا چاہتے ہو اور ہم چوتھے آدمی کا وجود برداشت نہیں کر سکتے تھے اور اب اس وقت تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے!''

''کیا مطلب......!''

''جو تم سمجھے ہو......وہ بات نہیں تھی......! میں اس سے یہ چھین لینا چاہتا تھا......!'' نے اپنی جھولی سے چمڑے کا ایک تہہ کیا ہوا کرم خوردہ ٹکڑا نکالا۔ یہ بہت پرانا معلوم ہوتا تھا۔

''یہ کیا ہے......؟'' حمید نے ہاتھ بڑھایا۔

''نہیں......!'' وہ اسے دوبارہ جھولی میں ڈالتا ہوا بولا۔ ''پہلے اس کی کہانی سن لو

اسے بھی فراڈ ہی سمجھو گے......!''

''سناؤ......!'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر ڈھیلی ڈھالی آواز میں بولا۔

''ریما فرنچ انڈو چائنیز ہے......! فرانس ہی میں پیدا ہوئی تھی۔ وہیں پلی بڑھی اس کا باپ بدھ مت کا پیرو تھا۔ ریما کی تعلیم و تربیت اسی کے ہاتھوں میں ہوئی تھی۔ اس نے اسے بدھ مت ہی کے راستے پر ڈالا......ریما اس کی موت کے بعد بھی اسی پر قائم رہی اور بدھ مت کے متعلق مزید ریسرچ کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا......اسی دوران میں اس کو ایک قدیم کتاب مل گئی جسے چمڑے پر تحریر کیا گیا تھا۔ اس میں ایک خزانے کا سراغ تھا۔ لیکن نقشے میں کچھ ایسی علامات تھیں جنہیں وہ سمجھ نہ پائی۔ بدھ مت کے بعض عالموں سے صرف اتنا پتہ چل سکا کہ ان علامات کا تعلق قدیم ترین مذہبی رسوم سے تھا۔ بدھ مت کے یہ عالم اتفاق سے یورپین ہی تھے۔ ان میں سے ایک نے اسے ہمارا پتہ بتایا اور کہا کہ شاید ہم اسے ان علامات کا مفہوم سمجھا سکیں......وہ ہمارے پاس رنگون پہنچی......! ہم نے بڑی دقت سے ان علامات کو معنی پہنائے یہ علامات بتاتی ہیں کہ خزانہ ریگم بالا کے قدیم مندروں میں ایک جگہ پوشیدہ ہے......!'' وہ خاموش ہو گیا اور حمید آنکھیں پھاڑے دیکھتا رہا۔

''لیکن ہم دونوں کی مدد کے بغیر کوئی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔'' بھکشو نے تنبیہ کرنے کے سے انداز میں ہاتھ اٹھا کر کہا۔

حمید نے تھوک نگل کر ہونٹوں پر زبان پھیری......اس کی یہ اداکاری سو فیصد حقیقت معلوم ہوئی تھی۔ پھر گہرا سناٹا طاری ہو گیا تھا۔ بھکشو اپنے بے ہوش ساتھی کی طرف متوجہ ہو گیا اور اس کے چہرے پر تشویش کے آثار تھے۔

''اب میرا سر چکرا رہا ہے۔ کچھ دیر آرام کرنا چاہتا ہوں!'' وہ حمید کی طرف مڑ کر بولا۔

''ضرور......ضرور......چلو......!''

''ایک بار پھر سن لو......کہ ہماری مدد کے بغیر یہ قدیم نقشہ تمہارے لیے بالکل بیکار ہو لڑکی کو ہم نے وہ نہیں بتایا جو خود سمجھے ہیں صرف ریگم بالا کی نشاندہی کی ہے......!''

''میں ایسی کوئی حرکت نہیں کروں گا جس سے مجھے کوئی فائدہ نہ پہنچ سکے......!''

''ذہین اور سمجھدار معلوم ہوتے ہو......!'' بھکشو کہتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔

"اگر تم میرے ساتھی کی خبر گیری کر سکو تو تمہارے لیے دولت ہی دولت ہو گی.....!"

"چلو بے فکر رہو.....!" وہ اسے آگے بڑھاتا ہوا بولا۔

اپنے کمرے میں داخل ہو کر بھکشو نے کہا.....! "بہتر یہی ہو گا کہ تم دروازے سے بند کر دو.....!"

"جیسا کہو.....!"

"ہاں..... ہاں..... یہی مناسب ہے.....!" بھکشو بولا۔

اس وقت حمید بالکل ہونقوں کی سی اداکاری کر رہا تھا۔ اس نے دروازہ بند کر کے با کر دیا۔

اب ضروری تھا کہ وہ بھکشو کی کہانی ریما کو بھی سنا دیتا محض اس لیے کہ ان لوگوں کامیابی کا یقین ہو جائے..... غالباً ان کی اسکیم اب یہ تھی کہ لڑکی کو ان کے سروں پر کر کے خود غائب ہو جائیں..... اور انہیں یہ اسکیم مرتب کرنے کا موقع فریدی ہی نے دیا

اس نے ریما کو چرمی دستاویز کی کہانی سنائی اور پہلی بار اس کی آنکھوں میں نفرت غصے کی چنگاریاں دیکھیں۔ اس کیفیت میں وہ پہلے سے بھی زیادہ حسین نظر آنے لگی تھی...

"ذلیل کمینے..... سب کتے ہیں..... نیکی اور سچائی کی تلاش بیکار ہے..... وہ مجھے ویرانے میں اسی لئے لائے تھے۔ انہیں ڈر تھا کہ تم کہیں مجھے اپنی طرف مائل نہ کر لو انہوں نے تمہیں راستے سے ہٹا دینا چاہا تھا۔ اب یہ بات پوری طرح میری سمجھ میں آ گئی"

"تو وہ خزانہ.....!"

"بالکل بکواس ہے.....! مجھے بدھ مت سے متعلق تعلیمات کی اوریجنل تحریریں اکٹھا کا شوق ہے.....! اسی سلسلے میں برما گئی تھی۔ وہاں ان لوگوں سے ملاقات ہو گئی۔ یہ سفر کرنے والے تھے۔ میں نے سوچا میں بھی ان کے علمی ذخیرے سے فائدے اٹھاؤں ریلم بالا مندروں میں بھی بے شمار منقش تحریریں موجود ہیں.....!"

"سمجھا.....!" حمید سر ہلا کر بولا..."اچھی بات ہے.....! تم آرام کرو..... میں دیکھ لوں گا.....! ایک تو بے ہوش پڑا ہے اور دوسرا اپنے کمرے سے باہر نہیں نکل سکتا اسے تو قیدی ہی سمجھو.....!"

حمید وہاں سے پھر ان کمروں تک آیا..... بے ہوش بھکشو اب بھی پہلی ہی سی حالت میں پڑا ہوا تھا.....! اس نے اس کے کمرے کا دروازہ بھی بند کر کے باہر سے بولٹ کر دیا۔

پھر اس نے سوچا کہ فریدی کو بھی ان حالات سے مطلع کر دینا چاہئے۔

وہ اپنے کمرے میں ملا.....اور حمید کی داستان سن کر کہنے لگا۔

"اگر وہ بھکشو نکل بھاگنا چاہیں تو انہیں نظر انداز کر دینا!"

"سوال یہ ہے کہ ہم ہی کیوں نہ ان کی گاڑی لے کر نکل بھاگیں۔ آخر ہم بھی تو اپنی جیپ ضائع کر چکے ہیں.....!"

"اس سے کوئی فائدہ نہ ہو گا.....!" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "لیکن ان کے ساتھ والی لڑکی ہمیں منزل مقصود تک پہنچا سکے گی.....!"

"میں دیکھتا ہوں کہ اب آپ کو بھی لڑکیوں سے کچھ کچھ دلچسپی ہو چکی ہے.....!"

"تمہاری صحبت میں خراب ہو رہا ہوں.....!" فریدی نے لاپروائی سے کہا اور بجھا ہوا سگار سلگانے لگا۔

آہستہ آہستہ اندھیرا پھیلتا جا رہا تھا..... حمید نے سوچا کہ کمروں کے لیے روشنی کا انتظام بھی ہونا چاہئے..... سلمیٰ تنہا ہے اس سلسلے میں بھی اس کا ہاتھ بٹایا جائے۔

ابھی وہ ہال میں پہنچا بھی نہیں تھا کہ اس نے بہت ہی دلدوز قسم کی نسوانی چیخیں سنیں۔

اور ہال میں پہنچ کر اس نے دیکھا کہ سلمیٰ فرش پر پڑی مچھلی کی طرح تڑپ رہی ہے..... یہ اسی کی مسلسل چیخیں تھیں۔

سفر جاری رہے گا

حمید جہاں تھا وہیں رک گیا کیونکہ اس کے ساتھ ہی اس کی نظر اکرام پر بھی پڑی تھی..... وہ سلمیٰ سے تھوڑے ہی فاصلے پر بے حس و حرکت کھڑا اسی طرح آنکھیں پھاڑ رہا تھا جیسے خود کو اپنی بیداری کا یقین دلانے کی کوشش کر رہا ہو۔

"تم کھڑے کیا دیکھ رہے ہو!" دفعتاً حمید نے اسے للکارا۔ "بڑھ کر اٹھاؤ اسے...!"

لسلی بدستور تڑپ تڑپ کر چیخے جا رہی تھی...! اکرام چندھیائی ہوئی آنکھوں سے اِد حمید کی طرف دیکھنے لگا۔

"اسے کیا ہوا ہے...!" حمید نے پوچھا۔

"مم... میں... کچھ نہیں جانتا... گہری نیند سو رہا تھا...!"

"ارے... تو دیکھو نا...!"

اکرام لسلی کی طرف بڑھا اور جھک کر دیکھنے لگا۔ پھر اچھل کر پیچھے ہٹ آیا... اِ موٹے آدمی کا اس طرح اچھلنا حمید کو بڑا غیر فطری سا لگا تھا... بالکل ایسا ہی معلوم ہوا جیسے بجلی کے کرنٹ نے اسے اچھال پھینکا ہو۔

"کیا بات ہے...!" حمید اس طرح بڑھتا ہوا بولا۔

"ریشے ریشے... خدا کی پناہ... انہوں نے اسے جکڑ رکھا ہے!" اکرام ہاتھوں۔ اپنا چہرہ ڈھانپتا ہوا بولا۔

"کیسے ریشے... تم ہوش میں ہو یا نہیں...!" حمید کہتا ہوا خود لسلی کی طرف بڑھ رہا تھا کہ پشت سے فریدی کی گرج سنائی دی...! "ٹھہرو...!"

حمید الٹے پاؤں پیچھے لوٹ آیا۔

لسلی کی چیخوں کے درمیان بتدریج وقفہ بڑھتا جا رہا تھا... بالکل ایسا ہی لگ رہا جیسے وہ آہستہ آہستہ دم توڑ رہی ہو۔

"ہٹو...! تم دونوں پیچھے ہٹ جاؤ...!" فریدی کہتا ہوا آگے بڑھا۔

"یہ کیا ہوا... یہ کیا ہو رہا ہے...!" حمید نے ریما کی آواز سنی اور مڑ کر دیکھا... پیچھے کھڑی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ اس سے پہلے حمید کو اس کا دھیان ہی نہیں آیا تھا اور وہ وہاں دکھائی بھی نہیں دی تھی۔

"پتہ نہیں... میں کچھ نہیں جانتا...!"

لسلی کا جسم اب آہستہ آہستہ حرکت کر رہا تھا۔ جیسے سسک رہی ہو۔

اچانک فریدی پیچھے ہٹ آیا... اور بے بسی سے ہاتھ ملتا ہوا بڑبڑایا... "کچھ نہیں

دنیا کی کوئی قوت اسے نہیں بچا سکتی...!"

پھر حمید سے بولا... "برف... جتنی جلد ممکن ہو سکے... اس کے چاروں طرف برف دیواریں اٹھا دو...!"

"برف کی دیواریں...!" حمید نے احمقانہ انداز میں دہرایا۔

"اوہ...!" فریدی چیخ کر بولا اور تیزی سے صدر دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"یہ کیا ہے... آخر کیا ہے...!" اکرام حمید کے شانے پر ہاتھ رکھ کر سسکیاں لیتا ہوا بولا۔

لسلی اب بالکل ساکت ہو گئی تھی۔

"میں کیا بتاؤں...!" حمید نے کہا پھر چونک کر ریما کی طرف مڑا... وہ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپائے کھڑی تھی۔

"تم کہاں تھیں... میں تمہیں اس کے پاس چھوڑ کر گیا تھا!"

"مم... میں اپنے کمرے سے بھنے ہوئے غلے کا تھیلا لینے گئی تھی۔ واپس آئی تو یہ... برے خدا... آخر اسے کیا ہوا... کب تک اس طرح پڑی رہے گی...!"

حمید کچھ نہ بولا۔ اکرام نے لسلی کی طرف بڑھنا چاہا تھا لیکن حمید نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"ٹھہرو... چیف نے اس سے دور رہنے کو کہا تھا...!" اس نے جھٹکا دے کر اسے پیچھے کھینچتے ہوئے کہا۔

"میں کچھ نہیں جانتا... مجھے چھوڑ دو...!"

"ٹھہرو...! اگر تم سے کوئی حماقت سرزد ہوئی تو تمہارا بھی یہی حشر ہوگا...!" فریدی کی آواز آئی۔

پھر وہ ان کے قریب پہنچ گیا...! وہ ایک چادر میں بہت سی برف سمیٹ لایا تھا۔ لسلی سے تھوڑے فاصلے پر اس نے وہ برف ڈال دی۔

"کیا تم پاگل ہو گئے ہو...!" اکرام حلق پھاڑ کر چیخا اور حمید سے اپنا ہاتھ چھڑا لینے کی کوشش کرنے لگا۔

"اکرام...!" فریدی اس کے قریب آ کر نرم لہجے میں بولا... "وہ مر چکی ہے...!"

"نہیں...؟" اکرام حلق پھاڑ کر چیخا۔

"ہاں..... تمہیں ... سے کام لینا چاہئے.....!" فریدی اس کا شانہ تھپک کر بولا۔ یہ سب کچھ تمہارے شہری دوستوں کی عنایت ہے..... اب..... اس کے گرد برف ڈال دو..... ورنہ موت چاروں طرف پھیل جائے گی.....!"

پھر دس منٹ کے اندر اندر سلمیٰ کی لاش کے گرد برف کی ایک ایک فٹ اونچی ... نظر آئی تھیں۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے..... میری سمجھ میں تو نہیں آتا.....!" ریما حمید سے بولی۔

حمید اس کی طرف مڑا اور آہستہ سے بولا..... "میرا ساتھی موت کا ہرکارہ ہے۔ جہاں اس کے قدم جاتے ہیں وہاں موت..... شادیانے بجاتی ہے.....! اوہو مجھے اس کی خبر بھی لینی چاہئے۔"

فریدی کو ہال میں چھوڑ کر وہ بھکشوؤں کے کمروں کی طرف چل پڑا۔ لیکن ریما ... اس کا راستہ روکتی ہوئی بولی۔ "وہاں نہ جاؤ..... یہ انہیں کی شیطانی قوت کا کوئی کھیل ہے"

"اگر یہ انہیں کی حرکت ہے تو ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گا.....!"

"تمہیں تنہا نہیں جانے دوں گی.....!"

"تمہاری مرضی.....! میں تو چاہتا تھا کہ تم بدستور سکون کی تلاش میں رہو.....!"

"آخر اس بیچاری عورت کو کیا ہوا.....!"

حمید کچھ نہ بولا..... ریما اس کے ساتھ چل رہی تھی۔

زخمی بھکشو کا دروازہ ٹوٹا ہوا ملا.....! وہ کمرے میں نہیں تھا اور بے ہوش بھکشو کا ... بدستور باہر سے بولٹ کیا ہوا تھا۔

"دیکھا تم نے.....!" ریما بولی۔

حمید خاموشی سے دوسرے کمرے کی طرف بڑھا..... بولٹ کھسکا کر دروازے کو دھکا دیا۔ بھکشو بستر پر موجود تھا.....! لیکن حمید کو اس میں زندگی کے آثار نظر نہ آئے..... وہ بڑھا۔ جھک کر دیکھا۔

اس کی سانس رک چکی تھی..... ایک مردہ جسم..... سیدھے کھڑے ہو کر اس نے باہر جانے کا اشارہ کیا.....! وہ دروازے کے قریب کھڑی تھی۔

"ک..... کیا بات ہے.....!" وہ ہکلائی۔

"موت..... ایسی ہی درجنوں وارداتوں کی منتظر رہو!"

حمید نے باہر نکل کر دروازہ دوبارہ بولٹ کر دیا۔

"میں اس قسم کے صدمے برداشت نہیں کر سکتی..... میرا دل ڈوب رہا ہے.....!" ریما بولی۔

"تو کیا اب تم بھی مر جانے کا ارادہ رکھتی ہو..... میں بالکل تنہا رہ جاؤں گا.....!"

"مجھے موت سے ڈر نہیں لگتا..... لیکن اس طرح مر جانا.....!"

"خیر..... خیر..... چلو واپس چلیں مجھے اپنے ساتھی کو اس واقعے سے آگاہ کرنا ہے.....!"

"وہ تمہارا ساتھی..... وہ..... وہ.....!"

"کیا تمہیں پسند آیا ہے.....!"

"تم درندے ہو..... کیا دو موتیں بھی تمہیں کچھ دیر خاموش نہیں رکھ سکتیں.....!"

"موت تو میرے لیے صرف ایک تبدیلی کا نام ہے.....!"

"ان چار گھنٹوں میں میں نے جتنی تعلیم حاصل کی ہے اس پر ایک عمر گزر جاتی.....!"

وہ ہال میں واپس آئے..... یہاں اکرام ایک میز پر سر اوندھائے بیٹھا تھا..... اور فریدی سلمیٰ کی لاش کے قریب برف کی حد بندی سے باہر کھڑا لاش کو گھورے جا رہا تھا.....!

وہ دونوں اس کے قریب پہنچ کر رک گئے۔

"ایک دروازہ توڑ کر فرار ہو گیا..... اور دوسرا مر چکا ہے.....!" حمید نے اسے اطلاع دی۔

اس نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور آہستہ سے بولا "پہلا بھی مر چکا ہے.....!"

"کیا مطلب.....!"

"گاڑی کے قریب اس کی لاش پڑی ہوئی ہے.....!"

"وہ کیسے مرا.....؟"

"بکواس مت کرو..... جا کر دیکھو گاڑی استعمال کے قابل ہے یا نہیں۔!" ریما بت بنی ہوئی کھڑی تھی۔

حمید پھر دروازے کی طرف مڑا..... ریما نے بھی شاید اس کے ساتھ جانا چاہا تھا..... لیکن فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا.....! "تم یہیں ٹھہرو گی.....!"

وہ رک گئی اور خوفزدہ نظروں سے حمید کی طرف دیکھنے لگی۔

''کوئی بات نہیں.... یہ مجھ سے بھی زیادہ بے ضرر آدمی ہیں۔'' حمید کہتا ہوا آگے بڑھ گیا.... دروازہ کھول کر باہر نکلا.... چاروں طرف پھیلی ہوئی برف اندھیرے میں بھی نظر آ رہی تھی.... اور گاڑی واضح طور پر نظر آرہی تھی.... اس نے جیب سے ٹارچ نکالی اور گاڑی کی طرف بڑھتا رہا۔

گاڑی کے قریب اسے کوئی لاش نظر نہ آئی.... احتیاطاً اس نے چاروں طرف سے گاڑی کا جائزہ لیا.... اندر ڈیش بورڈ پر اگنیشن میں کنجی موجود نہ ہونے کی بناء پر وہ اسے اسٹارٹ کر کے نہ دیکھ سکا.... وہ سوچ رہا تھا پٹرول تو اتنا موجود ہی ہوگا کہ وہ آگے جا کر ان بھکشوؤں کی منزل ریکم بالا تھی۔ شاید ڈکے میں فالتو پٹرول بھی موجود ہو۔

اس نے ایک بار پھر بھکشو کی لاش ڈھونڈ نکالنے کی کوشش شروع کر دی لیکن کامیاب نہ ہوئی۔ بالآخر یہ معلوم کرنے کے لیے کہ فالتو پٹرول موجود ہے یا نہیں....! اس نے ڈکہ کھولا اور چونک کر پیچھے ہٹ گیا....! ٹارچ کی روشنی کا دائرہ بھکشو کی لاش پر تھا....! سردی اس کی ریڑھ کی ہڈی میں دوڑ گئی.... بھکشو کی گردن سے خون بہا تھا۔ غالباً کوئی گولی لگی تھی۔

ڈکے بند کر کے وہ ہال کی طرف چل پڑا۔

اب ریما بھی اکرام کے پاس بیٹھی نظر آئی.... اس کے چہرے پر بلا کا سوگ طاری تھا ایسا لگتا تھا جیسے لسلی اس کی سگی بہن رہی ہو.... اکرام نے ابھی تک سر نہیں اٹھایا تھا!

حمید سیدھا فریدی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ وہ اب بھی وہیں کھڑا تھا۔ لسلی کی لاش کے قریب.... دفعتاً حمید کی نظر لاش پر پڑی۔ اسکے چاروں طرف فرش پر گہرا سرخ رنگ لہرا لے رہا تھا۔ سرخ چادر سی بچھی ہوئی تھی اور اس چادر کی سطح پر عجیب سی کلبلاہٹ نظر آرہی تھی

''خون....!'' حمید نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''نہیں یہ موت کے ہرکارے ہیں....! ہزاروں کی تعداد میں لیکن برف کی اس دیوار پار کر کے چاروں طرف نہیں پھیل سکتے.... دیکھو.... جھک کر ذرا قریب سے دیکھو....!''

حمید جھکا.... اور اس کے سارے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ باریک باریک سرخ کیچوؤں کی طرح کلبلا رہے تھے۔

''یہ کیا مصیبت ہے....؟'' وہ سیدھا کھڑا ہوتا ہوا بولا۔

''خشکی کی جونکیں.... امیزن کے جنگلوں میں پائی جاتی ہیں۔ ان کی لمبائی چھ انچ سے سوا فٹ تک ہوتی ہے.... ایک جونک کے دس ٹکڑے کر دو دس جونکیں تیار ہو جائیں گی.... یقین کرو.... دس الگ الگ جونکیں.... اگر آج برفباری نہ ہو گئی ہوتی تو انہیں کسی خاص جگہ پر محدود کر دینا بے حد مشکل کام ہوتا....!''

''ان کا خاتمہ کس طرح ہوگا....!''

''ان کی گاڑی کی ڈکے میں کئی گیلن پٹرول موجود ہے.... لیکن ان کے درمیان سے لسلی کی لاش اٹھا لینا آسان نہ ہوگا.... یہ اس وقت تک اپنے شکار کو نہیں چھوڑتیں جب تک کہ وہ ٹھنڈا نہ ہو جائے۔''

''لیکن اتنی تعداد میں یہ آئیں کہاں سے....!''

''پھر کبھی بتاؤں گا.... جتنی جلدی ممکن ہو ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیے....! میرے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں کہ میں ٹیکم گڑھ یا ریکم بالا کے حکام سے رابطہ قائم کر سکوں۔ ٹرانسمیٹر جیپ ہی میں رہ گیا تھا۔ جسے وہ ساتھ لے گئے....!''

''اور اس لڑکی کا کیا ہوگا....!''

''یہ ساتھ رہے گی اور میں فی الحال اکرام کو بھی یہاں سے ہٹا دینا چاہتا ہوں۔ اسے بھی ساتھ لے جاؤں گا....!''

''کیا بھکشو کو آپ نے گولی ماری تھی....!''

''ہاں.... اس نے نکل جانا چاہا تھا....! اس کے تھیلے میں پلاسٹک کے ایک جار میں لا تعداد جونکیں اور بھی موجود ہیں۔''

''لیکن میں تو اسے اس کے کمرے میں بند کر آیا تھا.... میرا خیال ہے کہ اس نے لسلی کی چیخیں سننے کے بعد ہی دروازہ توڑا ہوگا!''

''تمہارا خیال درست ہے.... میری دانست میں لسلی کی موت کا باعث یہ لڑکی بنی ہے.... انہیں شبہ ہو گیا تھا کہ لسلی نے راز افشاء کر دیا ہے....!''

حمید کچھ نہ بولا....! فریدی وہاں سے ہٹ کر اکرام کے پاس جا کھڑا ہوا اور اس کے

شانے پر ہاتھ رکھ کر بے حد نرم لہجے میں بولا۔ ”یہاں اس طرح بیٹھے رہ کر ہم ان سب کی تدفین کا بھی انتظام نہ کر سکیں گے..... میرے ساتھ ٹیکم گڑھ چلو.....!“

”آخر اسے ہوا کیا.....؟“ وہ سر اٹھا کر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”میں نہیں چاہتا کہ تم وہ ڈراؤنا منظر دیکھو۔ جس طرح بیٹھے ہو اٹھو اور میرے ساتھ چلو“

”میرا ذہن کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہا.....!“ اکرام اٹھتا ہوا بولا۔

”چلو.....!“

”ٹھہرو.....!“ ابھی بیٹھ جاؤ..... جو کچھ بھی کر رہا ہوں تمہارے لیے وہی ہے.....!“ فریدی نے کہا اور پھر حمید کی طرف پلٹ آیا۔ آہستہ سے بولا۔ ”جب ہم گاڑی بیٹھ جائیں تو تم ڈکے سے پٹرول کا ڈبہ نکال کر یہاں واپس آنا اور اسے لاش کے گرد ڈال دینا..... اکرام کی موجودگی میں اگر یہ کیا گیا تو وہ وجہ پوچھے گا اور میں تفصیل میں جانے موڈ میں نہیں ہوں..... خاموش رہ کر سوچنا چاہتا ہوں.....!“

پھر اکرام تو اٹھ گیا تھا لیکن ریما ظاہر کر رہی تھی جیسے ان کی بات اس کی سمجھ ہی میں رہی ہو.....! تب حمید نے آگے بڑھ کر اپنے مخصوص انداز میں اسے سمجھانا شروع کیا کہ وہ کسی محفوظ مقام پر جائیں گے اور پھر اس کے لیے بھی کچھ کریں گے۔

”ان لاشوں کا کیا ہوگا.....!“ ریما نے سوال کیا۔

”یہ ہم پر چھوڑ دو..... ظاہر ہے کہ ہم کسی آبادی میں پہنچ کر پولیس ہی سے رابطہ کریں گے.....!“

”میں دشواری میں پڑ جاؤں گی۔ آخر میں انہیں شیاطین کے ساتھ تو تھی۔“

”تمہیں بچائے رکھنا بھی ہماری ذمہ داری ہے.....! تم اس الجھن میں نہ پڑو، اچھی لڑکی۔“

”میرا سوٹ کیس.....!“

”تم دونوں میرے ساتھی کے ہمراہ چلو..... میں تمہارا سوٹ کیس بھی نکال لاؤں گا۔“

وہ باہر نکلے..... لیکن حمید بھی پیچھے پیچھے چل رہا تھا..... جب وہ گاڑی میں بیٹھ گئے تو اس نے ڈکے اٹھائی اور پٹرول کا ٹن نکال کر پھر عمارت کی طرف مڑا۔

فریدی کی ہدایت کے مطابق ٹن خالی کرنے کے بعد وہ کمروں کی طرف آیا اور ریما کا سوٹ کیس نکال کر باہر نکل ہی جانا چاہا تھا کہ کسی قسم کی آواز سن کر رک گیا..... ایسا لگا جیسے آس پاس کوئی موجود ہو۔ آواز کو فوری طور پر کوئی معنی نہ پہنا سکا۔ لیکن خطرے کا احساس بدستور موجود تھا۔ سوٹ کیس فرش پر رکھ کر اس نے ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا۔

چند لمحے انتظار کرتا رہا پھر سوٹ کیس کو اٹھا کر راہداری میں پھینک دیا اور خود بھی بڑی تیزی سے راہداری میں چھلانگ لگائی۔

لیکن یہاں دونوں اطراف میں کوئی بھی نہ دکھائی دیا۔ اس نے پھر سوٹ کیس اٹھایا اور احتیاط سے قدم رکھتا ہوا ہال کی طرف چل پڑا..... یہ اور بات ہے کہ ہال میں پہنچ کر ایک لمحے کے لیے ٹھہرے بغیر بے تحاشہ دوڑتا ہوا باہر آ گیا ہے۔ کیونکہ لسلی کی لاش پر شعلے بھڑک رہے تھے۔ گرتا پڑتا گاڑی تک پہنچا..... اور اگلی سیٹ پر گھس کر آہستہ سے بولا۔

”کسی نے پٹرول میں آگ لگا دی.....!“

”بیٹھو جلدی کرو۔!“ فریدی دوسری طرف کا دروازہ کھولتا ہوا بولا۔

اب حمید کو احساس ہوا کہ گاڑی کا انجن پہلے ہی سے جاگا ہوا تھا.....! اس کے بیٹھتے ہی گاڑی حرکت میں آ گئی۔

”فرش لکڑی کا ہے پوری عمارت خاک ہو جائے گی.....!“ حمید نے کہا۔ آواز سرگوشی کی حدود سے آگے نہیں بڑھی تھی۔

”یہ بھی ممکن ہے کہ برف کی دیوار اسے آگے نہ بڑھنے دے.....!“ فریدی نے آہستگی سے کہا۔

گاڑی جیسے ہی سڑک پر پہنچ کر داہنی جانب مڑنے لگی..... بیک وقت کئی فائر ہوئے فریدی نے بڑی پھرتی سے بریک لگا کر اسے کسی قدر پیچھے لایا اور پھر بائیں جانب موڑتا ہوا بولا..... ”ہمیں ٹیکم گڑھ نہیں جانے دیں گے.....! اچھی بات ہے..... ریگم بالا ہی سہی.....!“

”آپ کوشش تو کیجیے.....!“

”نہیں.....! بے بسی کی موت مجھے پسند نہیں.....!“

”خدا انہیں غارت کرے.....!“ اکرام پچھلی سیٹ سے روہانسی آواز میں بولا۔ ساتھ ہی ریما بھی سنائی دی..... ”یہ کیا ہو رہا ہے..... یہ سب کیا ہو رہا ہے.....؟“

"فکر نہ کرو.....!" حمید بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔ "لومڑیوں کے شکاری مرے جاتے ہیں.....!"

"احسان فراموشی.....کتوں سے بدتر۔" اکرام کراہا۔ "میں نے ان کے لیے کیا.....اوہ لسلی.....لسلی.....میری بدنصیب لسلی.....!"

اور پھر رونے لگا تھا۔ مرسیڈیز سڑک پر فراٹے بھر رہی تھی اور سڑک دور تک نہائی ہوئی تھی.....! حمید نے عقب نما آئینے میں کسی دوسری گاڑی کے ہیڈ لیمپ دیکھے۔

"کیا خیال ہے.....؟" وہ بڑبڑایا۔

"کچھ بھی نہیں بس آستین کی اس ناگن سے ہوشیار رہنا.....!" فریدی بولا۔

"خوب..... آستین کا سانپ تو سنا تھا.....اب میں اضافہ فرما رہے ہیں جناب

"میں یہی چاہتا ہوں کہ تم چہکتے رہو.....!"

دفعتاً حمید چونک پڑا.....اسے یاد آیا کہ جب اس نے ڈکے سے پٹرول کا ٹن اس میں بھکشو کی لاش موجود نہیں تھی۔

"وہ.....وہ لاش.....!" وہ آہستہ سے بولا۔

"کونسی لاش.....!"

"میرا خیال ہے کہ جب میں نے ڈکے سے پٹرول کا ٹن نکالا تھا اس وقت لاش نہیں تھی.....!"

"ہمارے پہنچنے سے قبل ہی انہوں نے لاش نکال لی ہوگی.....! حمید نے طرف سے گھر گئے ہیں.....! وہ دیکھو نیچے بائیں جانب.....!"

حمید نے نشیب میں دیکھا.....دور آگ کی لپٹیں آسمان کو چھوتی محسوس ہو رہی

"پورا موبیل آگ کی لپیٹ میں ہے۔ تینوں لاشیں جل کر خاک ہو جائیں گی بھی زندہ نہ چھوڑتے.....اوہ.....تم پچھلی نشست پر چلے جاؤ۔ اکرام کو یہاں میرے پاس

"اب آپ مجھ کو ناگن کی آستین میں پہنچانا چاہتے ہیں.....!"

"ہوشیار رہنا.....شکاریوں کے خلاف ہر ثبوت کا نشان وہ مٹا دینا چاہتے کی طرف سے یوں غفلت برت رہے ہیں کہ لڑکی تو موجود ہی ہے اس کے لیے.....

فریدی نے خاموش ہو کر گاڑی کی رفتار کم کر دی.....! پچھلی گاڑی کی روشنی اب نظر نہیں آ رہی تھی.....غالباً اب وہ کسی پچھلے نشیب میں تھی۔

"اکرام.....!" دفعتاً فریدی اونچی آواز میں بولا۔ "تم یہاں پاس آ جاؤ۔ کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔"

"میرا دماغ قابو میں نہیں.....!" جواب ملا۔

"تم آؤ تو.....!"

گاڑی رک گئی۔ حمید نے اگلی سیٹ سے اتر کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور اکرام کو نیچے اترنے میں مدد دی.....ویسے وہ مڑ مڑ کر پچھلی گاڑی کی روشنی تلاش کرتا رہا تھا۔! اکرام کو اگلی سیٹ پر بٹھا کر وہ ریما کے برابر آ بیٹھا۔

"یہ تم نے بہت اچھا کیا۔!" ریما طویل سانس لے کر بولی۔ "اس مظلوم آدمی کے ساتھ میرا دم گھٹ رہا تھا۔ اس کے لیے کچھ بھی تو نہیں کر سکتی!"

"میری تمباکو نوشی تمہیں گراں تو نہیں گزرے گی۔!" حمید جیب سے پائپ نکالتا ہوا بولا۔

"نہیں.....! شیشے چڑھا دو.....سرد ہوا میری ہڈیوں میں پیوست ہوتی جا رہی ہے۔ آج کا دن کتنا بھیانک تھا! مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے میں کبھی اسے اپنی یادداشت سے نہ جھٹک سکوں گی۔ مجھے بتاؤ اس کی موت کیونکر ہوئی تھی.....!"

"کیڑے..... خوفناک کیڑے..... ہزاروں کی تعداد میں اس کے جسم سے چمٹے ہوئے تھے.... باریک باریک ریشوں کی شکل کے کیڑے..... خدا کی پناہ.....میرے ساتھی کی ذہانت کام آئی ورنہ وہ اس کا خون چوسنے کے بعد پوری عمارت میں پھیل جاتے اور تلاش کر کے ختم کرنا مشکل ہوتا.....!"

"کتنی عجیب بات ہے.....! کچھ ہی دیر پہلے وہ مجھ سے ہنس ہنس کر باتیں کرتی رہی تھی.....آخر وہ کیڑے کہاں سے اس پر نازل ہوئے.....!"

"میرا ساتھی کہہ رہا تھا کہ کیڑے امپورٹڈ ہیں..... یہاں ان کا وجود نہیں پایا جاتا۔"

"میری سمجھ میں نہیں آیا.....!"

"بھول جاؤ.....بور ہوتے رہنے سے کیا فائدہ.....!"

"ایسے انداز گفتگو نہ کرو.....اس کے متعلق.....!"

پچھلی گاڑی کی روشنی پھر دکھائی دینے لگی تھی.....! حمید پائپ سلگانے لگا.....ریما طرف کی کھڑکی کا شیشہ چڑھا رہی تھی۔

"تم لوگ شراب تو نہیں پیتے.....!" دفعتاً اس نے حمید سے پوچھا۔!

"اگر کوئی خوبصورت سی لڑکی ساتھ ہو تو کبھی نہیں پیتے۔ پھر ضرورت ہی نہیں محسوس ہوتی۔"

"میں تمہیں ابھی تک نہیں سمجھ سکی.....!"

"ایک عمر چاہیے مجھے سمجھنے کیلئے..... میری پیدائش سے پہلے ہی سے لوگوں نے مجھ سمجھنے کی کوشش شروع کر دی تھی۔"

ریما کچھ نہ بولی.....! فریدی اور اکرام کے درمیان آہستہ آہستہ گفتگو ہو رہی تھی... حم اندازہ نہ کر سکا کہ موضوع کیا ہے۔

دوسری گاڑی اب زیادہ دور نہیں معلوم ہو رہی تھی۔ حمید سوچ رہا تھا کہ فریدی گفتگو م محو ہو کر غیر شعوری طور پر گاڑی کی رفتار کم کرتا جا رہا ہے۔

دفعتاً گاڑی کے ڈیش بورڈ سے آواز آئی۔ "وارننگ..... وارننگ گاڑی روک دو..... ور اگر ہم نے پہیوں پر فائر کیے تو کسی کھڈ میں جا پڑو گے..... وارننگ..... وارننگ.....! گاڑی روکو اور اکرام کو ہمارے حوالے کر دو۔"

دفعتاً فریدی نے رفتار تیز کر دی اور اونچی آواز میں بولا۔ "میں اپنی مشاقی کا مظاہرہ کر چاہتا ہوں، ضرور فائر کرو۔ اکرام میری محافظت میں ہے۔ اسے کوئی ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔"

"خدا کی پناہ.....!" حمید بڑبڑایا.....! "تو اس گاڑی میں ٹرانسمیٹر بھی موج ہے.....! ریما ڈیئر یہ کیا قصہ ہے!"

"میں کچھ نہیں جانتی..... کچھ بھی تو نہیں.....!" وہ روہانسی ہو کر بولی۔

"حمید محتاط رہو.....!" فریدی کی آواز آئی۔ "ہماری اب تک کی گفتگو انہوں نے سنی گی.....!" ڈیش بورڈ سے پھر آواز آئی۔ "ہمیں تمہاری گفتگو سے کوئی سروکار نہیں۔ اکرام ہمارے حوالے کر دو۔ گاڑی روکو..... ورنہ پچھتانے کے لیے زندہ نہیں بچو گے.....!"

"کوشش کرو.....!" فریدی کی آواز تھی۔

"آخر..... یہ میرے دشمن کیوں ہو گئے ہیں۔!" اکرام بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"میں نے ان کا کیا بگاڑا ہے۔ زیادہ تر ان کے کام ہی آتا رہتا تھا!"

"تم فکر نہ کرو۔ وہ تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکیں گے.....!"

"کیا یہ سب کچھ واجدی کے سلسلے میں ہو رہا ہے؟"

"خدا جانے.....!" فریدی کا جواب تھا۔

پھر انہوں نے پے در پے فائروں کی آوازیں سنیں۔ حمید سوچ رہا تھا اگر اس رفتار پر کوئی ٹائر فلیٹ ہوا تو سچ مچ تباہی کا سامنا ہوگا۔

"ارے ظالمو.....! ہمارے ساتھ ایک خوبصورت لڑکی بھی ہے.....!" دفعتاً اس نے آواز میں کہا۔

"حمید خاموش بیٹھو.....!" فریدی نے سخت لہجے میں کہا۔

"آخر یہ کیا ہو رہا ہے۔ فائروں کی آوازیں کیسی ہیں.....! کیا پچھلی گاڑی سے فائر ہو رہے ہیں۔!" ریما نے ایک ہی سانس میں کئی سوال کر ڈالے۔!

"وہ ہماری گاڑی روکنا چاہتے ہیں.....!" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"تو روک دو..... ورنہ اگر کوئی ٹائر فلیٹ ہوا تو گاڑی کسی کھڈ میں جا پڑے گی!"

"میرے ساتھی کو..... اتنی ذرا ذرا سی باتوں کی پروا نہیں ہوتی!"

"میں کیا کروں..... میں کیا کروں.....!" وہ مضطربانہ انداز میں بڑبڑائی۔

دفعتاً.....! فریدی نے پھر رفتار کم کر دی.....! بریک لگائے اور انجن بند کرتے ہوئے..... گاڑی سے چھلانگ لگا دی۔

حمید "ارے ارے" ہی کرتا رہ گیا تھا۔

اکرام کی گھگھی بندھ گئی تھی اور اس کے حلق سے بے ہنگم آوازیں نکل رہی تھیں۔

حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیے! فریدی اب کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔!

دفعتاً اس نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور نیچے اتر کر اکرام کے برابر اسٹیئرنگ کے نشست جا بیٹھا۔

اتنے میں دوسری گاڑی پیچھے آرکی...... اور اس میں سے کسی نے گرج کر کہا۔ "کوئی اپنی جگہ سے جنبش نہ کرے ورنہ گولی ماردی جائے گی......!"

"ارے... خدا... ارے مالک......!" اکرام بری طرح ہانپ رہا تھا۔

"مجھے بھی تو بتاؤ یہ کیا ہو رہا ہے!" ریما حمید کے شانے پر ہاتھ مار کر بولی۔

"وہ تمہیں پکڑ لے جانا چاہتے ہیں!"

"کیوں......؟ میں نے ان کا کیا بگاڑا ہے!"

"بگاڑ ہی لیتیں تو اچھا تھا......!"

اتنے میں دو آدمی ان کی گاڑی کے قریب آئے اور ایک نے گاڑی کے اندر ٹارچ کی روشنی ڈالی۔

"وہ تو نہیں ہے...؟" اس نے اپنے ساتھی کی طرف مڑے بغیر گرج کر کہا۔ پھر حمید سے پوچھا......! "فریدی کہاں ہے؟"

"وہ تو ہوٹل میں رہ گئے تھے...!"

"بکواس ہے...؟" دوسرا گرج کر بولا۔

"بکواس ہی ہوگی......!" حمید کے لہجے میں لاپروائی تھی۔

"ٹھیک ہے... پیچھا اتار لو......!"

ٹھیک اسی وقت وہ چیخ مار کر ڈھیر ہو گیا جس نے ٹارچ سنبھال رکھی تھی۔ دوسرا اچھل کر پیچھے ہٹتا ہوا چیخا...... "کیا ہے... کیا ہے؟"

اسے جواب نہ مل سکا... پھر وہ بھی کراہتا ہوا لڑکھڑایا اور ایک طرف کو جھک گیا۔ پچھلی گاڑی سے کسی کی آواز آئی "وہ سائیلنسر لگا ہوا ریوالور استعمال کر رہا ہے۔ بھاگو..." پچھلی گاڑی کا انجن اسٹارٹ ہوا...... اور وہ ریورس گیئر میں ڈالی گئی۔ پھر کسی قدر مرسیڈیز کے قریب سے گزرتی ہوئی تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

ختم شد

جاسوسی دنیا نمبر 107

تیسری ناگن

(دوسرا حصہ)

پیش رس

"خونی ریشے" کے بعد "تیسری ناگن" حاضر خدمت ہے! اور.....اور..... کے بعد کیا عرض کروں کیونکہ خطوط کا ایک ڈھیر نظروں کے سامنے ہے اور خونی ریشے کتاب پیش کرنے کے سلسلے میں آپ کی طرف سے اپنی پیٹھ ٹھونک رہا ہوں۔ بہت شکریہ پسندیدگی کا۔

"تیسری ناگن" بھی آپ کو پسند آئے گی۔ تاخیر سے کتابیں پیش کرنے کے لئے اکثر وجہ بتا کر معذرت طلب کی ہے۔ لیکن اس وجہ کو آپ درخور اعتنا نہیں سمجھتے کیونکہ دانست میں معدے کی خرابی اور کراچی دو الگ الگ چیزوں کے نام نہیں ہیں۔ پھر کون کرتا ہے کراچی میں..... کرکٹ نہیں ہوتا کہ عشقیہ فلمیں نہیں چلتیں..... آخر جاسوسی نے کیا قصور کیا ہے کہ انہیں معدے کی خرابی کی نذر کر دیا جائے۔

بات تو ٹھیک ہے۔ شاید میں بھی معدے کی خرابی کو عادت بنا لینے میں کا ہو جاؤں۔

بہت سے حضرات نے اطلاع دی ہے کہ میرے ناول "گیت اور خون" کا لا کسی پبلشر نے "مرڈر" کیا ہے!

ابھی تک مجھے وہ کتاب نہیں مل سکی جسے "گیت اور خون" کا چربہ کہا جا رہا ہے۔ آپ مطمئن رہیں اگر ایسی کوئی حرکت ہوئی ہے تو اس پبلشر کے خلاف یقینی طور پر کارروائی کی جائے گی۔

یارو کہاں تک لکھوں۔ کیا کیا دیکھوں..... ویسے اس میں کچھ قصور آپ کا

آپ فریدی، حمید اور عمران کے علاوہ اور کسی کردار کی کہانیاں پڑھنا ہی نہیں چاہتے! کئی لوگوں نے کوشش کی، خلوص نیت سے چاہا کہ آپ ان کے علاوہ بھی کسی کو "لفٹ" دیں لیکن آپ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ نقلی ہی سہی پڑھیں گے انہیں کرداروں سے متعلق۔ آپ اس سے انکار نہیں کر سکتے۔ اگر انکار ہے تو یہ فرمایئے کہ آخر ان "حشرات الارض" کی کھپت کہاں ہوتی ہے۔ عالم ارواح سے تعلق رکھنے والوں کو جاسوسی ناولوں سے دلچسپی نہیں ہو سکتی۔

لہٰذا آپ مجھے اس مسئلہ پر بور کرنا چھوڑ دیجئے..... ویسے میں آپ سے وعدہ کر چکا ہوں کہ اگر کسی نے بھی ظفر الملک اور جیمسن کو ہاتھ لگانے کی کوشش کی تو اسے اس کے لئے عدالت میں جوابدہ ہونا پڑے گا۔

اس کے بعد ان خطوط کے جواب کا نمبر آتا ہے جن میں مجھ سے فرمائش کی گئی ہے کہ میں "ادب" کی بھی کچھ خدمت کروں۔

عجیب بات ہے کہ جب میرا کوئی ناول بہت پسند کیا جاتا ہے تو مجھ سے "ادب" کی خدمت کرنے کی فرمائش ضرور کی جاتی ہے۔

بھائی آپ مجھے صرف اردو کی خدمت کرنے دیجئے (اس کے باوجود کہ صرف ونحو کی غلطیاں مجھ سے بھی سرزد ہوتی ہوں گی)

آپ میری اس وقت کی خوشی کا اندازہ نہیں لگا سکتے جب مجھے کسی سندھی یا بنگالی بھائی کا خط بایں مضمون ملتا ہے کہ محض آپ کی کتابیں پڑھنے کے شوق میں اردو پڑھ رہا ہوں۔ پڑھ کر سنانے والوں کا احسان کہاں تک لیا جائے۔

اب بتایئے میں "ادب" کی خدمت کروں یا میرے لئے "اردو" ہی کی خدمت مناسب ہوگی۔ ویسے اپنے نظریات کے مطابق میں ادب کی بھی خدمت کر رہا ہوں اور سماج کی بھی اور میری اس خدمت کا انداز تو بدلتے ہوئے حالات سے متاثر ہوتا ہے اور وقتی مصلحتوں کے تحت کوئی دوسری شکل اختیار کر سکتا ہے۔ بہرحال میں قانون کا احترام کرتا ہوں۔

کچھ لوگ "ادب" میں میرے مقام کی بات شروع کر دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں عرض ہے کہ آپ کی نظروں میں میرا کوئی مقام ضرور ہے۔ ورنہ آپ کو اس کی فکر ہرگز نہ ہوتی۔

ویسے اگر آپ "ادب میں مقام" کے سلسلے میں مجھ سے کچھ سننا ہی چاہتے ہیں تو سنئے...... اساطیری کہانیوں سے لے کر مجھ حقیر کی کہانیوں تک آپ کو ایک بھی ایسی کہانی ملے گی جس میں جرائم نہ ہوں...... اور آج بھی آپ جسے بہت اونچے قسم کے ادب کا درجہ دیتے ہیں اور جس کا ترجمہ دنیا کی دوسری زبانوں میں بھی آئے دن ہوتا رہتا ہے کیا وہ جرائم کے تذکروں سے پاک ہوتا ہے؟ کیا اس کے مضرت رساں پہلوؤں پر ہمارے نقاد کی نظر پڑتی ہے؟ اگر نہیں تو کیوں؟"

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ مجرمانہ ذہنیت رکھنے والے لوگ کہانیوں میں بھی (جو دراصل ذہنی فرار کا ذریعہ ہوتی ہیں) پولیس یا جاسوس کا وجود نہیں برداشت کر سکتے...... پولیس کو اس لئے برداشت کرلیں گے کہ وہ للکار کر سامنے آتی ہے لیکن جاسوس تو بے خبری میں پتہ نہیں کب گردن دبوچ لے!

لہٰذا اگر مجھے "ادب" میں کوئی مقام پانے کی خواہش ہے تو "جاسوس" کو چھٹی دینی پڑے گی۔ لیکن میں اس پر تیار نہیں کیونکہ مجھے ہر حال میں شر پر خیر کی فتح کا پرچم لہرانا ہے...... میں باطل کو حق کے سامنے سربلند نہیں دکھانا چاہتا۔ میں معاشرے میں مایوسی نہیں پھیلانا چاہتا...... ایسی مایوسی جو غلط راستوں پر لے جائے۔

بس تو پھر آپ بھی مقام وقام کا چکر چھوڑیئے اور مجھے وہیں رہنے دیجئے جہاں ہوں۔ اگر آپ کو میری کہانیاں پسند ہیں اور آپ یہ محسوس کرتے ہیں کہ میں آپ کے تھکے ہوئے ذہنوں کے لئے معیاری تفریح مہیا کر رہا ہوں تو میں اس پر مطمئن ہوں۔ امید کہ آپ بھی مطمئن ہو گئے ہوں گے۔

والسلام

ابن صفی

۱۹۶۶/۰۳/۰۳

راستے الگ الگ

بیکراں رات کے سناٹے میں وہ اس سنسان سڑک پر گویا موت کے منتظر تھے۔ دو لاشیں کیپٹن کے قدموں میں پڑی ہوئی تھیں۔ مرنے والوں میں سے ایک کے ہاتھ سے ٹارچ گری تھی اور سڑک پر پڑی ہوئی اپنی روشنی سے دونوں لاشوں کے بھیانک چہروں کے خدوخال واضح کر رہی تھی۔

سناٹا...... اتھاہ سناٹا......!

دفعتاً حمید اکرام کی کراہ سن کر چونکا۔

"کیا بات ہے۔" وہ جھک کر کھڑکی سے اگلی سیٹ پر نظر ڈالتا ہوا بولا۔

"گگ...... کچھ نہیں۔" یہ اکرام کی آواز تھی۔

"ان دونوں کو کیا ہوا......!" ریما کی کپکپاتی ہوئی سی آواز آئی۔

"مر گئے......!" حمید نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "شاید یہ بھی سکون کی تلاش میں تھے...... انہیں ابدی سکون مل گیا۔"

"اب میں پاگل ہو جاؤں گی۔"

"صبح اندھیرے میں مجھے پاگل عورتوں سے خوف معلوم ہوتا ہے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ دونوں بھکشو درندے تھے یا تم دونوں۔"

"پاگل ہو جانے کے بعد سمجھ میں آ جائے گا۔" حمید کہتا ہوا جھکا اور ٹارچ اٹھا دونوں لاشوں کا جائزہ لینے لگا۔

اتنے میں فریدی نشیب سے اوپر آ گیا اور حمید کے ہاتھ سے ٹارچ لیتا ہوا بولا رائفل اٹھاؤ اور اس کی کارتوسوں کی پیٹی کھول لو۔"

دوسری لاش کے نیچے سے ریوالور برآمد ہوا تھا اور اس کی کارتوسوں کی پیٹی بھی ا گئی تھی۔

"یہ آپ سائیلنسر سے کیوں شوق فرمانے لگے ہیں۔" دفعتاً حمید بولا۔

"سائیلنسر استعمال نہ کرتا تو بات بڑھ جاتی...... وہ فائروں کی سمت معلوم کر وقت کیوں برباد کرتا...... چلو بیٹھو۔"

وہ اُسے پچھلی سیٹ پر دھکا دے کر خود بھی اسٹیئرنگ کے سامنے جا بیٹھا۔

"آخر میں کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔" اکرام کی آواز آئی۔

فریدی نے کچھ کہے بغیر انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی آگے بڑھ گئی۔

"کک...... کیا یہ لاشیں یہیں...... پپ...... پڑی رہ جائیں گی۔" ریما ہکلائی

"لاشیں البم میں تو چپکائی نہیں جا سکتیں۔" حمید نے خشک لہجے میں کہا۔

"خداوندا...... خداوندا......!" ریما سسکنے لگی۔

"گھبراؤ نہیں۔" حمید اس کا شانہ تھپکتا ہوا بولا۔ "یہ سب تمہارے لئے ہو رہا ہے اب خزانے کا نقشہ ہمارے قبضے میں ہے۔ وہ تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے۔"

"خزانہ بکواس ہے۔" وہ جھنجھلا کر بولی۔

"خدا جانے۔" حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔

"یقین کرو! وہ کھلا ہوا جھوٹ تھا۔"

"میں کیسے یقین کرلوں جب کہ ہالی وڈ میں آئے دن ایسی کہانیاں فلمائی جاتی رہتی ہیں۔"

"حمید خاموش رہو۔" فریدی نے سخت لہجے میں کہا اور پھر سناٹا چھا گیا۔

اب اس گاڑی میں صرف دو آدمی باقی رہ گئے تھے۔ ایک وہ جو ڈرائیو کر رہا تھا اور دوسرا اُس کے برابر بیٹھا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر عقب نما آئینے کو دیکھے جا رہا تھا۔

"ناصر! یہ کیا ہو گیا؟" کچھ دیر بعد وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"یہ اتنا آسان کام نہیں ہے۔" ڈرائیو کرنے والے نے غصیلی آواز میں کہا۔ "وہ موت کا ہرکارہ ہے! عام طور پر اُس کو اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے۔"

"میں پوچھ رہا ہوں کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے۔"

"میں کچھ نہیں جانتا! تم عقب نما آئینے پر نظر رکھو۔"

"ابھی تک اُس کی گاڑی کی روشنی نہیں دکھائی دی۔"

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ ٹیکم گڈھ کی طرف پلٹ گیا ہو۔ پہلے بھی اُس نے اس کی کوشش کی تھی۔" ناصر بولا۔

"بہت اچھا ہے...... اگر ایسا ہوا ہو۔"

"بزدلی کی باتیں نہ کرو۔"

"جہنم میں گئی ایسی رقم...... مارے گئے تو کس کام کی۔" دوسرا بولا۔

"خاموش رہو ورنہ اپنوں ہی کے ہاتھوں مارے جاؤ گے۔" ناصر بولا۔

"تم نے مجھے اس جنجال میں پھنسایا ہے۔"

"دولت زمین سے نہیں اُگتی! قوت بازو سے حاصل کی جاتی ہے۔" ناصر نے کہا اور اس ہاتھ بڑھا کر ڈیش بورڈ کا ایک سوئچ آن کر دیا۔

"ہیلو...... ہیلو......!" وہ اونچی آواز میں بولنے لگا۔ "ہیلو...... ہیلو...... اٹ از ناصر۔"

"ہیلو......!" ڈیش بورڈ سے آواز آئی۔ "اِٹ از جارا کا کا......!"

"میرے دو ساتھی کام آئے۔" ناصر بولا۔ "حکم کے مطابق میں نے انہیں وارننگ دے کر گاڑی روکنے کو کہا تھا...... انہوں نے گاڑی روکی تو لیکن نہ جانے کس طرح گاڑی سے

کود گئے کہ ہم انہیں نہ دیکھ سکے۔ صرف لڑکی اور اکرام گاڑی میں موجود تھے۔ اچانک
طرف سے بے آواز فائرنگ شروع ہوگئی..... میرے دو ساتھی مارے گئے اور مجھے
بھاگنا پڑا..... اوور.....!"

"تم اس وقت کہاں ہو۔" ڈیش بورڈ سے آواز آئی۔

"نیلم سرائے کے آس پاس.....!" ناصر بولا۔

"تم دونوں فی الحال وہیں چلے جاؤ..... لیکراس تمہیں وہیں ملے گا..... آئندہ
اس سے ہدایات لو۔"

"اوکے سر.....!"

"اوور اینڈ آل.....!" دوسری طرف سے آواز آئی اور ناصر نے سوئچ آف کردیا
کچھ دیر خاموشی رہی پھر دوسرا شکاری بولا۔ "تم جھوٹ کیوں بولے تھے۔ کیپٹن
گاڑی میں موجود تھا۔"

"میں شکاری ہوں سمجھے!" ناصر نے تلخ سی ہنسی کے ساتھ کہا۔ "کسی کا نمک خوار
نہیں..... ٹھیکے پر کام کررہا ہوں۔"

"میں پوچھ رہا ہوں آخر یہ دو زندگیاں کس کھاتے میں جائیں گی، جو کچھ دیر پہلے
ہوگئیں۔"

"کیا تم سمجھتے ہو کہ اس کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔ میری ہی طرح وہ بھی دولت کی
میں نکلے تھے۔"

"تم نے یہ ظاہر کر کے اچھا نہیں کیا تھا کہ تم فریدی کو جانتے ہو۔"

"وہ مجھے پہچانتا ہے..... اُس وقت سے جانتا ہے جب میں گرومی کیلئے شکار کیا کرتا تھا"

"ہوں..... اور یہ لیکراس کون ہے جس سے ہم نیلم سرائے میں ملنے والے ہیں۔"

"غیر ملکی ہے۔"

کچھ دیر خاموشی رہی پھر دوسرا شکاری بولا۔ "سڑک سے اس وقت گاڑی ہٹانا مناسب
نہ ہوگا۔"

"کیا مطلب.....؟"

"ظاہر ہے کہ نیلم سرائے پہنچنے کے لئے ہمیں سڑک چھوڑنی پڑے گی۔"

"تو اس سے کیا.....؟"

"برف کے نیچے کیا ہے کوئی نہیں کہہ سکتا۔"

"اوہ.....!" ناصر نے قہقہہ لگایا۔ "تم موت سے اتنا ڈرتے کیوں ہو۔"

"شکار کھیلنا بڑی خوبصورت درندگی ہے۔ لیکن آدمیوں کا شکار ہوتے پہلی بار دیکھا ہے
میں نے۔ وہ دونوں بیچارے..... کیا اُن کی لاشیں وہیں پڑی رہ گئی ہوں گی۔"

"تمہیں صرف دو ایک پگ برانڈی کے درکار ہیں اس کے بعد سب ٹھیک ہوجائے
گا۔" ناصر نے کہا اور گاڑی کی رفتار کم کر کے اُسے داہنی جانب ڈھلان میں اتارنے لگا۔

"کیا تم واقعی پاگل ہوگئے ہو۔" دفعتاً دوسرا شکاری چیخا۔

"تو کیا مجھے نیلم سرائے نہ جانا چاہئے۔" ناصر نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"ہرگز نہیں..... سیدھے چلو۔"

"اچھی بات ہے۔" ناصر نے بریک لگاتے ہوئے کہا۔ ساتھ ہی بائیں ہاتھ سے اُس
نے ریوالور نکالا تھا۔ دوسرے شکاری کو اس کی خبر تک نہ ہوئی۔

گاڑی ریورس گیئر میں پھر سڑک کی طرف واپس جارہی تھی اور دوسرا شکاری کہہ رہا تھا۔
"ریکم بالا ہی کی طرف چلو۔ مجھے خوشی ہے کہ تم میری یہ خواہش پوری کررہے ہو ورنہ عام
حالات میں تم سے زیادہ ضدی آج تک میری نظر سے نہیں گزرا۔"

ناصر نے قہقہہ لگایا۔ ایسا لگا جیسے یہ محض خوش دلی کا اظہار ہو۔ دوسرا شکاری بھی اس قہقہے
میں شریک ہوکر کھڑکی کے باہر دیکھنے لگا۔

دفعتاً اس کے کان کے قریب فائر ہوا اور دانت نکلے ہی رہ گئے۔

دوسرے لمحے میں اسی کی جانب کا دروازہ کھلا تھا اور اس کی لاش سڑک پر جاپڑی تھی۔

دروازہ بند ہوا ساتھ ہی ناصر کا دوسرا قہقہہ فضا میں گونجا اور گاڑی پھر اُسی ڈھلان میں
اتر گئی جدھر جانے سے دوسرے شکاری نے ناصر کو باز رکھنے کی کوشش کی تھی۔

وہ بالکل خاموش بیٹھے تھے اور گاڑی معمولی رفتار سے ریگم بالا کی طرف بڑھ رہی تھی۔ کیپٹن حمید نے یہ بھی نہیں پوچھا تھا کہ آخر آہستہ روی میں کون سی مصلحت پوشیدہ ویسے اب وہ بولنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ محض اسلئے کہ ڈیش بورڈ والا ٹرانسمیٹر خود کار معلوم ہوا

دفعتاً فریدی بولا۔ ''حمید! تم خاموش کیوں ہو۔''

''میں چاہتا ہوں بیچاری ریما اب سو جائے...... اُس کے اعصاب پر بہت بُرا ہے......!'' حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

''اُس سے کہو ہم پر اعتماد کرے۔''

''صرف مجھ پر کر سکتی ہے۔''

''نہیں مجھے سب پر اعتماد ہے۔'' ریما بولی۔ ''درندے ہونے کے باوجود بھی تم انسانیت کی حدود کو نہیں پھلانگتے...... میں تم لوگوں کو کسی حد تک مظلوم بھی سمجھتی ہوں۔''

''ریگم بالا میں تم جہاں کہو گی پہنچا دی جاؤ گی۔'' فریدی نے کہا۔

''میں جہاں کہوں گی۔'' ریما نے حیرت سے دہرایا۔

''کیوں اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟'' حمید نے جواباً حیرت ظاہر کی۔

''میں ریگم بالا تو کیا اس پورے ملک میں کسی کو نہیں جانتی۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم دونوں مجھے کہاں لے جاتے۔''

''تب تو پھر یہی مناسب ہوگا کہ ہمارے ہی ساتھ رہو۔''

دفعتاً فریدی نے بریک لگائے اور گاڑی تیز قسم کی چرچراہٹ کے ساتھ رک گئی۔

''کیا ہے......؟'' حمید چونک پڑا۔

اور پھر اُسے وہ چیز نظر آ گئی۔ ایک آدمی سڑک پر اوندھا پڑا تھا اور اُس کے سر کے پاس کی برف سرخ ہو رہی تھی۔

فریدی نے ہیڈ لیمپ بجھا دیے لیکن انجن بند نہ کیا۔

''میرا خیال ہے......!'' حمید نے کچھ کہنا چاہا۔

''خاموش رہو۔''

پھر فریدی بڑی احتیاط سے نیچے اُترا تھا اور جھک کر تیزی سے دوڑتا ہوا خود بھی دھم سے لاش ہی کے قریب جا گرا تھا۔

حمید بوکھلا گیا...... کیا بے آواز فائر؟ فوری طور پر اسی خیال نے اُسے بھی گاڑی سے باہر لا پھینکا۔

اب وہ پیٹ کے بل رینگتا ہوا فریدی کیطرف بڑھ رہا تھا۔ ریوالور ہولسٹر سے نکل آیا تھا۔

برف پر اس طرح رینگنا ہنسی کھیل تو نہیں۔ آدھی ہی مسافت بلائے جان بن گئی۔

دفعتاً اس نے فریدی کو پلٹتے دیکھا۔ وہ بھی اسی کی طرح رینگتا ہوا گاڑی کی طرف واپس آ رہا تھا۔ حمید نے اطمینان کا سانس لیا۔

قریب پہنچ کر فریدی آہستہ سے بولا۔ ''لاش...... میرا خیال ہے کہ وہ ناصر کے ساتھیوں میں سے ہے۔ صبح موٹیل میں وہ غالباً اس کے ساتھ ہی تھا۔''

''اوہو...... تو اسے بھی گولی لگی تھی۔''

''نہیں...... وہ میرے ہاتھوں نہیں مرا۔ میں نے صرف دو فائر کیے تھے اور دو لاشیں تم وہاں دیکھ چکے ہو...... اس کی کنپٹی پر گولی ماری گئی ہے اور جہاں لاش پڑی ہوئی ہے ٹھیک وہیں سے کوئی گاڑی ڈھلان میں اتری ہے۔''

''تو پھر اب کیا کیا جائے۔''

''پہلے ہمیں اُس ٹرانسمیٹر سے چھٹکارا پانا چاہئے جو گاڑی میں موجود ہے۔ تم اسی طرح داہنی جانب والی ڈھلان اُتر جاؤ اور اس راستے پر نظر رکھو جدھر وہ گاڑی گئی ہے۔''

حمید اُس کی ہدایت کے مطابق داہنی جانب والی ڈھلان میں رینگ گیا اور لاش کی پوزیشن ذہن میں رکھ کر داہنی جانب اندھیرے میں آنکھیں پھاڑتا رہا۔

دفعتاً اُس نے ایک سریلی سی چیخ سنی اور اچھل پڑا۔ گاڑی کے انجن کی آواز پہلے سے تیز ہو گئی تھی۔

''اوہ...... مردود......!'' فریدی کی آواز آئی۔

"کیا ہوا.....؟" حمید بوکھلا کر سڑک کی طرف جھپٹا۔

پھر فریدی اُسے سڑک پر دو زانو بیٹھا ہوا نظر آیا۔ قریب پہنچا تو ریما بھی نظر آئی
برف پر اوندھی پڑی تھی۔ لیکن گاڑی کا کہیں پتہ نہ تھا۔

"کیا ہوا.....؟" حمید قریب پہنچ کر خود بھی فریدی ہی کی سی پوزیشن میں بیٹھتا ہوا بولا

"اسے گاڑی سے دھکیل کر فرار ہو گیا۔"

"اکرام.....!"

"اور نہیں تو کیا چیانگ کائی شیک۔" فریدی کے لہجے میں جھنجھلاہٹ تھی۔

"وہ تو..... وہ تو..... کمال ہو گیا.....!" حمید کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اُسے
کہنا چاہئے۔ اکرام کی اس حرکت پر غصے کا اظہار کرے یا قہقہے لگائے۔

"کیا تم ہوش میں ہو!" فریدی نے جھک کر ریما سے پوچھا۔

"ہا..... آں..... آں.....!" کانپتی ہوئی آواز ریما کے منہ سے نکلی تھی۔

"اٹھنے کی کوشش کرو۔"

"گری ہوئی عورتیں خود سے نہیں اٹھ سکتیں۔" حمید اُسے سہارا دینے کے لئے
بڑھاتا ہوا بولا۔ لیکن فریدی نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"ارے..... ارے..... میں تجربے کی بات کہہ رہا ہوں۔"

اتنے میں ریما خود ہی اٹھ بیٹھی۔

حمید کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا ہوگا..... ضروری نہیں تھا کہ سنسان سڑک
جب کہ چاروں طرف برف ہی برف نظر آرہی تھی کوئی گاڑی بھی دکھائی دیتی۔ ایسے موسم
رات کا سفر ملتوی ہی کر دیتے ہیں۔

"یہاں رکنا ٹھیک نہیں ہے۔" دفعتاً فریدی بولا اور ریما کا ہاتھ پکڑ کر داہنی ہی جانب
ڈھلان میں اترتا چلا گیا۔ لیکن جگہ وہی منتخب کی تھی جہاں سے برف پر گاڑی کے پہیوں
نشانات نظر آرہے تھے۔

جب حمید بھی اُس کے قریب پہنچ گیا تو بولا۔ "میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔"

"کہنے کی ضرورت نہیں! یہ تو میری تقدیر ہے۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

وہ دیکھ رہا تھا کہ فریدی گاڑی کے پہیوں کے نشان سے لگ کر چل رہا تھا۔

اُن دونوں نے اس کی تقلید شروع کر دی۔

"م..... میں تو..... اس طرح نہیں چل سکوں گی۔" ریما منمنائی۔

"پھر کس طرح چل سکو گی۔" حمید نے پوچھا۔ وہ اس کے ساتھ چل رہا تھا۔

فریدی سب سے آگے تھا۔ حمید کو اس وقت ریما پر کڑی نظر رکھنی تھی۔

"وہ..... وہ..... مجھے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔"

"بے ضرر آدمی تھا۔ تم کیوں نہیں گئیں اُس کے ساتھ۔"

"میرے انکار پر اُس نے مجھے گاڑی سے دھکیل دیا۔"

"آخر انکار کیوں کیا.....؟"

"اب میں تم دونوں کے علاوہ اور کسی پر بھی اعتماد نہیں کر سکتی۔ تم نے ابھی تک میرے
ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کی۔"

دفعتاً فریدی ایک جگہ رک گیا۔ انہیں بھی رکنا پڑا۔

اب وہ اُسے بائیں جانب ایک جگہ کی برف ہٹاتے دیکھ رہے تھے۔

"کیا بات ہے باس.....!" حمید نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں رات بسر کرنے کے لئے کوئی جگہ تلاش کرنی چاہئے۔"

"برف کے نیچے.....؟"

"بکو مت..... میں قدم رکھنے کے لئے جگہ دیکھ رہا ہوں۔ کہیں کسی گڑھے میں نہ گر
جائیں۔"

پھر حمید بھی اس کے قریب بیٹھ کر برف ہٹانے لگا تھا اور کچھ دیر بعد وہ بیٹھے ہی بیٹھے
بائیں جانب کھسک رہے تھے۔

ناصر نے گاڑی نیلم سرائے کے سامنے روکی۔ یہ بھی شہتیروں ہی سے بنائی ہوئی ایک

عمارت تھی۔

کھڑکیاں اور دروازے سب بند تھے۔ کہیں کسی درز سے بھی روشنی نہیں دکھائی دے رہی

اُس نے صدر دروازے پر ٹھوکریں مارنی شروع کیں اور بالآخر کوئی دروازہ کھول

دہاڑا۔ "کون ہے۔"

"بے خبر ہو جاتے ہو حرامی۔" ناصر نے اُسے دھکا دے کر پیچھے ہٹاتے ہوئے کہا۔

"معاف کرنا ساب۔" میلے کچیلے سے آدمی نے کہا اور اپنی بائیں آنکھ کا کیچڑ م

کرنے لگا۔

ناصر آگے بڑھتا چلا گیا۔ ساخت کے اعتبار سے یہ جگہ اکرام کے موٹیل سے مخ نہیں تھی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ یہاں کاؤنٹر کے پیچھے فرش سے چھت تک متعدد خانوں کئی قسم کی شرابوں کی بوتلیں بھی چنی ہوئی تھیں اور کاؤنٹر پر بیٹھا ہوا آدمی اکرام کی طرح ڈھالا نہیں معلوم ہوتا تھا۔

نہ صرف جسم کی بناوٹ کے اعتبار سے بلکہ آنکھوں میں پائی جانے والی توانائی کی بنا بھی وہ خاصا جاندار لگتا تھا۔

"یہ تم جنگلی پن کیوں شروع کر دیتے ہو۔" اُس نے غرا کر ناصر سے کہا۔

"ابھی رات ہی کتنی ہوئی ہے کہ دروازہ جکڑ دیا گیا۔" ناصر نے کاؤنٹر کے قریب پہنچ سامنے لگی ہوئی بوتلوں کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"نہیں...... اُدھم نہیں چاہتا۔" دوسرا آدمی غرایا۔

پہلے تو ناصر نے اُسے گھور کر دیکھا پھر خواہ مخواہ ہنس پڑا۔

"چلو...... شراب اٹھاؤ۔" اُس نے قہقہے کو فوری طور پر دبا کر کہا۔

کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے آدمی نے سیاہ رنگ کی بوتل ایک خانے سے نکال کر اُس سامنے کاؤنٹر پر رکھ دی۔ اس انداز میں بیزاری کا اظہار بھی شامل تھا۔

بوتل کی قیمت ادا کر کے اُس نے دو گلاس طلب کیے اور انہیں اٹھائے ہوئے ایک تک آیا۔ جہاں ایک سفید فام آدمی پہلے ہی سے بیٹھا ہوا تھا۔

یہاں کئی میزوں کے گرد لوگ نظر آئے...... بڑے بڑے آتشدانوں میں کوئلے دہ

رہے تھے۔

"ہیلو...... لیکی......!" ناصر نے اُسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

"ہیلو......!" غیر ملکی کا لہجہ بے حد خشک تھا۔

"شاید تم دیر سے پیاسے ہو۔" ناصر نے ایک گلاس اُس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں۔"

"تو پھر کیا تم میری دعوت رد کر دو گے۔"

"میں نے یہ تو نہیں کہا۔"

ناصر اُس کے سامنے رکھے ہوئے گلاس میں شراب انڈیلنے لگا۔ لیکن وہ اُسے تیز نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔ جیسے ہی ناصر دوبارہ اُس سے مخاطب ہوا دیکھنے کا انداز یکلخت بدل گیا۔ اب اس کی آنکھوں میں نرمی تھی۔

پھر ناصر نے دو تین گھونٹ لینے کے بعد گفتگو کا آغاز کیا تھا۔

"میں نے اپنے تین ساتھی گنوائے ہیں۔" وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"مجھے اطلاع مل چکی ہے۔ لیکن صرف دو آدمیوں کی۔" خشک لہجے میں کہا گیا۔

"ایک کو خود میں نے موت کے گھاٹ اتارا ہے۔"

"کیوں......؟" غیر ملکی کی بھنویں تن گئیں۔

"اُس نے لیڈر کے حکم سے سرتابی کی تھی۔ نیلم سرائے کیطرف آنے سے انکار کر دیا تھا۔"

"بہت اچھے! تب تو اُسے مرنا ہی چاہئے تھا۔" غیر ملکی کے لہجے کی خشکی رفع ہو گئی۔ اب وہ ہر گھونٹ کے بعد ہونٹ چاٹنے لگتا تھا۔

"اب مجھے کیا کرنا ہے؟"

"آرام...... دو تین دن...... آرام سے یہیں گزارو۔"

"آخر اُسے ختم ہی کیوں نہیں کر دیا جاتا۔ اس طرح گھیر کر پکڑنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"وہ ہمیں خزانے کی تلاش میں مدد دے سکتا ہے۔ اسکے بعد ہم اُسے ختم کر دیں گے۔"

"سنو! اب اس کے ساتھ ایک غیر ملکی لڑکی بھی ہے۔ بڑی خوبصورت۔"

"میں جانتا ہوں۔"

"لیکراس..... کم از کم وہ لڑکی ہی حاصل کر لی جائے..... وہ دو بدھ بھکشوؤں کے
وہاں آئی تھی۔"

"کیا تم جانتے ہو کہ وہ لڑکی بھی ہمارے لئے بے حد کارآمد ثابت ہوگی۔"

"نہیں..... میں کیا جانوں۔"

"وہ تینوں بھی خزانے کی تلاش میں تھے۔ ایک بھکشو فریدی کے ہاتھوں مارا گیا اور
غالباً عمارت ہی میں جل کر مر گیا۔"

"دیکھو دوست لیکراس۔" ناصر نے آگے جھک کر آہستہ سے کہا۔ "اگر خزانے کی با
پھیل گئی تو بہت بُرا ہوگا..... ہم دشواریوں میں پڑ جائیں گے۔"

"جو لوگ اس چکر میں ہیں وہ بھی یہی سوچتے ہیں لہٰذا خزانے کی بات پھیل نہیں سکتی۔"

"اگر اس لڑکی نے فریدی کو بتا دیا تو۔"

"کوئی کسی اجنبی کو ایسی باتیں نہیں بتایا کرتا۔"

"اچھا تو یہی بتا دو کہ فریدی نے بھکشو کو کیوں مار ڈالا۔"

"اُن دونوں نے اُس کے نائب کیپٹن حمید پر حملہ کیا تھا۔ وہ غالباً سمجھے تھے کہ حمید ا
کو پھانسنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"اُس نے یقیناً کوشش کی ہوگی۔ کوئی لڑکی اسکے قریب سے صحیح وسلامت نہیں گزر سکتی۔"

"کچھ بھی ہو..... اُن کے درمیان جھگڑے کی وجہ لڑکی ہی بنی تھی اور سنو..... وہ
جو فریدی کے ہاتھوں مارا گیا تھا.....!"

وہ جملہ پورا کئے بغیر پھر پینے لگا۔

ناصر اس کی طرف متوجہ تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ لیکراس نے خاموشی ہی اختیار کر
ہے تو بولا۔ "تم بھکشو کی لاش کے بارے میں کچھ کہہ رہے تھے۔"

"ہاں آں..... کچھ نہیں۔" لیکراس اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "میں نے ا
متحیر کرنے کے لئے اس بھکشو کی لاش گاڑی کے ڈکے میں رکھ دی تھی..... کیپٹن حمید نے ا
دیکھا اور عمارت کی طرف بھاگ گیا۔ میں نے لاش پھر ڈکے سے نکال لی..... اور بعد
اُسے بھی جلتی ہوئی عمارت میں جھونک دیا گیا۔"

"مجھے افسوس ہے کہ بہت اچھا موٹیل تباہ ہوگیا۔" ناصر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ پھر
دفعتاً چونک کر لیکراس کو گھورنے لگا۔

"کیا بات ہے؟"

"لسلی..... لسلی کہاں گئی۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ بھی جل مری ہوگی۔"

"کیوں؟ وہ تو ہماری شریک تھی۔"

"پتہ نہیں! میں کچھ نہیں جانتا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ باہر نہیں نکلی تھی۔"

"اب تم کہاں جاؤ گے؟"

"رات یہیں گزاروں گا۔"

پھر وہ دونوں خاموشی سے پیتے رہے تھے۔

❖

بالآخر وہ ایک چھوٹا سا غار تلاش کر لینے میں کامیاب ہوگئے تھے جہاں رات گزار سکتے۔
حمید تو فوراً ہی ڈھیر ہوگیا تھا اور ریما بیٹھ کر ہانپنے لگی تھی۔

"یہاں کتنا اندھیرا ہے۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"اندھیرا تمہیں کھا نہ جائے گا۔ چپ چاپ بیٹھی رہو۔" حمید نے کہا۔

"وہ سوچ رہا تھا کہ آخر فریدی نے اکرام کے اس طرح بھاگ نکلنے پر کسی قسم کی رائے
زنی کیوں نہیں کی۔

"بھوک لگ رہی ہے۔" دفعتاً وہ کراہا۔

"کچھ بھی تو نہیں ہے ہمارے پاس۔" فریدی بولا۔

"ابے دو چار کارتوس ہی نگل لوں!"

"بالکل مجبور ہوں! کچھ نہیں کرسکتا۔" فریدی بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"اُوہو...... یاد آیا...... ریما کے تھیلے میں بھنا ہوا اناج تھا۔"

"اگر وہ تھیلے سمیت گاڑی سے دھکیلی گئی ہوگی تو......!"

"آخر اکرام کو کیا ہو گیا تھا؟"

"میرا خیال ہے کہ وہ بہت زیادہ خائف تھا۔"

"جہنم میں جائے۔" حمید پیٹ پر ہاتھ مار کر کراہا اور پھر ریما سے اُس کی خیریت دریافت کرنے لگا۔

"وہ بھی گاڑی ہی میں رہ گیا۔" وہ روہانسی ہو کر بولی۔ "میرا سوٹ کیس بھی گیا۔ میں بالکل مفلس ہوں۔"

"فکر نہ کرو...... صبح ہم یقیناً کسی نہ کسی بستی میں پہنچ جائیں گے اور تمہیں یتیم و لاوارث ظاہر کر کے تمہارے نام پر چندے کی اپیل کریں گے۔ اگر میں نے خود کو یتیم یا لاوارث ظاہر کر کے کچھ کرنا چاہا تو لوگ کہیں گے چل ہٹ...... جا کر محنت مزدوری کر...... لیکن تمہیں اُوہ...... ہر ایک یہ چاہے گا کہ تم اس کی بہن یا بیٹی بن جاؤ...... کرنسی کی بارش ہو جائے گی تم پر۔"

"میں بھیک نہیں مانگنا چاہتی۔ میں بھی مزدوری کرسکتی ہوں۔"

"کون کرنے دے گا...... تم بہت خوبصورت ہو...... لوگ یہی چاہیں گے کہ تم ایک ہی رات میں کروڑ پتی بن جاؤ۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے؟"

"اسے کیا کرنا چاہئے۔" حمید نے اردو میں فریدی سے پوچھا۔

لیکن اسے کوئی جواب نہ ملا۔

"کیا آپ تشریف نہیں رکھتے جناب عالی۔" اُس نے پھر ہانک لگائی۔

پھر بھی جواب میں کچھ نہ سن سکا۔

بالآخر ٹارچ روشن کی۔ فریدی کا کہیں پتہ نہ تھا۔

"کک...... کیوں...... تمہارا ساتھی کہاں ہے۔" ریما ہکلائی۔ لیکن حمید کچھ نہ بولا۔

کچھ دیر بعد وہ پھر ڈری ڈری سی آواز میں بولی۔ "تم کہاں ہو۔"

"اگر مجھ سے پوچھ رہی ہو تو میں وہیں ہوں جہاں پہلے تھا۔" حمید نے کراہ کر کہا۔

"کیا تمہیں کوئی تکلیف ہے؟"

"کیا تمہیں بھوک نہیں لگی۔"

"میں فاقہ کشی کی عادی ہوں۔ مجھے کوئی تکلیف نہیں۔ لیکن تمہارا ساتھی کہاں گیا؟"

"ہوسکتا ہے کھانے کی تلاش میں گیا ہو۔ اس وقت پہاڑی لومڑیاں بکثرت مل جائیں گی۔"

"لومڑیاں...... تم لوگ لومڑیاں کھاتے ہو۔"

"اگر چھپکلیاں نہ مل سکیں تو کھانی ہی پڑتی ہیں۔"

"چھپکلیاں......!" ریما کی گھٹی گھٹی سی آواز اندھیرے میں گونجی۔ "ٹارچ...... مم...... ٹارچ روشن کک...... کرو......!"

"ٹارچ تو نہیں ہے میرے پاس! ارے...... ارے...... یعنی کہ......!"

ریما اُس پر آ گری تھی اور بُری طرح ہانپ رہی تھی۔

"کیا ہوا...... کیا بات ہے۔" حمید بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔

"مم...... مجھے...... چھپکلیوں سے خوف معلوم ہوتا ہے۔"

"تو میں کیا بگاڑ لوں گا چھپکلیوں کا۔"

"مجھے ڈراؤ نہیں۔"

"جو لوگ سکون کی تلاش میں ہوں اُن کی راہ میں عموماً چھپکلیاں ہی حائل ہوتی ہیں۔ بچپنے سے زندگی میں داخل ہوئیں اور عمر بھر سرسراتی رہیں۔ پھر قبر ہی میں پہنچ کر اُن سے چھٹکارا ہوتا ہے۔ سنا ہے بعض چھپکلیاں قبر میں بھی کود جاتی ہیں۔"

"تم اتنی بکواس کیوں کرتے ہو۔"

"میری کھوپڑی میں غلطی سے عورت کا بھیجا رکھ دیا گیا تھا۔"

وہ کچھ نہ بولی۔ حمید نے سوچا شائد اُسے بہت زیادہ سردی لگ رہی ہے۔ سردی تو خود اُسے بھی لگ رہی تھی۔

وہ چند لمحے اُس سے لگی بیٹھی کانپتی رہی پھر بولی۔ "تم لوگ میری سمجھ میں بالکل نہیں آتے۔ اُن دونوں نے میرا پیچھا چھوڑ دیا لیکن اب تم خود کس چکر میں پھنس گئے اور وہ بیچاری

عورت کس بلا کا شکار ہوئی۔"

"وہ خشکی کی جونکوں کا شکار ہوئی تھی۔ جو ہزاروں کی تعداد میں پائی جاتی ہیں۔"

"کون لایا تھا.....؟"

"کاش ہمیں معلوم ہوسکتا۔"

"بتاؤ نا.....وہ لوگ کون ہیں جو تمہارا پیچھا کر رہے تھے۔"

"تم ہی بتاؤ کہ تمہاری مرسیڈیز میں ٹرانسمیٹر کی موجودگی کا کیا مطلب تھا۔"

"گاڑی میری ملکیت نہیں تھی..... میں نہیں جانتی کہ انہوں نے کہاں سے اور فراہم کی تھی۔"

"مجھے خزانے والی بات میں کسی قدر سچائی نظر آتی ہے۔"

"کھلی ہوئی بکواس تھی۔"

"بھکشو نے کسی ایسی تحریر کا ذکر کیا تھا جو چمڑے پر تھی۔"

"میں نے اس سے انکار تو نہیں کیا۔"

"تم نے سرے سے اُسے تسلیم ہی نہیں کیا تھا۔"

"بے شک ایسی ایک تحریر میرے پاس تھی۔ میں اُسے پڑھنا چاہتی تھی۔ اُن دونوں نے میری یہ مشکل آسان کردی تھی.....لیکن انہوں نے مجھے ہرگز یہ نہیں بتایا تھا کہ اس کا تعلق خزانے سے ہے۔"

"لیکن آخر تم نے اسی وقت ایسی کسی تحریر کا اعتراف کیوں نہیں کرلیا تھا۔"

"بات خزانے کی ہوئی تھی تحریر کی نہیں اور پھر میں تو ایسے حالات میں گزرتی رہی تھی کہ مجھے اپنے حواس خمسہ پر اعتماد ہی نہیں رہ گیا تھا۔ یقین کرو مجھے کچھ بھی تو یاد نہیں۔ میری نظر میں تو صرف اُس عورت کی تڑپ تھی اور کانوں میں اُس کی چیخیں۔"

"اب خاموش ہو جاؤ۔ مجھے اپنے معدے کی آواز سننے دو۔"

"مجھے حیرت ہے کہ دن بھر کی بھوک سے لوگ اتنے نڈھال کیوں ہوجاتے ہیں۔ تو کئی دن تک کچھ نہیں کھاتی تھی۔"

"اتنی دیر سے سر جو کھا رہی ہو۔"

"کیا تمہیں خاموشی سے گھٹن نہیں ہوتی۔"

"خاموشی تو میری رفیقہ حیات ہے لہٰذا وہ کسی عورت کی سوکن ہی کہلائے گی۔ اس لئے شادی نہیں کی میں نے۔"

"جھوٹ تمہاری پیشانی پر تحریر ہے۔"

"اور اندھیرے میں بھی چمک رہا ہے۔ میں سچ کہہ رہا ہوں کہ اگر اس وقت بھوکا نہ ہوتا تو تم میں بہت زیادہ دلچسپی لیتا۔ تم اپنا دل چھوٹا نہ کرو۔"

دونوں دیر سے پی رہے تھے لیکن ان کے حواس رخصت نہیں ہوئے تھے۔ اُن کے بدن پر توانائی کے آثار دور سے بھی نظر آسکتے تھے۔

دفعتاً ناصر نے لیکراس سے پوچھا۔ "وہ بیہوش آدمی اب کہاں ہے جسے ہم نے موٹیل سے اٹھایا تھا۔"

"تمہیں ایسی باتوں سے کوئی سروکار نہ ہونا چاہئے۔ جن کا تمہارے کاموں سے کوئی تعلق نہ ہو۔"

"اس ٹیم کی سربراہی میں ہی تو کر رہا تھا۔"

"اس سلسلے میں تمہارا کام ختم ہو چکا ہے۔"

"اونہہ.....!" ناصر نے شانوں کو جنبش دے کر کہا۔ "جہنم میں جائے۔"

اب وہ خاموش ہو کر سگریٹ سلگا رہا تھا۔

لیکراس نے اوور کوٹ کی جیب سے رول کیا ہوا چمڑے کا ایک شیٹ نکالا اور اُسے میز پر پھیلانے لگا۔

"یہ کیا ہے؟" ناصر چونک کر آگے جھکا۔

"یہ اس بھکشو کے پاس سے برآمد ہوا تھا جسے فریدی نے مار ڈالا تھا۔"

"یہ ہے کیا......!"

"پتہ نہیں! لیکن یہ تحریر بہت پرانی معلوم ہوتی ہے۔ بس یہ سمجھ لو کہ اُس دور نہیں تھا۔ چمڑے پر لکھائی ہوتی تھی۔"

"ذرا میں بھی تو دیکھوں۔" ناصر نے اُسے اپنے آگے کھسکاتے ہوئے کہا۔ اُسے غور سے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "یقیناً یہ بہت پرانی تحریر ہے۔ لیکن میں اس رسم الخط کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"خیر دیکھا جائے گا۔" لیکراس بولا اور اُسے دوبارہ رول کر کے جیب میں ڈال

کچھ دیر خاموشی رہی پھر لیکراس ناصر کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "واقعی تم بہ آدمی ہو۔ پارٹی کا لیڈر تم پر فخر کرتا ہے۔"

"دس سال پہلے میں بہت زیادہ بزدل تھا۔" ناصر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"یقین نہیں آتا۔"

"یہ حقیقت ہے۔ بندوق کی آواز سن کر میرا دم نکلتا تھا۔"

"بڑی عجیب بات ہے۔ کیونکر یقین کر لیا جائے۔"

"مجھے جھنجھلاہٹ نے دلیر بنایا ہے۔ اس پیشے میں آنے سے پہلے میں بہت دول تھا اور یہ دولت مجھے ورثے میں ملی تھی۔ طبعاً بہت نیک تھا البتہ دوستوں کی بھیڑ اپنے گر پسند کرتا تھا۔ حلقہ احباب بہت وسیع تھا۔ ان دوستوں میں زیادہ تر ایسے تھے جو کسی نہ ک مجھ سے مالی فائدہ اٹھاتے رہتے تھے۔ میں تھا قہقہوں کا رسیا...... اپنی محفلوں کی زندگ رکھنے کے لئے بے دریغ خرچ کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ میری مالی حالت بگڑنے لگی۔ تب مجھ آیا...... اور میں نے اُن دوستوں سے اپنی بڑی بڑی رقومات کا مطالبہ کرنا شروع کر انہوں نے بطور قرض مجھ سے لے رکھی تھیں۔ اس وقت تک میں کنوارا تھا ارادہ بھی شادی کرنے کا۔ میں جانتا تھا کہ مجھ جیسے لاابالی آدمی کے ساتھ کوئی لڑکی خوش نہیں لیکن ان مقروض دوستوں میں سے ایک نے اپنی لڑکی زبردستی میرے سر منڈھ دی۔ لڑ تھی۔ میں نے اسے گودوں میں کھلایا تھا۔ بس یہ سمجھ لو کہ میں اس وقت چالیس کے قر

ر وہ صرف تیرہ سال کی۔ بہرحال یہ چکر محض اس لئے چلایا گیا تھا کہ میں اس لڑکی کے باپ ے اس بڑی رقم کا مطالبہ نہ کروں۔"

"کیا تمہیں نشہ ہو رہا ہے؟" دفعتاً لیکراس نے اُسے ٹوکا۔

"کیا مطلب......؟"

"تو کیا اُس تیرہ سال کی لڑکی نے تمہیں دلیر بنا دیا تھا۔"

"نہیں......!" ناصر میز پر گھونسہ مار کر چیخا۔ "خاموشی سے سنتے رہو۔ میں دل کا بخار النا چاہتا ہوں۔ جب وہ اٹھارہ سال کی ہوئی تو عدالت میں جا کھڑی ہوئی اور تنسیخ نکاح کی خواست پیش کر دی۔"

"اوہو......!"

"وہ کامیاب ہو گئی اور اپنی پسند کے ایک نوجوان کے ساتھ چل دی۔"

"ٹریجڈی۔"

"وہ کبھی ایسا نہ کرتی اگر میں مفلس نہ ہو گیا ہوتا۔ مجھ میں اور کوئی کمی نہ تھی۔ کیا میں اس سال کی عمر میں بھی تمہیں بوڑھا لگ رہا ہوں۔"

"ہرگز نہیں۔" لیکراس بولا۔ "تمہارے بازو سیسہ پلائے ہوئے ہیں۔"

"میں نے سب کچھ اُس پر لٹا دیا تھا۔ میں اُسے بہت چاہتا تھا۔ وہ میری پہلی اور خری محبت تھی۔"

"اب میں سمجھا۔" لیکراس طویل سانس لیکر بولا۔ "اُسی جھلاہٹ نے تمہیں خونی بنا دیا۔"

"یقیناً...... میں آج بھی اس کی تلاش میں ہوں...... جہاں بھی ہاتھ آ گئی قیمہ کر کے ھ دوں گا۔"

"تم بہت شور مچا رہے ہو۔" دفعتاً کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے آدمی نے ناصر کو مخاطب کر کے کہا۔

ناصر اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"اوہ...... کیا بات ہے۔" لیکراس بھی اٹھتا ہوا بولا۔

"میں اُسے سبق دوں گا۔"

"بات کیا ہے؟"

"بکواس کر رہا ہے۔"

"کچھ بھی ہو..... تمہیں مصلحتاً خاموش رہنا چاہئے۔ جھگڑوں کو کسی اور وقت پر اٹھا
کاؤنٹر پر بیٹھا ہوا آدمی بھی اُسے گھورے جا رہا تھا۔ ٹھیک اسی وقت کسی
دروازے پر دستک دی اور کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے آدمی نے اس کی طرف دیکھا جس
کے لئے دروازہ کھولا تھا۔ دروازہ کھلنے پر ایک آدمی لڑکھڑاتا ہوا اندر داخل ہوا۔

"اوہو......!" لیکراس مضطربانہ انداز میں اٹھ کر اسکی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ "کیا

"مم...... میں زخمی ہوں۔" وہ کراہتا ہوا بولا۔ "میری ران میں گولی لگی ہے۔"

ناصر نے اُسے سہارا دیا اور اُسے میز تک لانے میں لیکراس نے بھی ناصر کا ہاتھ
کاؤنٹر پر بیٹھا ہوا آدمی بھی ان کے قریب آ گیا تھا۔

دفعتاً زخمی ناصر کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "کوئی تمہاری گاڑی لے گیا۔ میں نے
للکارا تھا اُس نے فائر کر دیا۔"

ناصر دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ لیکراس بولا۔ "ٹھہرو۔"

اُدھر کاؤنٹر والا کہہ رہا تھا۔ "لیکن میں نے تو فائر کی آواز نہیں سنی۔ میرا خیال
نے بھی نہ سنی ہوگی۔"

ناصر دروازے کے قریب رک گیا تھا۔ لیکراس نے کاؤنٹر والے کو زخمی آدمی
کچھ ہدایات دیں اور ناصر کی طرف بڑھا۔

"جلدی مت کرو۔" وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر آہستہ سے بولا۔

فطرتاً وہ ٹھنڈے دماغ کا آدمی معلوم ہوتا تھا۔

"میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ وہ سائیلنسر لگا ہوا لانگ رینج کا کوئی اسلحہ استعمال
ہے۔" ناصر نے تلخ لہجے میں کہا۔

"کیا تم اپنے ساتھی کی لاش سڑک پر ہی چھوڑ آئے تھے۔"

"ہاں...... کنپٹی پر فائر کیا تھا اور دھکا دے دیا تھا۔"

"بنیادی غلطی...... لاش نے اُس کا راستہ روکا ہوگا۔ لہٰذا نیلم سرائے کے راستے
لگ جانا حیرت کی بات نہیں۔"

"مجھے ٹرانسمیٹر پر ہدایت ملی تھی کہ نیلم سرائے جاؤں اور اُس گاڑی میں بھی ٹرانسمیٹر
ود تھا جس میں وہ لوگ سفر کر رہے تھے۔"

"لیڈر کو احمق نہ سمجھو۔ جب وہ تم سے گفتگو کر رہا ہو تو سمجھ لو کہ دنیا کا کوئی دوسرا ٹرانسمیٹر
ی آواز کو ریسیو نہیں کر سکتا۔ چلو باہر۔"

"لیکن ضروری نہیں کہ وہ گاڑی لے کر قطعی طور پر چلا گیا ہو۔" ناصر پرتشویش لہجے میں

"باہر اندھیرا ہے..... گاڑی قریب ہی کہیں چھوڑ کر خود پلٹ آیا ہو۔"

"کیا حقیقتاً وہ ایسا ہی ہے۔"

"میرے یا تمہارے تصورات سے بھی زیادہ۔ یہ سارا علاقہ اس کا دیکھا بھالا ہے۔"

لیکراس کچھ کہتے کہتے رک کر پھر زخمی کی طرف دیکھنے لگا جس کی مرہم پٹی ہو رہی تھی۔
زخمی دوسروں سے کہہ رہا تھا۔ "میں نہیں جانتا وہ کون تھا...... فائر کی آواز تو میں نے
سنی تھی۔ کچھ دیر بعد خیال آیا تھا کہیں گولی نہ چلی ہو۔ ہاں ہاں سائیلنسر لگے ہوئے
رکی گولی۔"

دو مسلح آدمی جو اس واقعے پر باہر جانا چاہتے تھے اس کی پوری بات سن کر جہاں تھے
رہ گئے۔

لیکراس بھی اُسی میز کی طرف پلٹ آیا اور جھک کر گولی کا زخم دیکھنے لگا۔

بھوک میں نیند کہاں۔ لیکن حمید کو ریما پر سچ مچ حیرت ہوئی۔ وہ بڑے مزے سے
ند لے رہی تھی۔ حمید نے اپنا اوورکوٹ بھی اُس پر ڈال دیا تھا اور خود دانت بھینچے اکڑوں
ل ہی دل میں صرف اپنے آپ کو گالیاں دے رہا تھا۔
اپنے آپ کو یوں گالیاں دے رہا تھا کہ یہ بلا خود ہی تو گلے لگائی تھی جس نے اُودھم

کوٹ تک اتروا لیا تھا۔

سردی تھی کہ جہنم میں ٹھنڈک کا خواب...... تو کیا یہ لڑکی اسی طرح اُن پر مسلط رہے گی۔ فریدی نے خود ہی اس کے لئے یہ موقع فراہم کیا تھا۔ خود ہی یہ ظاہر کوشش کی تھی کہ وہ ان بھکشوؤں کی فریب خوردہ ہے۔

بس تو پھر اُس آسیب سے چھٹکارا کہاں، جو خود ہی اپنے اوپر مسلط کیا جائے۔ اور تاؤ کھاتا رہا کہ شائد اسی طرح خون میں کچھ گرمی آئے اور جبڑے ڈھیلے پڑیں۔

دفعتاً وہ چونک پڑا۔ غار کے دہانے کے قریب ہلکی سی روشنی دکھائی دی تھی۔

سردی کا احساس ایک لمحے کے لئے ذہن سے محو ہوگیا۔ وہ بڑی پھرتی سے ریوالور کر دہانے کی طرف جھپٹا تھا۔

''حمید......!'' کسی نے آہستہ سے اُسے آواز دی۔

وہ کچھ نہ بولا۔ ریوالور کی نال دہانے کی طرف تھی۔ پھر جب دوسری آواز اعصاب کا تناؤ فوری طور پر کم ہوگیا۔ آواز فریدی ہی کی تھی۔ وہ باہر نکلا۔

''کیا وہ جاگ رہی ہے۔'' اُس نے پوچھا۔

''میں بھی سو رہا ہوتا اگر میرا اوورکوٹ خود میرے جسم پر ہوتا۔''

''چلو اچھا ہی ہوا۔''

''آپ براہ کرم اندر تشریف لے چلئے۔ میں دانت بجانا چاہتا ہوں۔''

''اچھا...... اچھا...... لیکن سنو...... تمہیں ابھی یہاں سے روانہ ہو جانا ہے۔''

''پیدل......!''

''نہیں گاڑی ہے۔ سیدھے ریگم بالا جاؤ۔''

''اور اُس بلا کا کیا ہوگا۔''

''وہ بھی تمہارے ساتھ ہی جائے گی۔''

''اور آپ......!''

''اب اس اور کا سلسلہ ختم کرو۔ صرف تم دونوں جاؤ گے۔''

''ریگم بالا میں کہاں جاؤں گا۔ میرے لئے وہ جگہ بالکل نئی ہوگی۔''

''وہاں دو بہت اچھے ہوٹل ہیں۔ کسی ایک میں قیام کرنا۔''

''کیا وہ سڑک سیدھی ریگم بالا ہی جاتی ہے۔''

''بالکل اور یہ بھی ذہن نشین کر لو کہ تم وہاں صبح سے پہلے نہ پہنچ سکو گے۔''

''آپ بھی ذہن نشین کر لیجئے کہ میں آپ کی طرح فوری طور پر گاڑی روک کر چھلانگ نہیں لگا سکتا اور اُس بلا کو بغل میں دبا کر چھلانگ لگانا تو بالکل ہی ناممکن ہوگا۔''

''جو گاڑی میں نے تمہارے لئے مہیا کی ہے اُس میں بھی خودکار ٹرانسمیٹر موجود ہے۔ اگر تم سے گاڑی روکنے کے لئے کہا جائے تو فوری طور پر روک دینا پہلے بھی تم میرے ساتھ میں کودے تھے۔ پھر تمہارا کیا بگڑا تھا۔''

''انہیں خصوصیت سے آپ کی تلاش تھی۔''

''تھی نہیں بلکہ اب بھی ہے...... بے فکر رہو۔''

''تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں نہ صرف قربانی کا بکرا ہوں بلکہ ایک بکری بھی مجھ پر سوار کرادی گئی ہے۔''

''وقت نہ ضائع کرو حمید...... آؤ میں تمہیں گاڑی دکھاؤں۔''

وہ پھر باہر نکلے تھے...... فریدی اُسے اس جگہ لایا جہاں ایک کار کھڑی تھی۔

''کہاں سے ہاتھ لگی۔''

''میرا اندازہ درست تھا کہ ناصر ادھر سے نیلم سرائے ہی گیا ہوگا۔''

''نیلم سرائے۔''

''ہاں اُسے بھی موٹیل ہی سمجھ لو۔ یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے اور یہ گاڑی ناصر کی ہے۔''

''تب پھر وہ بھی اس گاڑی کی تلاش میں ادھر آسکتے ہیں۔''

''شاید ہی کوئی اندھیرے میں باہر نکلنے کی کوشش کر سکے کیونکہ میں ایک آدمی کو زخمی کر آیا ہوں...... اچھا بس...... میں چلا۔''

حمید اُس کو اسی سمت دیکھتا رہا جدھر سے گاڑی لایا تھا۔

اُس نے ٹھنڈی سانس لی اور ہتھیلی سے پیشانی تھپکتا ہوا غار کے دہانے کی طرف چل پڑا۔

نئی دشواریاں

دوسرے دن مطلع صاف تھا۔ سورج اپنی تمام تر تابناکیوں سمیت مشرق سے ابھرا
برف پگھلنے لگی تھی۔

نیلم سرائے میں صبح ہی سے ہنگامہ برپا تھا۔ کسی نے رات اُس کے اسٹور میں نقب
تھی اور ڈبوں میں محفوظ اغذیہ کی خاصی بڑی مقدار نکال لے گیا تھا۔

نیلم سرائے کا مالک آج پیشہ ور شکاریوں کو ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے اُس
کے بھی وہی ذمہ دار ہوں۔ حالانکہ پچھلی رات اُس زخمی شکاری کی مرہم پٹی اُسی نے کی تھی
نامعلوم آدمی کی گولی کا نشانہ بنا تھا۔

لیکراس نے اُسے سمجھانے کی کوشش کی تو وہ بپھر کر بولا۔ ''دیکھو مسٹر تم غیر ملکی ہو۔ ا
آدمیوں کو میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ تمہیں بھی مشورہ دوں گا کہ اگر تمہیں شکار کا شوق
ان کمینوں کا ساتھ چھوڑ دو۔''

''مائی ڈیئر سردار زمن......!'' لیکراس نرم لہجے میں بولا۔ ''ہمارا کوئی آدمی اپنے
آدمی کو کیوں زخمی کر جاتا...... یقین کرو کہ یہ حرکت کسی دوسری پارٹی کی ہے۔ انہوں نے
لگائی سامان نکالا اور اُسے ناصر کی گاڑی پر لاد کر فرار ہو گئے۔''

''پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔ یہاں کون ہے، جو میری طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکے۔''

''یہی تو ہم دیکھیں گے کہ وہ کون ہیں...... میری پارٹی کا ایک آدمی زخمی ہوا ہے۔''

''میرا خسارہ کون پورا کرے گا۔''

''اور ہمارے خسارے کے متعلق کیا خیال ہے۔ ہم تمہارے گاہک ہیں۔ ہماری
یہیں سے غائب ہوئی ہے۔ تمہارا چوکیدار کہاں مرگیا تھا۔''

سردار زمن ڈھیلا پڑ گیا۔

ناصر پچھلی رات اتنی پی گیا تھا کہ پھر اُسے اپنی سدھ ہی نہ رہی تھی اور اب بھی وہ اپنے کمرے میں گہری نیند سو رہا تھا۔

اگر وہ اس وقت جاگ رہا ہوتا تو بات بڑھ جاتی۔ سردار زمن سے ضرور الجھ پڑتا۔

لیکراس سردار زمن کو کسی قدر ٹھنڈا کرنے کے بعد اپنے کمرے میں آیا۔ کھڑکی کھول کر دوربین اٹھائی اور سامنے دور تک دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔

پہاڑوں کی چوٹیوں پر برف چمک رہی تھی اور حد نظر تک ہو کا عالم تھا۔ لیکراس کے چہرے پر تشویش کے آثار نظر آئے۔ اس نے دوربین ایک طرف رکھ دی اور کھڑکی کے قریب ہی کھڑا کسی سوچ میں گم رہا۔

کچھ دیر بعد وہ چونک کر دروازے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ کوئی دستک دے رہا تھا۔

''آ جاؤ......!'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

دروازہ کھول کر اندر آنے والا ناصر تھا۔ اُس کے چہرے پر پچھلی رات کی بسیار نوشی عجب طرح کی وحشت چھوڑ گئی تھی۔

''یہ کیسا ہنگامہ ہے؟'' اُس نے لیکراس سے پوچھا۔

''تمہاری گاڑی کے ساتھ ہی سردار زمن کا کچھ سامان بھی غائب ہے۔ کسی نے پچھلی رات اسٹور میں نقب لگائی تھی۔''

''نقب......!''

''ہاں وہ صرف کھانے پینے کی چیزیں لے گیا ہے۔''

''فریدی......!''

''یقین کے ساتھ تو نہیں کہا جا سکتا۔'' لیکراس اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ''سردار زمن کے بیان کے مطابق یہ پہلا واقعہ ہے۔''

''فریدی اور صرف فریدی۔ کھانے پینے کی چیزیں صرف وہی لے جا سکتا...''

دفعتاً لیکراس کے چہرے کی نرمی غائب ہو گئی۔ ناصر نے اُسے محسوس کیا لیکن کچھ بو...

''تم اندازہ نہیں کر سکتے کہ تم سے کتنی بڑی حماقت سرزد ہوئی ہے۔'' لیکراس نے کچھ

دیر بعد خشک لہجے میں کہا۔

"ٹھہرو......!" ناصر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میں اس وقت خود کو چڑچڑا محسوس کر رہا ہوں تھوڑی دیر بعد گفتگو ہوگی۔"

پھر وہ دروازے کی طرف مڑا تھا اور فرش پر زور زور سے پاؤں مارتا ہوا باہر چلا گیا تو دروازہ بھی زوردار آواز کے ساتھ بند ہوا تھا۔

لیکراس بند دروازے کو گھورتا رہا پھر آگے بڑھ کر اُسے بولٹ کر دیا۔

پھر اس نے جیبی ٹرانسمیٹر نکالا اور اُس کا سوئچ آن کر کے منہ کے قریب لاتا ہوا آہستہ بولا۔ "ہیلو نکی...... ہیلو نکی...... نکی اٹ از لیکراس!"

بار بار یہی الفاظ دہراتے رہنے کے کچھ دیر بعد اُس نے کسی کی آواز سنی!

"یس...... اٹ از نکی سر......!"

"وہاٹ نیوز......؟"

"جو گاڑی نیلم سرائے سے چرائی گئی تھی اس وقت ریگم بالا کی طرف جارہی ہے لیکن اُس میں فریدی نہیں ہے۔"

"پھر کون ہے؟"

"کیپٹن حمید...... اور ایک سفید فام لڑکی۔"

"پی سی آٹھ ہزار آٹھ سو اٹھاسی نمبر کی مرسیڈیز کی تلاش جاری رکھو۔ وہ فریدی کے قبضے میں ہوگی۔"

"بہت بہتر جناب۔"

"ایک بار پھر سنو...... گاڑی کا نمبر ہے پی سی آٹھ ہزار، آٹھ سو اٹھاسی۔"

"میں نے نوٹ کر لیا ہے جناب۔"

"اُوور...... اینڈ آل......!"

لیکراس نے سوئچ آف کر دیا۔ اُس کی آنکھوں میں گہری تشویش کے آثار تھے۔

تھوڑی دیر بعد دروازے پر پھر دستک ہوئی۔ لیکراس نے بولٹ گرا کر دروازہ کھولا۔

سامنے ناصر کھڑا تھا۔ اب اُس کے چہرے پر بحالی نظر آرہی تھی۔

وہ کمرے میں داخل ہو کر بولا۔ "اب بات کرو۔"

"لیڈر کا خیال ہے کہ تم نے غفلت برتی ہے۔" لیکراس نے خشک لہجے میں کہا۔

"آخر کس طرح......!"

"اس مہم کے آغاز ہی پر تمہیں ہدایت دی گئی تھی کہ فریدی ایک پل کے لئے بھی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے پائے۔"

"مجھے یاد ہے۔"

"پھر ایسا کیوں ہوا۔"

"ابھی تک کوئی ایسی عینک ایجاد نہیں ہو سکی جو آدمی کو اُلو بنا دے۔"

"کیا مطلب......؟"

"مائی ڈیئر لیکراس اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اندھیرے میں بھی روز روشن کی طرح دیکھ سکے۔"

"کچھ بھی ہو...... اس سے دشواریاں بڑھ جائیں گی۔"

"سنو دوست! میں شکاری ہوں یا شکار کرتا ہوں یا شکار ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ تیسری بات ہماری زندگی میں کبھی نہیں ہوتی۔"

"ٹھیک کہتے ہو۔" وہ ناصر کو گھورتا ہوا بولا۔ "اس مہم کے سلسلے میں تمہارا انتخاب موزوں نہیں تھا۔"

"اگر لیڈر کا حکم ہوتا تو میں فریدی کو گولی مار دیتا۔ محض نگرانی کے لئے تم کسی کتے کا بھی انتخاب کر سکتے تھے۔"

"خیر...... خیر...... اب اُسے بھول جاؤ......!" لیکراس مسکرایا۔

"اب کیا کرنا ہے۔"

"فی الحال آرام......!"

"سمجھا! گویا اب مجھے یہاں نظر بندی کی ایک مدت بھی گزارنی پڑے گی۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔"

"مجھے بہلانے کی کوشش نہ کرو۔"

"اچھا تو پھر جہاں دل چاہے چلے جاؤ۔" لیکراس کا لہجہ نرم ہی تھا۔

"یہ بات ہے۔" ناصر لیکراس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

اس حرکت پر لیکراس اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھنے لگا تھا۔

دفعتاً وہ ہنس پڑا اور بولا۔ "جانتے ہو! وہ گاڑی اس وقت کہاں ہے، جو پچھلی رات تمہارے قبضے میں تھی۔"

"کہاں ہے؟"

"ریگم بالا کی طرف جا رہی ہے۔"

"فریدی......!"

"نہیں...... اُس کا اسسٹنٹ اور وہ لڑکی جس کا ذکر تم نے کیا تھا۔"

"یہ تو بہت بُرا ہوا۔ یہ اُسکی بہت پرانی تکنیک ہے۔ جب وہ اپنے اسسٹنٹ کا ساتھ چھوڑ جائے تو سمجھ لو کہ جھنڈ سے بچھڑے ہوئے بھیڑیے ہی کی طرح خوفناک ہو جائے گا۔"

"پھر میں نے کچھ دیر پہلے یہی بات کہی تھی تو تمہیں اتنا بُرا کیوں لگا تھا۔" لیکراس طویل سانس لے کر بولا۔ "لیڈر یہی چاہتا تھا کہ وہ نظروں سے اوجھل نہ ہونے پائے اور ہم اسے گھیر کر پکڑ لیں۔" ناصر کچھ نہ بولا۔

لیکراس نے الماری کھول کر شراب نکالی اور دو گلاس میز پر رکھ دیئے۔ اس طرح اسے مزید دوستانہ ماحول پیدا کرنے میں آسانی ہو گئی۔

پھر وہ خاموشی سے پینے لگے تھے۔ کچھ دیر بعد ناصر بولا۔ "اگر فریدی اُس گاڑی میں نہیں ہے تو پھر انہی اطراف میں ہوگا...... ہمیں محتاط رہنا چاہئے۔"

حمید نے ایک جگہ گاڑی روک دی۔ وہ اس علاقے سے کبھی کے نکل آئے تھے جہاں

پچھلی رات برفباری ہوئی تھی۔ لیکن ریگم بالا "ہنوز دلی دوراست" کی کہانی بن کر رہ گیا تھا۔

گاڑی رکتے ہی ریما چونک کر بولی۔ "کیا ہم ریگم بالا پہنچ گئے۔"

"اگر اس ویرانی کا نام ریگم بالا ہے تو یقیناً پہنچ گئے ہونگے۔" حمید نے جھنجھلا کر جواب دیا۔

سورج طلوع ہو چکا تھا اور حمید کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہوتی جا رہی تھیں۔ پوری رات سفر ہی میں تو گزری تھی۔ ریما ہونٹ بھینچے خاموش بیٹھی رہی۔

"میں پچھلی سیٹ پر سونے جا رہا ہوں۔" حمید آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"اب تم اسٹیئرنگ سنبھالو۔"

"ہرگز نہیں...... میں صرف اپنے دیکھے بھالے راستے ہی پر گاڑی چلا سکتی ہوں۔"

"تو پھر جہنم میں جاؤ۔" حمید نے کہا اور دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔

گاڑی اُس نے پہلے ہی بائیں جانب والی ڈھلان میں اتار کر ایک مسطح جگہ پر روکی تھی۔

پچھلی سیٹ پر بیٹھتے وقت اُس نے ریما سے کہا تھا۔ "ڈکے میں گوشت اور مچھلی کے ڈبے موجود ہیں۔ بھوک لگے تو کھا لینا۔"

"میں گوشت ہرگز نہیں کھاؤں گی۔"

"دو چار ڈبے پھلوں کے بھی ہیں۔"

"مجھے کچھ نہیں چاہئے۔ لیکن مجھے تنہا چھوڑ کر تم خراٹے نہیں لے سکتے...... سمجھے......!" ریما نے تیز لہجے میں کہا۔

"میرے خراٹے تمہارے سکون میں خلل انداز نہ ہو سکیں گے۔ تم مزید سکون کی تلاش جاری رکھنا...... گڈ بائی۔" حمید نے آنکھیں بند کر لیں۔

"نہیں......!" ریما نے مڑ کر اُسے جھنجھوڑا۔

"اے ہاتھ نہ لگاؤ میرے جسم کو۔ نامحرم عورت۔"

"نامحرم...... نامحرم کیا...... اب تم مجھے اپنی زبان میں گالیاں دے رہے ہو۔"

"یہی سمجھ لو...... سونے دو مجھے۔"

"نہیں پہلے تم مجھے نامحرم کا مطلب بتاؤ گے۔"

"شراب کی بوتل کو کہتے ہیں۔"

"غلط کہہ رہے ہو...... کچھ اور مطلب ہوگا۔"

"چلو کچھ اور ہی ہوگا...... اب پیچھا چھوڑ دو۔"

پھر وہ اُسے جھنجھوڑتی ہی رہ گئی تھی اور حمید بے خبر سو گیا تھا۔

لیکن دوبارہ آنکھ کھلی تو جھنجھوڑے جانے کی نوعیت ہی بدلی ہوئی پائی تھی۔

یہ ریما نہیں تھی جس نے اُسے جھنجھوڑ کر جگایا تھا بلکہ ایک طویل القامت اور لمبی مونچھوں والا فوجی تھا۔ اُسکے پیچھے دو آدمی اور بھی تھے۔ انکے جسموں پر بھی فوجی وردیاں تھیں۔

"کیا بات ہے۔" حمید نے بڑی مونچھ والے کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"گاڑی کی کتاب اور ڈرائیونگ لائسنس دکھایئے۔" جواب ملا۔

حمید نے ریما کیطرف دیکھا۔ وہ اگلی سیٹ پر تھی اور اسکے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

"اوہو...... رینجرز نے ٹریفک پولیس کی ذمہ داریاں کب سے سنبھال لی ہیں۔" حمید نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔

"میں پاس بک مانگ رہا ہوں۔" رینجر غرایا۔

"اماں...... تو اس میں خفا ہونے کی کیا بات ہے۔" حمید نے گاڑی سے اترتے ہوئے کہا اور پھر اگلی سیٹ پر جا بیٹھا۔

"کنجیوں کا چھلا کہاں گیا؟" حمید نے اگنیشن سوئچ کو گھورتے ہوئے ریما سے پوچھا

"میں کیا جانوں۔"

"میں نے کنجی اگنیشن ہی میں چھوڑ دی تھی۔" وہ ڈیش بورڈ کے مقفل خانوں پر تشویش نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ پھر ریما پر الٹ پڑا۔ "تم بہت لاپرواہ ہو۔ اب بتاؤ! کنجیاں کہاں تلاش کروں۔ پاس بک اور دوسرے کاغذات انہیں خانوں میں بند ہیں۔"

ریما کے ہونٹ ہلے لیکن آواز نہ نکلی۔ حمید کا لہجہ ایسا ہی تھا جیسے اپنی لاپرواہ بیوی سے کلام ہو۔

"بس حضور......!" رینجر ہاتھ اٹھا کر زہریلے لہجے میں بولا۔ "اب چپ چاپ اوزار نکال لیجئے جس سے جناب نے انجن اسٹارٹ فرمایا تھا۔"

"کیا مطلب......؟"

دفعتاً رینجر نے ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔ "یہ ایک مسروقہ گاڑی ہے تم دونوں خاموشی سے پچھلی سیٹ پر بیٹھ جاؤ۔"

حمید نے سوچا یہ تو بہت بُرا ہوا۔ اب شاید یہ لوگ اپنی چوکی پر لے جائیں گے۔ کچھ نہ کچھ تو ہونا ہی تھا۔

اُس نے ریما کو اگلی سیٹ چھوڑ دینے کا اشارہ کیا اور خود بھی نیچے اُتر کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولنے لگا۔

"نہیں ٹھہرو۔" رینجر بولا۔ "اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔"

حمید نے چپ چاپ تعمیل کی۔ لیکن جیسے ہی ایک سپاہی اُس کی تلاشی کے لئے آگے بڑھا اُس نے ہاتھ نیچے گرا دیئے اور بولا۔ "یہ ناممکن ہے...... تم مجھے گولی مار دو۔"

"کیا مطلب......؟"

"میں کسی نامحرم کو اپنے جسم میں ہاتھ نہ لگانے دوں گا۔"

اُس سپاہی نے دانت نکال دیئے، جو تلاشی کے لئے آگے بڑھا تھا۔

"جو کہا جا رہا ہے کرو...... ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔" ریوالور والے نے کہا۔

"گاڑی کی کنجی اس جیب میں ہے نکال لو۔" حمید سپاہی سے بولا۔ "اس کے علاوہ تم سے کوئی اور حرکت سرزد ہوئی تو نتیجے کے تم خود ذمہ دار ہو گے۔"

"یہ کیا ہو رہا ہے...... یہ سب کیا ہو رہا ہے؟" دفعتاً ریما بڑبڑائی۔

تینوں رینجر اس کی طرف متوجہ ہو گئے اور حمید نے بڑی پھرتی سے گاڑی کی کنجی جیب سے نکال کر زمین پر گرا دی۔ وہ جامہ تلاشی سے بچنا چاہتا تھا۔ نہیں چاہتا تھا کہ وہ اس کا شناختی کارڈ دیکھ سکیں یا بغلی ہولسٹر میں موجود سروس ریوالور ان کی نظروں میں آ سکے۔

"تم لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہو۔ یہ گاڑی میں نے اپنے ایک شکاری دوست سے عاریتاً لی ہے۔" حمید نے ریوالور والے کو مخاطب کر کے کہا۔

"تمہیں ہماری چوکی تک ہر حال میں چلنا پڑے گا۔" رینجر بولا۔

"میں کہیں بھی چلنے کو تیار ہوں لیکن جامہ تلاشی نہیں لینے دوں گا۔ اس کا اختیار تمہارے آفیسر کو ہوگا۔"

''ان دونوں کو جیپ میں لے چلو۔'' ریوالور والے نے دونوں سپاہیوں سے کہا اور جھک کر حمید کی پھینکی ہوئی کنجی اٹھانے لگا۔

اُن کی جیپ سڑک پر کھڑی تھی۔ دونوں سپاہی انہیں جیپ کی طرف لے چلے۔ انہیں پچھلی سیٹ پر بٹھایا گیا تھا۔ ایک سپاہی بھی حمید کے برابر بیٹھ گیا اور دوسرے نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔

تیسرا حمید والی گاڑی کو اسٹارٹ کر کے سڑک پر لا رہا تھا۔

جیپ اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھی اور ریما منمنائی۔ ''اب ہم کہاں جا رہے ہیں۔''

''سکون کی تلاش میں۔'' حمید بولا۔

''تم مجھے کیوں پریشان کر رہے ہو۔''

''پریشان تو اب یہ لوگ ہوں گے۔''

''یہ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں!''

''سرحدوں کے محافظ ہیں۔ انہوں نے ہم پر الزام لگایا ہے کہ ہم کسی کی گاڑی چرا لائے ہیں۔''

''تو کیا سچ مچ وہ گاڑی چرائی ہوئی تھی۔''

''اور نہیں تو کیا اس ویرانے میں گاڑیوں کی تجارت ہوتی ہے۔''

''اب کیا ہوگا۔''

''ان کے ٹھکانے پر ہی پہنچ کر معلوم ہو سکے گا۔''

فریدی غار سے باہر نکلا۔ اس وقت وہ نیلم سرائے سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ رات اُس نے یہیں بسر کی تھی۔ اسے یقین تھا کہ اس وقت وہ لوگ اسکی تلاش میں ضرور نکلے ہوں گے۔

اُس نے پوستین کی اندرونی جیب سے ٹرانسمیٹر نکالا اور اُس کا سوئچ آن کر کے اسے منہ کے قریب لایا۔

''ہیلو.... بلیک نوتھری نائین.... ہیلو ہیلو.... اٹ از ہارڈ اسٹون.... ہیلو.... بلیک نوتھری نائین.... ہارڈ اسٹون کالنگ....!''

''اٹ از نوتھری نائین سر۔'' ٹرانسمیٹر سے آواز آئی۔

''وہاٹ نیوز....؟''

''سڑک پر کچھ بھی نہیں مل سکا جناب۔ آپکی بتائی ہوئی جگہ سے ریگم بالا تک کہیں کوئی لاش نہیں ملی، البتہ موٹیل بالکل راکھ کا ڈھیر ہو چکا ہے۔ اکرام کی تلاش جاری ہے۔ اُوور....!''

''میرا خیال ہے کہ تمہیں اُس راکھ کے ڈھیر میں چھ عدد جلی ہوئی لاشیں ضرور ملیں گی.... اُوور....!''

''فیکم گڈھ کے فائر بریگیڈ کا عملہ کام کر رہا ہے.... اُوور....!''

''اُوور اینڈ آل....!'' فریدی نے کہا اور ٹرانسمیٹر کا سوئچ آف کر دیا۔

یہ ایک تنگ سا درہ تھا جہاں دھوپ کا گزر تو نہیں تھا لیکن اندازہ کیا جا سکتا تھا کہ آسمان کا کیا رنگ ہوگا۔

وہ پھر غار میں واپس چلا آیا۔ اپنے آدمیوں سے اُس نے پچھلی رات ہی رابطہ قائم کر لیا تھا اور ضروری معلومات فراہم کی تھیں۔

ٹھیک دس منٹ بعد وہ غار سے باہر آیا اور ٹرانسمیٹر پر پھر کسی سے رابطہ قائم کیا۔

''انہیں رینجرز نے پکڑ لیا ہے اور اپنی چوکی کی طرف لے جا رہے ہیں۔'' ٹرانسمیٹر سے آواز آئی۔ ''رینجرز کو اس مسروقہ کار پر نظر رکھنے کا حکم ملا تھا.... اُوور....!''

''اُن دونوں پر نظر رکھو.... کوشش کرو کہ چوکی سے اُن کا چھٹکارا ہو جائے اور ذہن نشین کر لو کہ اُسے انہیں اپنا شناختی کارڈ نہ دکھانا پڑے.... اُوور....!''

''اگر وہ لوگ چوکی پر پہنچ گئے تو بے حد مشکل ہوگا.... اُوور....!''

''تو پھر انہیں اس سے پہلے ہی روکنے کی کوشش کرو.... وہ چوکی پر نہ پہنچنے پائیں۔''

''بہت بہتر جناب.... کوشش کی جائے گی.... اُوور....!''

"مجھے مطلع کر دینا...... اُوور...... اینڈ آل......!" فریدی نے کہا اور سوئچ آف کر
اب اُسے جلد ہی یہ جگہ چھوڑ دینی تھی۔ درے سے نکل کر وہ کھلے میں آیا۔ چا
طرف دھوپ بکھری ہوئی تھی اور برف پگھلنے لگی تھی۔

وہ ایسے راستوں پر چل رہا تھا جہاں سے نیلم سرائے کی عمارت کا سامنا نہ پڑتا ہو۔ زمین ہموار نہیں تھی پھر بھی وہ تیز رفتاری برقرار رکھے ہوئے تھا۔ بار بار گھڑی پر نظر پڑتی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے اسے کسی مقررہ وقت پر کہیں پہنچنا ہو۔

پانچ منٹ بعد وہ رک گیا۔

ایک بار پھر جیبی ٹرانسمیٹر نکالا اور اُس کا سوئچ آن کر کے بولا۔ "ہیلو...... سکس...... ہیلو تھری سکس...... ہارڈ اسٹون کالنگ...... ہیلو تھری سکس......!"

"یس سر......!" ٹرانسمیٹر سے آواز آئی۔ "اِٹ از تھری سکس......!"

"ہارڈ اسٹون...... ایٹ فکسڈ اسپاٹ۔"

"اُوکے سر......!"

اُس نے سوئچ آف کر دیا اور ٹرانسمیٹر کو جیب میں ڈالتے ہوئے وہیں ایک پتھ ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔

تقریباً تیس یا چالیس فٹ نشیب میں وہ راستہ تھا جو مشرق کی سمت نیلم سرائے قریب سے گزرتا ہوا ریگم بالا والی سڑک سے جا ملا تھا۔ اس پر زیادہ تر پیدل یا ٹٹوؤں کرنے والے نظر آتے تھے۔ کبھی کبھی ایک آدھ بار برداری کا ٹرک بھی دکھائی دے جاتا

فریدی پتھر سے ٹکا کھڑا اس راستے پر دور تک نظر دوڑاتا رہا۔

تھوڑی دیر بعد ایک ٹرک جنوب سے آتا دکھائی دیا۔ فریدی سیدھا کھڑا ہو کر شا کے قریب پہنچنے کا انتظار کرنے لگا تھا۔

ٹرک کی ڈرائیونگ سیٹ کی کھڑکی سے ایک ہاتھ برآمد ہوا جس میں سفید رومال تھا

فریدی ہاتھ ہلاتا ہوا نیچے اترنے لگا۔ ٹرک رک گیا تھا۔

وہ بار برداری والے حصے پر جا چڑھا اور ٹرک پھر حرکت میں آ گیا۔ ٹرک پر کئی بار تھے جن میں مرغیاں تھیں۔ ایک گوشے میں ایک سوٹ کیس بھی نظر آیا۔

فریدی کریٹوں کی اوٹ میں ہو کر سوٹ کیس کھولنے لگا۔

اس میں سے ضروریات کی کچھ چیزیں اور میک اپ کا سامان برآمد ہوا۔

نئی اطلاع

ڈرائینگ ہال میں ناصر اور لیکراس کسی کے منتظر تھے اور لیکراس کہہ رہا تھا۔ "میں اُس کے ساتھ چلا جاؤں گا۔ تم یہیں مقیم رہو گے۔ مناسب وقت پر تمہیں کوئی خاص اطلاع ملے گی اسی کے مطابق عمل کرنا۔"

"میں غلط تو نہیں کہہ رہا تھا کہ اب تم لوگ مجھے نظر بند کر دینا چاہتے ہو۔" ناصر نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"تم پھر بہکنے لگے۔" لیکراس کا لہجہ بھی کسی قدر سخت تھا۔

"اچھا اچھا......!" ناصر سر ہلا کر بولا۔ "دیکھا جائے گا۔"

"اگر تم نے اس کے خلاف کیا تو نتیجے کے خود ذمہ دار ہو گے۔"

ناصر نے اُس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے صدر دروازے کی طرف گھورتا رہا۔ کچھ دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک سفید فام غیر ملکی اندر داخل ہوا۔ لیکراس نے ہاتھ اٹھا کر اُسے اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا۔

وہ انکے قریب پہنچ کر لیکراس سے بولا۔ "جلدی چلو...... میں یہاں بیٹھ نہیں سکوں گا۔"

لیکراس اٹھ گیا۔ ایک چھوٹا سوٹ کیس اُس کے پیروں کے قریب ہی رکھا ہوا تھا جسے اٹھا کر وہ نووارد کے ساتھ باہر چلا گیا۔

نووارد ناصر کے لئے قطعی اجنبی تھا۔ اس نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور کاؤنٹر کی طرف دیکھنے لگا۔ جہاں نیلم سرائے کا مالک ملازموں پر برس رہا تھا۔

بات بات پر آپے سے باہر ہو جانے والا یہ آدمی ویسے بھی خونخوار شکل والا تھا اور اسے

اس کی پرواہ نہیں ہوتی تھی کہ گاہکوں پر اُس کی بدمزاجی کا کیا اثر پڑے گا۔

ناصر کو اس سے شدید نفرت تھی اور آئے دن اس سے سابقہ پڑتا ہی رہتا تھا لیکن دونوں کے درمیان ابھی تک اتنی بات نہیں بڑھی تھی کہ وہ آستینیں چڑھا کر ایک دوسرے کے مقابل آجاتے۔ ویسے ناصر کی خواہش تھی کہ کبھی بات اس حد تک بڑھ جائے۔

اسٹور میں نقب زنی کے سلسلے میں اس کے تیور کڑوے ضرور ہوئے تھے لیکن نا لیکر اس کی وجہ سے دب جانا پڑا تھا۔ خود ناصر بھی چھیڑ چھیڑ کر لڑنے والوں ہی میں سے لہٰذا اسے یقین تھا کہ کبھی نہ کبھی بات ضرور بڑھ جائے گی۔

دفعتاً صدر دروازہ پھر کھلا اور دو آدمی اندر داخل ہوئے۔ ان میں ایک معمر تھا اور دو جوان اور تنومند...... اُس کی آنکھوں میں عجیب سی وحشیانہ چمک تھی۔ وہ دونوں کاؤنٹر کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

بوڑھے آدمی نے مالک سے کہا۔ ''خان مرغیوں کے کریٹ ٹرک سے اتروالو۔''

''اوہ...... آگئے تم......!'' وہ دانت پیس کر بولا۔ ''لیکن تم کون ہو۔ وہ خبیث کہاں ہے جو پچھلی بار تین مردہ مرغیاں گلے لگا گیا تھا۔''

''خان...... وہ آج کل دوسرے روٹ پر چل رہا ہے۔''

''میں تو تم سے وصول کروں گا وہ مرغیاں۔''

''یہ کیسے ممکن ہے خان! ویسے میں تمہاری شکایت ٹھیکیدار تک پہنچا دوں گا۔''

''شکایت کے بچے! تم تین مرغیاں دیئے بغیر یہاں سے نہیں جاسکو گے۔''

''زبان سنبھال کے بات کرو۔'' بوڑھے کے ساتھی نے مالک کو گھورتے ہوئے کہا۔

''تم کون ہو......!'' مالک کاؤنٹر پر گھونسہ مار کر دہاڑا۔

''میں کوئی بھی ہوں۔'' تنومند جوان سرد لہجے میں بولا۔ ''تمہیں نامناسب بات نہ کہنی چاہئے۔''

''خاموش رہو۔'' وہ پھر کاؤنٹر پر ہاتھ مار کر دہاڑا۔ ''ورنہ اٹھوا کر باہر پھینکوا دوں گا۔''

''اوہ......!'' تنومند جوان چاروں طرف دیکھتا ہوا حقارت سے مسکرایا پھر بولا۔ ''یہاں تو کوئی بھی ایسا نظر نہیں آتا جو مجھے اٹھا کر باہر پھینک سکے۔''

ناصر نے اُس کا یہ جملہ سنا اور خواہ مخواہ کھول اٹھا۔ اُسے نیلم اور سرائے کے مالک سے

نفرت تھی لیکن پتہ نہیں کیوں اسے اس آدمی پر غصہ آگیا جو مالک کو چٹکیوں میں اڑانے کی کوشش کر رہا تھا۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کاؤنٹر کے قریب آیا اور غرا کر بولا۔ ''تم لوگ آخر بات کیوں بڑھا رہے ہو، چپ چاپ تین مرغیاں سردار زمن کے حوالے کردو۔''

''حرام کی آتی ہیں مرغیاں۔'' تنومند جوان اُسے نیچے سے اوپر تک دیکھتا ہوا بولا۔

بوڑھا خاموش کھڑا تھا۔ جوان کے اس جواب پر ناصر کو طیش آگیا۔ وہ غراتا ہوا اس کی طرف جھپٹا۔

''پیچھے ہٹو......!'' جوان نے ہاتھ بڑھا کر اُسے دھکا دیا اور وہ کئی قدم پیچھے ہٹتا چلا گیا۔

اور پھر تو وہ غصے سے پاگل ہو گیا تھا۔ دوسری بار اُس نے اُس پر وحشیانہ انداز میں چھلانگ لگائی لیکن جوان بڑی پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا اور ناصر اپنے ہی زور پر کاؤنٹر سے جا ٹکرایا۔

پھر انتہائی غصے کے عالم میں بھی اُسے شدید خطرے کا احساس ہوا تھا اور سوچنے لگا تھا کہ اب کوئی بیچ بچاؤ ہی کرا دیتا تو بہتر ہوتا کیونکہ یہ اجنبی نہ صرف طاقتور بلکہ بے حد پھرتیلا بھی ثابت ہوا تھا۔

ادھر دفعتاً سردار زمن کی آنکھوں میں عجیب سی چمک پیدا ہوئی اور وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''بس بس یہاں نہیں۔ یہ بھٹیار خانہ نہیں ہے۔ اگر تمہیں زور آزمائی ہی کرنی ہے تو باہر کھلے میں چلو۔''

ناصر کی زبان سے اس کے لئے گالی نکلتے نکلتے رہ گئی۔ جس شخص کی حمایت میں خواہ مخواہ اٹھ کھڑا ہوا تھا اس کا یہ رویہ...... لعنت ہے۔

''میں تیار ہوں۔'' جوان مسکرا کر بولا۔ ''لیکن ایک شرط کے ساتھ۔''

''چلو شرط بھی بتاؤ...... میں نے بہت دنوں سے مرغوں کی لڑائی نہیں دیکھی۔''

''اگر یہ میرے ہاتھوں پٹ گیا تو میں اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا مجھے ایک باربردار کی ضرورت ہے۔''

ناصر کو اس وقت اپنی رگوں میں خون کی بجائے چنگاریاں سی دوڑتی محسوس ہو رہی تھیں

لیکن وہ ایک پیشہ ور شکاری بھی تھا۔ اس سلسلے میں اس کی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ جس ط
بھی ممکن ہو یہاں سے بھاگ نکلو۔

دفعتاً اُس نے ریوالور نکالا اور اچھل کر پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔ ''خبردار کوئی بھی اپنی جگہ نہ ہلے۔''

جو یہاں تھا وہیں کھڑا رہ گیا۔ ناصر الٹا چلتا ہوا صدر دروازے کی طرف جا رہا تھا۔

اس نے اجنبی جوان کی آنکھوں میں تمسخر محسوس کیا۔ اُس کے ہونٹوں پر ط
مسکراہٹ بھی تھی۔ البتہ سردار زمن سختی سے ہونٹ بھینچے بیٹھا تھا۔

ناصر نے بایاں ہاتھ پیچھے لے جا کر دروازہ کھولا اور الٹے پاؤں ہی باہر نکلا۔

پھر بڑی تیزی سے اس ٹرک کی طرف دوڑا، جو سامنے کھڑا تھا۔ خیال یہ تھا کہ ٹر
اوٹ سے مقابلہ کر سکے گا اگر کسی نے اُسے روکنے کی کوشش کی۔ لیکن پھر اگنیشن سوئچ م
لگی دیکھ کر فوری طور پر ٹرک ہی لے بھاگنے کا فیصلہ کر لیا۔

ٹرک کے پچھلے حصے میں مرغیاں کڑکڑا رہی تھی۔ اس نے بڑی پھرتی سے انجن اسٹا
کر کے گیئر بدلا اور ٹرک شور مچاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

اب وہ اندھا دھند ایکسیلریٹر پر دباؤ بڑھائے جا رہا تھا۔

وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اس وقت نیلم سرائے میں کوئی ایسی گاڑی موجود نہیں ہے
لوگ اس کے تعاقب کے لئے استعمال کر سکیں۔

وہ جلد سے جلد ریگم بالا والی سڑک پر پہنچ جانا چاہتا تھا۔

دفعتاً اس نے کسی کو کہتے سنا۔ ''مجھے ایک ایسے ہی مشاق آدمی کی ضرورت تھی
اررر...... مڑ کر دیکھنے کی ضرورت نہیں ورنہ کسی کھڈ میں جا پڑو گے۔''

آواز اسی اجنبی جوان کی تھی جس سے جھگڑے کی بناء پر اس اقدام کی نوبت آئی تھ
ٹھنڈی سی لہر ناصر کے سارے جسم میں دوڑ گئی۔ وہ کچھ نہ بولا۔

ٹرک کے پچھلے حصے سے پھر آواز آئی۔ ''اب دیکھنا ہے کہ تم مجھے کہاں لے جاتے؟''

ناصر نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ''بات اس حد تک خواہ مخواہ
لیکن تم نے دیکھا سردار زمن کتنا کمینہ آدمی ہے۔ میں نے اس کی حمایت میں تم سے

ول لیا تھا اور وہ کتا مرغوں کی لڑائی دیکھنا چاہتا تھا۔ اب یہی دیکھو تین مرغیاں۔''

''مرغیوں کی بات رہنے دو۔'' آواز آئی۔ ''تین کی بجائے اسے تیس مرغیاں بھی دی جا سکتی تھیں۔ بشرطیکہ تم اتنی آسانی سے ہاتھ آ جاتے۔''

''میں تم سے خائف نہیں ہوں سمجھے۔'' ناصر جھنجھلا کر بولا۔ ''بس اس مردود کو خوش ہونے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔''

''فریدی کے پنجے سے نکل جانا اتنا آسان نہیں ہے ناصر۔'' اس بار آواز بدلی ہوئی تھی۔

اور ناصر نے فریدی کی آواز صاف پہچان لی۔ اب اسٹیئرنگ پر اُس کے ہاتھ کانپ رہے تھے اور دل اچھل اچھل کر حلق میں آتا محسوس ہو رہا تھا۔

جیپ سڑک پر فراٹے بھر رہی تھی اور حمید عقب نما آئینے میں وہ گاڑی بھی دیکھ رہا تھا
س پر پچھلی رات سفر کرتا رہا تھا۔ جیپ سے اُس کا فاصلہ کچھ زیادہ نہیں تھا۔

''کیا تم مجھے پائپ پینے کی اجازت دو گے۔'' حمید نے برابر بیٹھے ہوئے رینجر سے پوچھا۔

''ضرور...... ضرور......!'' جواب ملا اور پھر قدرے توقف کے ساتھ رینجر نے پوچھا۔

''کیا یہ لڑکی اردو سمجھ سکتی ہے۔''

''میں اسے ضرور اردو پڑھاؤں گا...... اس کی شکل مجھے کچھ مغلانیوں کی سی لگتی ہے۔'' حمید نے جواب دیا۔

''میرے سوال کا جواب دو...... کیا یہ اردو سمجھ سکتی ہے۔''

''قطعی نہیں۔''

''اچھا تو بتاؤ اس سے تمہارا کیا تعلق ہے۔''

''یار تم نرے گھامڑ لگتے ہو۔''

"زبان سنبھال کر بات کرو۔"

"بیوقوفی کی باتیں کرو گے تو ضرور کہوں گا۔"

"اس میں بیوقوفی کی کیا بات ہے۔" رینجر ناخوشگوار لہجے میں بولا۔

"یہ نہ میری ماں ہو سکتی ہے اور نہ بہن۔"

"بیوقوفی کی بات تم کر رہے ہو۔ کیا یہ تمہاری بیوی نہیں ہو سکتی۔"

"بیوہ ہو سکتی ہے۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "کیونکہ میں نکاح مر جاؤں گا۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔"

"اچھا تو نہیں مروں گا..... کرو میری شادی کا انتظام۔"

"چوکی پہنچ کر بارات سجائیں گے تمہاری۔"

"شکریہ۔" حمید نے کہا اور پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

"یہ کیوں گرم ہو رہا ہے۔" ریما نے اس سے پوچھا۔

"میں زحمت میں پڑ گیا ہوں۔ نہ تم اس کی زبان سمجھ سکتی اور نہ یہ تمہاری زبان ہے۔ میں خواہ مخواہ مترجم بن کر رہ جاؤں گا۔"

"میرا خیال ہے کہ تم ان لوگوں سے نرمی سے پیش آؤ۔"

"ہرگز نہیں آ سکتا کیونکہ اس نے بات ہی ایسی کہی ہے۔"

"کیا بات ہے۔"

"کہہ رہا تھا کہ چوکی پہنچ کر تم دونوں کی شادی کر دیں گے۔"

"بکواس نہ کرو۔"

"ہمارے یہاں شادی کو بکواس نہیں کہتے بلکہ بکواس تو شادی کے بعد شروع ہوتی"

"تم ایسی فضول باتیں کرو گے تو میں بالکل خاموش ہو جاؤں گی۔"

"بالکل خاموش ہو گئیں تو یہ لوگ مجھے بھی تمہاری ہی قبر میں دفن کر دیں گے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا تم کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"ہمارے یہاں ایک غیر شادی شدہ جوڑا سفر نہیں کر سکتا۔"

"یہ تو زبردستی ہے۔"

"ان کا خیال ہے کہ ایسی صورت میں شیطان کا ولیمہ ہو جاتا ہے۔"

"ولیمہ کیا.....؟"

"ویڈنگ فیسٹ.....!"

"یا تو تمہارا دماغ چل گیا ہے یا ابھی تمہاری نیند پوری نہیں ہوئی۔"

"دونوں باتیں درست ہیں۔"

تھوڑی دیر بعد رینجر نے حمید سے پوچھا۔ "اسے کہاں سے بھگا کر لائے ہو۔"

"رحم مادر سے.....!"

"رحم مادر کون سا شہر ہے۔ میں نے تو پہلے نام نہیں سنا۔"

"یار اب خاموش رہو۔ ورنہ میں ہنستے ہنستے بیہوش ہو جاؤں گا۔"

"چوکی پہنچ کر شائد تمہیں بیہوش ہی ہونا پڑے..... گالیاں دے رہے ہو مجھے مادر..... مادر..... خیر..... خیر..... دیکھیں گے۔"

"اے نیک بخت یہ گالی نہیں بلکہ ہم سب کا وطن مالوف ہے۔!"

"بس چپ رہو..... ورنہ ٹھیک کر دوں گا۔"

"تمہاری مرضی..... میں تو تمہاری معلومات میں اضافہ کرنا چاہتا تھا۔"

ریما بول پڑی۔ "کیا تم کسی بات پر اُسے غصہ دلانے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"بالکل نہیں..... میں تو اس سے کہہ رہا تھا کہ اگر تم نے ابھی تک ناشتہ نہ کیا ہو تو اب کر لو۔"

"تم پتہ نہیں کس قسم کے آدمی ہو۔"

"میں بھی سکون کی تلاش میں نکلا ہوں۔ لہٰذا ٹھیک ہے۔"

"اگر تمہاری ان حرکتوں کی بناء پر کسی دشواری میں پڑ گئی تو..... اوہ میرے خدا۔"

دفعتاً وہ اچھل پڑی۔

"کیوں کیا بات ہے۔"

"میرے کاغذات..... خدایا اب کیا ہو گا۔"

"کیسے کاغذات.....!"

"میرا پاسپورٹ اور دوسرے ضروری کاغذات! وہ اسی سوٹ کیس میں تھے جو
میں رہ گیا تھا۔ خدا غارت کرے اُس موٹے آدمی کو۔"

"خدا نے پہلے اُس کی بیوی کو غارت کر دیا تھا لہٰذا اب خود اُس کے غارت ہ
ایک فیصد بھی امکان نہیں۔"

"نہیں! بتاؤ میں کیا کروں۔"

"جب بھی ایک کپ کافی میسر آ گئی تمہیں بتا دوں گا کہ اب تمہیں کیا کرنا چاہ

اچانک جیپ کے ڈرائیور نے پورے بریک لگائے اور حمید کو ایسا محسوس ہوا جیسے
کائنات تلے اوپر ہوگئی ہو کیونکہ اس کا سر اگلی سیٹ سے ٹکرایا تھا۔

اور اگر وہ پورے بریک نہ لگاتا تو جیپ اس ٹرک سے جا ٹکرائی ہوتی جو سڑک
کھڑا تھا۔ کسی طرف سے بھی بچا کر نکال لے جانے کی گنجائش نہیں تھی۔ پچھلی گاڑ
بریک بھی چرچرائے تھے۔

وہ سب اُتر پڑے...... ٹرک میں کوئی بھی نظر نہ آیا...... اس کا ایک اگلا ٹائر فلیٹ تھ
رینجرز کے آفیسر نے ٹرک والوں کو آوازیں دینی شروع کر دیں۔ لیکن کوئی نتیجہ ن
ہوا۔

پھر وہ اسی تگ و دو میں لگ گئے تھے کہ کسی طرح ٹرک کو ہٹایا جائے۔ دفعتاً ایک آ
آواز سنائی دی "تم سب اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔"

حمید نے مڑ کر دیکھا۔ چار آدمی چٹانوں کی اوٹ سے نکلے تھے۔ اُن کے ہاتھو
ٹامی گنیں تھیں اور چہرے نقابوں میں چھپے ہوئے تھے۔

رینجرز نے متحیرانہ انداز میں اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔

چاروں نقاب پوشوں میں سے ایک آگے بڑھ کر حمید سے بولا۔ "تم دونوں کو
ساتھ چلنا ہے...... ہاتھ اوپر اٹھائے رکھو۔"

"آپ کون ہیں جناب عالی۔" حمید نے بڑے ادب سے پوچھا۔

"تمہیں اس سے بحث نہ ہونی چاہئے۔ اگر مزاحمت کی تو سینہ چھلنی ہو جائے گا۔"

"جیسی مرضی جناب عالی...... اب تو ستارے گردش میں آ ہی چکے ہیں۔" حمید

ریما سے بولا۔ "اب یہ لوگ ہم دونوں کو کہیں لے جانا چاہتے ہیں۔"

دفعتاً رینجرز کا آفیسر کڑک کر بولا۔ "تم لوگ کون ہو اور کیا چاہتے ہو۔"

"یہ ہمارے قیدی ہیں اور ہم خود انہیں سزا دیں گے۔" اسی نقاب پوش نے جواب دیا
حمید سے گفتگو کرتا رہا تھا۔

"تم لوگ ہو کون۔"

"احمقانہ سوال! اگر یہی ظاہر کرنا ہوتا تو نقابیں کیوں استعمال کی جاتیں۔"

"فلسفی معلوم ہوتے ہو۔" حمید بولا۔

"یہ اسٹیٹ کا مجرم ہے۔" رینجرز کے آفیسر نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ہم لوگ بھی شریف آدمی نہیں ہیں۔ اچھا بحث بند۔ تم دونوں ٹرک کے پیچھے چلو۔"

حمید اور ریما چل پڑے۔ ٹرک کی دوسری طرف ڈھلان میں ایک چھوٹا سا موڑ تھا۔

"چلو...... چلتے رہو۔" پشت سے حکم ملا۔

"ہمارا بیٹھ رہنے کا ارادہ نہیں لہٰذا خواہ مخواہ الفاظ نہ ضائع کرو۔" حمید بدستور چلتا ہوا
ے بغیر بولا۔

پھر وہ اُس موڑ سے گزرے ہی تھے کہ سامنے انہیں ایک کار کھڑی نظر آئی۔ کار میں کوئی
ں نہیں تھا۔

اتنے میں نقاب پوش حمید کے بالکل قریب پہنچ کر آہستہ سے بولا۔ "کنجی اگنیشن سوئچ
یں موجود ہے جناب کپتان صاحب اور ایک سوٹ کیس میں جو پچھلی سیٹ پر رکھا ہوا ہے ایک
قعہ اور میک اپ کا سامان بھی موجود ہے۔ خاتون کو برقعہ اوڑھا دیجئے اور اپنی شکل میں معمولی
ی تبدیلی کیجئے۔"

"اوہم......!" حمید نے طویل سانس لی۔

"ہم اُن رینجرز کو آدھے گھنٹے سے زیادہ نہ روک سکیں گے۔ اسے بھی ذہن میں رکھئے گا۔"

"فکر نہ کرو...... ٹھیک ہے۔" حمید نے کہا اور ریما کا بازو پکڑ کر گاڑی کی طرف لے آیا۔

"چلو بیٹھ جاؤ۔"

"آخر یہ کیا ہو رہا ہے۔"

"باتوں کا وقت نہیں۔ چپ چاپ بیٹھ جاؤ۔"

دونوں اگلی سیٹ پر بیٹھ گئے اور حمید نے انجن اسٹارٹ کیا۔ گاڑی تیزی سے آگے ب

اُس جگہ سے کئی میل آگے نکل آنے کے بعد حمید نے گاڑی ایک جگہ رو

سیٹ سے سوٹ کیس اٹھا لیا۔

"لو اب تم اسے پہن لو۔" حمید نے اس میں سے برقعہ نکال کر ریما کی گو

ہوئے کہا۔

"یہ کیا ہے؟"

"اُسے برقعہ کہتے ہیں۔ تم نے سنا ہوگا کہ ہمارے یہاں کی زیادہ تر خواتین پردہ کر

"ہاں میں نے سنا ہے...... اُوہ تو یہ وہ ہے۔"

"ہاں وہی ہے۔" حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "اب باتوں میں وق

کرو۔ ورنہ ہم پھر کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں گے۔"

"مجھے اس کا استعمال نہیں معلوم۔"

"میں بتاؤں گا۔"

پھر بڑی تیزی سے اُس نے اُسے برقعہ پہننے میں مدد دی تھی۔

"دیکھو! میں اس طرح چہرہ ڈھانک کر نہیں بیٹھ سکتی...... اور چہرہ ڈھا

ضرورت ہے۔ میں نے تو یہاں کسی کو بھی چہرہ ڈھانکے ہوئے نہیں دیکھا۔"

"ارے ابھی تم چار مردوں کو چہرہ ڈھانکے ہوئے دیکھ چکی ہو اتنی جلدی بھو

"میں چہرہ نہیں ڈھانکوں گی۔"

"تو پھر پہچان لی جاؤ گی اور ہم پکڑے جائیں گے۔ ہم لوگ سرحدی پولیس سے بھاگ نکلے ہیں...... اسے نہ بھولو۔"

"تو کیا وہ نقاب پوش تمہارے ہی آدمی تھے۔"

"نہیں...... لیکن وہ ہمیں اپنے ہی آدمی سمجھے ہیں۔" حمید نے کہا اور

اسٹارٹ کر دیا۔

"تو پھر تم بھی انہیں لوگوں میں سے ہو جو پولیس سے منہ چھپائے پھرتے !"

"قطعی نہیں...... ہم صرف شکاری ہیں۔"

اس دوران میں حمید نے اپنی ناک کے نتھنوں میں وہ اسپرنگ فٹ کر لئے تھے جنہیں ی میڈ میک اپ ٹول کہتا تھا۔

دفعتاً ریما کی نظر اُس کے چہرے پر پڑی اور وہ چونک کر بولی۔ "یہ کیا؟"

"کیا بات ہے!"

"تمہاری ناک......!"

"کیا غائب ہو گئی۔"

"نہیں اوپر اٹھ گئی ہے۔"

"اب تھوڑی دیر بعد غائب ہو جائے گی۔"

"کیا مطلب......؟"

"میں ایک بدروح ہوں...... ہر سال یہی ایک ڈرامہ بار بار انہیں اطراف میں دہرایا جاتا ہے۔ ایک عورت چیختی ہوئی مرجاتی ہے۔ موٹیل جل کر خاک ہو جاتا ہے۔ پانچ لاشیں ہیں اور دوسرے دن پھر کچھ نہیں۔ اس بار یہ ڈرامہ تم نے دیکھا ہے۔ پچھلے سال ایک ڈاکٹر نے دیکھا تھا۔ ٹھیک تین ماہ بعد اس کے جڑواں بچے پیدا ہوئے...... آئندہ سال ڈرامہ فیملی پلاننگ بورڈ کے چیئرمین کو دکھایا جائے گا......!"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔"

"اچھا تو پھر تم بھی میری ہی طرح اپنی ناک اوپر اٹھا کر دکھاؤ۔"

"د...... دیکھو...... مجھے ڈراؤ نہیں......!" وہ خوفزدہ آواز میں بولی اور نقاب الٹ کر گہری سانسیں لینے لگی۔

"ٹھیک ہے...... نقاب الٹ دو...... لیکن جیسے ہی کوئی گاڑی دکھائی دے پھر ڈال

ڈرو نہیں...... میں مذاق کر رہا تھا۔"

"مذاق ہی سہی...... لیکن تم کسی بدروح سے کم بھی نہیں ہو۔"

"عزت افزائی کا شکریہ۔ لیکن یہ ریگم بالا کسی طرح آہی نہیں چکتا۔"

"میں اب بڑی تھکن محسوس کر رہی ہوں۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے سکون نصیب ہوتے ہی ایک
گہری نیند سو جائے گا۔

اچانک سامنے بیچ سڑک پر دو آدمی کھڑے نظر آئے۔ انہوں نے اپنے ہاتھ اٹھ
تھے۔ غالباً گاڑی رکوانا چاہتے تھے۔

''اب یہ کیا ہونے والا ہے۔'' ریما چہرے پر نقاب ڈالتی ہوئی بولی۔

حمید نے فوری طور پر پورے بریک لگائے اور گاڑی اُن دونوں سے کافی فاصلے
گئی۔ ساتھ ہی اس نے بغلی ہولسٹر سے ریوالور بھی نکال لیا۔

دفعتاً ان میں سے ایک ہاتھ ہلاتا ہوا بولا چیخا۔ ''اٹ از بلیک سر۔''

حمید نے طویل سانس لی اور ریوالور گود میں ڈال کر پھر اسٹیئرنگ سنبھالا۔ انجن
بند نہیں کیا تھا۔ گاڑی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ان دونوں کے قریب جا رکی۔

وہ کھڑکی کے قریب آئے۔

''یہ گاڑی آپ کو یہیں چھوڑ دینی ہے۔'' اُن میں سے ایک بولا۔

حمید نے ریما کو اترنے کا اشارہ کیا۔

''اب کیا بات ہے۔'' وہ بھنا کر بولی۔

''ہمیں یہاں اترنا ہے۔''

''یہاں اس ویرانے میں۔''

''فکر نہ کرو۔''

پھر وہ گاڑی سے اتر گئے اور ان دونوں میں سے ایک اُسی گاڑی میں بیٹھ کر
سے آگے بڑھا لے گیا۔ دوسرا اُن کے پاس کھڑا رہ گیا تھا۔

''میرے ساتھ آیئے جناب۔'' دوسرا آدمی بائیں جانب مڑتا ہوا بولا۔ اُس
میں وہ سوٹ کیس تھا جو گاڑی سے اُتارا گیا تھا۔

''مم..... میں اسے پہن کر ایک قدم بھی پیدل نہیں چل سکوں گی۔'' ریما منمنا

''اتار دو۔'' حمید نے کہا۔

اب وہ بائیں جانب والی ڈھلان میں اُتر رہے تھے۔

ناصر کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب اُسے کیا کرنا چاہئے۔ بس وہ ٹرک کو ٹیکم گڑھ کی
رف بھگائے لئے جا رہا تھا۔

دفعتاً اس نے اونچی آواز میں پوچھا۔ ''آخر تم مجھے کہاں لے جانا چاہتے ہو۔''

''بڑی عجیب بات ہے۔'' ٹرک کے پچھلے حصے سے فریدی کی آواز آئی۔ ''یہ تم مجھ سے
چھ رہے ہو..... ابھی تک تو میں یہی سمجھتا رہا تھا کہ تم خود مجھے کہیں لے جا رہے ہو۔''

''میری کوئی منزل نہیں ہے۔'' ناصر بولا۔

''اس نظریہ کے تحت بھی تم سے تعاون کرنے کو تیار ہوں۔''

''کیا میں ٹرک روک دوں۔''

''تمہاری مرضی.....!''

ناصر نے ٹرک روک دیا اور پھر اُسے کھڑکی کے قریب وہی قبائلی نظر آیا جس سے نیلم
ئے میں جھگڑا ہوا تھا۔

''نیچے اُتر آؤ۔'' اس نے ناصر سے کہا۔

ناصر انجن بند کرکے سیٹ سے اُتر آیا۔

کریٹوں میں مرغیاں شور مچا رہی تھیں۔ دونوں چند لمحے ایک دوسرے کو گھورتے رہے پھر
بولا۔ ''اگر تم کرنل فریدی ہو تو سن لو کہ میں ان معاملات کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔''

''کن معاملات کے بارے میں؟''

''یہی کہ تمہارے بیہوش ساتھی کو اکرام کے موٹیل سے کیوں اٹھوایا گیا یا اب وہ کہاں ہے۔''

''مجھے صرف اسی سے دلچسپی ہو سکتی ہے کہ اب وہ کہاں ہے۔'' خشک لہجے میں کہا گیا۔

"میں نہیں جانتا۔"

"پہلے تم اسے کہاں لے گئے تھے۔"

"موٹیل سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک غار میں۔"

"میری جیپ کہاں ہے۔"

"اس کا بھی علم مجھے نہیں۔"

"تم کس کے لئے کام کر رہے ہو۔"

"یہ میں نہیں بتا سکتا۔"

"حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں جو کچھ بھی معلوم کرنا چاہتا ہوں ہر حال میں کر لیتا ہوں"

"جو تم سے بن پڑے کر لو۔"

دوسرے ہی لمحے قبائلی جوان کا گھونسہ ناصر کی ٹھوڑی پر پڑا اور وہ لڑکھڑاتا ہوا ٹرک سے جا ٹکرایا۔

اور پھر وہ ٹرک ہی سے لگا کھڑا ہانپتا رہ گیا تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں جبڑے بھنچے ہوئے تھے۔

اچانک اس نے کھٹکے سے کھلنے والا بڑا سا چاقو نکال لیا اور اسے مٹھی میں جکڑے ہوئے بالکل کسی لڑاکا مرغ کے سے انداز میں حملے کا پہلو تلاش کرنے لگا۔

قبائلی جوان ہنس پڑا...... ہنستا رہا...... پھر بولا۔ "مجھے افسوس کہ سردار زمن یہاں نہیں۔ اس نے عرصہ سے مرغ نہیں لڑائے۔"

"خاموش رہو" وہ حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

"چاقو زمین پر ڈال دو" جوان نے سرد لہجے میں کہا۔

"اب وہ بھی کسی سفاک درندے کی طرح اسے گھورے جا رہا تھا۔

"چاقو زمین پر ڈال دو" وہ پھر بولا۔ لیکن ٹھیک اسی وقت ناصر نے اس پر چھلانگ لگائی

"سنبھل......!" قبائلی جوان نعرہ لگا کر بائیں جانب ہٹا تھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ناصر کا داہنا ہاتھ اس کی گرفت میں نظر آیا۔

اس کے حلق سے گھٹی گھٹی سی کراہ نکلی تھی اور چاقو ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑا تھا۔

اس کے بعد اس کی پشت پر دو ہتھڑ پڑا اور وہ منہ کے بل زمین پر گرا۔ دوبارہ اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ پیشانی پر ٹھوکر پڑی۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے زمین تیزی سے گردش کرنے لگی ہو۔ آنکھیں بند کئے ٹرک پر اوندھا پڑا رہا۔ اسے دوسری ٹھوکر یا مزید تشدد کا انتظار تھا لیکن کئی منٹ تک اسے کسی تازہ چوٹ کا احساس نہ ہو سکا۔

البتہ کچھ دیر بعد کسی گاڑی کا ہارن سنائی دیا...... اور پھر وہ قریب ہی آ کر رک گئی۔

"ذرا دیکھنا کیا قصہ ہے۔" کسی کی آواز آئی اور پھر قدموں کی چاپ سنائی دی۔ کوئی اس کے قریب آ کر رکا تھا۔

"بیہوش معلوم ہوتا ہے۔" اس نے اپنے قریب ہی کسی کو کہتے سنا۔

"دیکھو ٹرک میں کون ہے۔" دوسری آواز آئی۔

"ٹرک میں مرغیاں ہیں۔" جواباً کہا گیا۔

ناصر پوری طرح ہوش میں تھا اور اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ٹرک کے آس پاس خود اس کے علاوہ اور کسی کا وجود نہیں پایا جاتا۔

اس نے نہ صرف آنکھیں کھول دیں بلکہ اٹھ بیٹھنے کی بھی کوشش کرنے لگا۔

دو آدمی اس کے قریب کھڑے تھے۔ انہوں نے اسے سہارا دیا۔

"کیا بات تھی۔" ایک نے پوچھا۔

"وہ...... وہ...... کچھ نہیں! میں ٹرک روک کر کسی ضرورت سے نیچے اترا تھا کہ چکر آ گیا۔"

"تمہاری پیشانی زخمی ہے۔"

"ہاں شاید۔" ناصر نے لاپروائی سے کہا۔ "اچھا میں ٹرک کنارے کرتا ہوں۔"

وہ ٹرک پر جا بیٹھا اور انجن اسٹارٹ کر کے اسے ایسی پوزیشن میں لایا کہ وہ اپنی گاڑی نکال سکیں۔ لیکن وہ خود بھی نہیں رکا تھا۔ ٹرک کو آندھی اور طوفان کی رفتار سے ہیلم گڈھ کی طرف لئے جا رہا تھا۔

پیشانی کے زخم کی جلن بڑھتی رہی۔ تھوڑی ہی دیر بعد اسے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے سر پر پیشانی کی بجائے الاؤ جل رہا ہو۔ اس نے بوکھلا کر ایک جگہ پھر ٹرک روک دیا اور سیٹ سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔

ذہن کو قطعی آزاد چھوڑ دینا چاہتا تھا۔ کچھ نہیں سوچنا چاہتا تھا کیونکہ ہر الجھن
کی دھمک سر میں پیدا کرتی تھی۔ ایک نئی قسم کی اذیت میں مبتلا کرتی تھی۔

دفعتاً وہ اچھل پڑا۔ کسی نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

''اوہ......!'' اس کی زبان سے صرف اتنا ہی نکل سکا۔ کیونکہ اپنے برابر
بھوت بیٹھا نظر آیا تھا......وہی قبائلی جوان!

''ٹیکم گڈھ جانے کا خیال ترک کردو۔'' اُس نے نرم لہجے میں کہا۔''ا
تمہیں اکرام کے موٹیل کے قریب سے گزرنا پڑے گا۔ وہاں پولیس ہر کس و ناکس
رہی ہے۔ شکاریوں پر خصوصیت سے توجہ دی جارہی ہے۔''

''پھر میں کہاں جاؤں'' ناصر بے بسی سے کراہا۔

''میرے ساتھ چلو۔''

''تم......!'' وہ دانت پیس کر بولا۔ ''تم کسی بھی لمحے فنا ہو سکتے ہو۔ وہ سر
گھات میں ہیں۔''

''آخر کیوں؟ مجھ سے کیا چاہتے ہیں!''

''یہ میں نہیں جانتا۔''

''ضد چھوڑ دو......ورنہ بڑے خسارے میں رہو گے۔''

ناصر کچھ نہ بولا۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا اور اس کی آنکھیں بند ہوتی جا
کچھ دیر بعد قبائلی جوان ٹرک کو مخالف سمت میں موڑ رہا تھا اور ناصر اس کے
اس طرح خلاء میں گھورے جارہا تھا جیسے کچھ سجھائی ہی نہ دیتا ہو۔

راستہ دشوار گزار تھا لیکن وہ گرتے پڑتے آگے بڑھے جارہے تھے۔

فریدی کی ہدایت ہی کے مطابق حمید نے اپنے ساتھی سے کسی قسم کی پوچھ

تھی۔ اُس کا کہنا تھا جب بھی بلیک فورس کے کسی ممبر سے رابطہ قائم ہو اس کی ہدایات پر عمل
کرو......اس سے کسی بحث میں الجھنے کی کوشش نہ کرو۔

ریما بُری طرح ہانپ رہی تھی۔ اس نے حمید سے کہا۔ ''آخران مصیبتوں کا خاتمہ کب ہوگا۔''

''میرا خیال ہے کہ اصل مصیبتیں اب شروع ہوئی ہیں۔''

ریما خاموش ہوگئی تھی۔ لیکن اُس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔

آدھے گھنٹے بعد اس سفر کا اختتام ایک غار کے دہانے پر ہوا۔

''آپ میری واپسی تک یہیں قیام کریں گے۔'' ساتھی بولا۔

''اندر یا باہر۔''

''اندر جناب...... باہر آپ کسی نہ کسی کی نظر میں آجائیں گے۔''

وہ غار میں داخل ہوئے۔ ساتھی نے ٹارچ روشن کرلی تھی۔ غار کافی کشادہ تھا۔ ایک طرف
کچھ کھانے پینے کا سامان رکھا نظر آیا۔ ایک اسٹوو بھی تھا اور دو تین کمبل پڑے ہوئے تھے۔
ساتھی نے ایک بڑی لالٹین روشن کردی۔ یہاں سردی کا احساس بھی کسی حد تک کم ہوگیا
تھا۔ حمید نے ریما کے لئے ایک کمبل بچھا دیا......ساتھی کے رخصت ہوتے ہی وہ لمبی لمبی لیٹ
گئی تھی۔

''مجھ پر غشی سی طاری ہو رہی ہے۔'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

''اچھا تو پھر بیہوش ہو جاؤ......میں اتنے میں کافی تیار کرلوں...... یہاں تو سب کچھ
موجود ہے۔''

ریما کچھ نہ بولی۔ حمید نے آئیل اسٹوو روشن کردیا۔ اس کی آنچ بڑی خوشگوار لگ رہی
تھی۔ کیتلی میں پانی بھی موجود تھا۔ آن کی آن میں کافی تیار ہوگئی۔

''کیا تم سو گئیں۔'' حمید نے ریما کو آواز دی۔

''نہیں جاگ رہی ہوں۔ بھوک کے مارے غشی بھی طاری نہ ہوسکی۔''

''خوش ہو جاؤ کہ یہاں بسکٹوں کے چند ڈبے بھی موجود ہیں۔''

''سچ مچ......!'' وہ بڑی پھرتی سے اٹھ بیٹھی۔

پھر تھوڑی دیر بعد وہ کافی پی رہے تھے۔ ریما مر بھکوں کی طرح بسکٹوں پر ٹوٹی تھی۔

کافی پی کر وہ پھر کمبل پر لیٹ گئی۔ حمید ہی کی طرف کروٹ لے رکھی تھی اور اُسے آنکھوں سے دیکھے جا رہی تھی۔

لیکن حمید کے لئے اس وقت اگر حور تھی تو تمباکو اور پری تھی تو تمباکو ...... پائپ ہلکے ہلکے کش ہزار ہا جہانوں کی سیر کرا رہے تھے۔

بار بار پائپ کو اس طرح سہلانے لگتا جیسے اُس لختِ جگر سے برسوں کے بعد ملاقات ہوئی ہو۔ اس نے کافی کا دوسرا کپ لبریز کیا اور گرد و پیش سے بے خبر ہو گیا۔

"کیا بات ہے تم خلاف معمول بہت خاموش ہو۔" ریما کچھ دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"مجھے سکون مل گیا ہے۔"

"میرا مذاق نہ اڑاؤ۔ سب کچھ گیا جہنم میں...... مجھے بدھ ازم سے کوئی دلچسپی نہیں رہی۔"

"تو پھر تم نے بسکٹ کیوں کھائے...... یہاں تلا ہوا گوشت بھی موجود ہے۔"

"اب میں سب کچھ کھاؤں گی۔"

حمید نے کنکھیوں سے اُس کی طرف دیکھا...... اُس کی آنکھیں اب پہلے سے بھی نشیلی نظر آ رہی تھیں۔

دفعتاً وہ اٹھ کر بیٹھ گئی اور بولی۔ "کیا تم مجھ میں اپنے لئے کسی قسم کی بھی دلچسپی نہیں پاتے۔"

حمید نے مایوسانہ انداز میں سر کو جنبش دی اور بولا۔ "ابھی تھوڑی ہی دیر پہلے کی بات ہے کہ میں کافی بنا رہا تھا اور تم ٹانگیں پھیلائے پڑی تھیں۔ تمہیں چاہئے تھا کہ مجھ سے کہتیں نہیں تم آرام کرو۔ میں تمہارے لئے کافی تیار کرتی ہوں۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔"

"بس اس سے زیادہ دلچسپی عورتوں میں نہیں رکھتا کہ وہ اچھے اچھے کھانے پکا کر کھلاتی رہیں۔"

"تم مجھے سنکی معلوم ہوتے ہو۔"

"جو دل چاہے سمجھ لو...... اگر بہت خوبصورت ہو تو اپنے لئے...... مجھے تمہاری خوبصورتی سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔"

"وحشی بھی ہو۔"

"اس وقت تو کچھ بھی کچھ ہو سکتا ہوں۔ تمباکو مجھے بڑا سکون بخش رہی ہے۔"

وہ پھر لیٹ گئی اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے اُسے دیکھتی رہی۔ پھر چہرے پر شدید ترین بے چینی کے آثار لئے ہوئے دوبارہ اٹھ بیٹھی۔

"سنو! مجھے مردوں سے نفرت تھی۔ کسی مرد کو کبھی نہیں چاہ سکی۔" اُس نے کہا۔

"تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔"

"کیا تم میری بات سنجیدگی سے نہیں سن سکتے۔"

"سن تو رہا ہوں۔"

"تم پہلے مرد ہو جس نے مجھے عورت پن کا احساس دلایا ہے۔"

"لہٰذا اب مجھ پہلے مرد کو کیا کرنا چاہئے۔"

"جہنم میں جاؤ۔" وہ بھنا کر بولی اور پھر لیٹ رہی۔

حمید ایک پتھر سے ٹکا بیٹھا پائپ کے کش لیتا رہا۔

کئی منٹ گزر گئے اور ان میں سے کوئی کچھ نہ بولا۔ پھر دفعتاً ریما ہاتھ اٹھا کر غصیلے لہجے میں بولی۔ "تم نہیں جانتے کہ تم کن خطرات سے دوچار ہو۔"

"ہونہہ...... اس حال کو پہنچ جانے کے بعد بھی نہ جانوں گا۔"

"نہیں...... تم اندازہ نہیں کر سکتے۔"

"اندیشے میرے لئے مضحکہ خیز ہوتے ہیں۔"

"میرے بارے میں کیا جانتے ہو۔"

"تم ہالینڈ کی شہزادی ہو...... فقیری کے لباس میں دنیا دیکھنے نکلی ہو! لیکن تمہاری ممی اور ڈیڈی اسے پسند نہیں کرتے۔"

ریما نے اپنے بلاؤز کے گریبان میں ہاتھ ڈالا اور ایک لفافہ نکال کر حمید کے سامنے ڈال دیا۔ حمید نے خاموشی سے اُسے اٹھا لیا۔ اُس میں سے دو تصویریں برآمد ہوئیں ایک خود ریما کی تصویر تھی اور دوسری کرنل فریدی کی۔

اس نے اپنے چہرے پر تحیر کے آثار پیدا کر کے ریما کی طرف دیکھا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔

"کیا اب تم یہ معلوم کرنا پسند کرو گے کہ میں حقیقتاً کون ہوں؟" اس نے حمید کی

آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"بتا بھی چکو کسی صورت سے۔"

"میں حقیقتاً انہیں لوگوں میں سے ہوں جو تم دونوں کیلئے مصائب کا باعث بنے ہیں"

"کیا مطلب......!" حمید اچھل پڑا۔ اس انکشاف پر حیرت ظاہر کرنا ضروری تھا۔

"میرے ساتھیوں کو یقین ہے کہ تم دونوں آسانی سے ہاتھ نہ آسکو گے۔ لہٰذا تمہارے گرد بیک وقت کئی جال بن بیٹھے ہیں۔ اس موٹیل میں میری آمد کا مقصد صرف یہ تھا کہ میں تم دونوں کی ہمدردیاں حاصل کرسکوں۔"

"میرے خدا......!"

"میرے ساتھی بھکشو نے تم پر اسی لئے حملہ کیا تھا اور اب تم خود ہی ان حالات کا تجزیہ کر کے نتیجہ اخذ کر سکتے ہو۔"

حمید متحیرانہ انداز میں آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھتا رہا۔

کچھ دیر بعد اس نے پوچھا۔ "تو وہ لسلی...... آخر اس پر وہ خوفناک جونکیں کیوں پھینکی تھیں۔ اُس بیچاری کا کیا قصور تھا۔"

"اس کے متعلق میں کچھ نہیں جانتی۔"

"اچھا چلو...... تم نے ہماری ہمدردیاں حاصل کر لیں...... پھر......؟"

"پھر کیا...... تمہارے ساتھ ہوں...... جب چاہوں گی تم پر قابو پانے کی تدبیر کرلوں گی۔"

"خوفناک......!"

وہ ہنس پڑی۔ پھر حمید نے پوچھا۔ "آخر یہ سب مجھے کیوں بتا رہی ہو۔"

"ان لوگوں سے چھٹکارا چاہتی ہوں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ میں تمہیں پسند کرنے لگی ہوں۔ تم درندے ضرور ہو لیکن عام حالات میں آدمیت کی حدود سے نہیں گزرتے۔"

"یہ لوگ ہم دونوں سے کیوں پرخاش رکھتے ہیں۔"

"ان کا کوئی بہت اہم آدمی تمہاری قید میں ہے۔"

"اوہو......!" حمید متفکرانہ لہجے میں بولا۔ "لیکن ہماری قید میں تو سینکڑوں ہیں۔"

"جہاں تک میرا خیال ہے، وہ کوئی عورت ہے۔"

"تمہارا تعلق زیرولینڈ کی تنظیم سے تو نہیں۔"

"تم ٹھیک سمجھے...... اب بتاؤ کون ہے تمہاری قید میں۔"

"یقیناً وہ ایک اہم شخصیت ہے۔"

"میں نام پوچھ رہی ہوں۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میں اپنے چیف کی اجازت کے بغیر اُس کا نام بھی نہیں لے سکتا۔"

"انہوں نے بہت کوشش کی لیکن انہیں یہ نہ معلوم ہوسکا کہ وہ کہاں رکھی گئی ہے اگر جگہ کا علم ہوجاتا تو وہ کسی نہ کسی طرح اُسے وہاں سے نکال لاتے۔"

"جگہ کا علم تو مجھے بھی نہیں ہے۔"

"وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ جگہ کا علم تمہارے چیف کے علاوہ اور کسی کو بھی نہیں۔ حتیٰ کہ تم نہیں جانتے۔"

"اتنے باخبر ہیں وہ لوگ۔"

"یقیناً...... جبھی تو ایک عالمی حکومت کے قیام کے خواب دیکھ رہے ہیں۔"

"اب میں سمجھا" حمید سر ہلا کر بولا اور اُسکے چہرے پر تشویش کے آثار نظر آنے لگے۔

"کیا سمجھے۔"

"یہی کہ انہوں نے ہمیں مار ڈالنے کی کوشش کیوں نہیں کی۔"

"تم دونوں اسی وقت تک زندہ ہو جب تک کہ وہ اُس اہم شخصیت کا سراغ نہیں پالیتے۔"

"تمہاری پارٹی کا سربراہ کون ہے!"

"ایک عورت جو عموماً مردانہ بھیس میں رہتی ہے۔"

"یا نام ہے۔"

"دونوں نام ہیں۔ میں اُسے لیکر اس کے نام سے جانتی ہوں۔ صرف میں ہی یہ جانتی ہوں کہ وہ عورت ہے مرد نہیں۔"

"خوب! تمہیں آخر اس راز سے کیونکر آگاہی ہوئی۔"

"زیرولینڈ کے لئے کام کرنے والی عورتیں ہی زیادہ تر رازوں سے واقف ہیں۔ مرد تو آلۂ کار ہیں۔"

"مرد تو روز ازل ہی سے محض آلہ کار رہا ہے۔" حمید نے تلخ لہجے میں کہا۔

"کچھ بھی ہو اس انکشاف کے بعد میں تم پر اعتماد نہیں کر سکتا۔"

"کیا مطلب......؟"

"ہم لوگ احمق تو نہیں ہیں۔ قبل اسکے کہ ہمیں تمہارے بارے میں غور کرنے کا تم نے خود ہی اپنی پوزیشن واضح کردی۔ کیا یہ اعتماد بحال رکھنے کی ایک عمدہ تدبیر نہیں ہے"

"یعنی میں نے اب خود ہی اپنی گردن پھنسائی ہے۔"

"یقیناً! تم نے خواہ مخواہ سچ بول کر اچھا نہیں کیا۔"

"ہوں... تو واقعی مجھ سے حماقت سرزد ہوئی ہے۔" اس نے کہا اور سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔

چند لمحے خاموشی سے گزرے پھر حمید بولا۔ "خزانے کا کیا چکر تھا۔"

"کچھ بھی نہیں...... پارٹی کے لیڈر نے خزانے کی بات کر کے مقامی آدمیوں کو اپنی طرف متوجہ کرلیا ہے اور وہ بخوشی اُس کے لئے کام کر رہے ہیں۔ ریگم بالا کے متعلق یہاں صدیوں سے ایسی کہانیاں مشہور چلی آ رہی ہیں۔"

"لیکر اس......!" حمید نے آہستہ سے دہرایا۔ وہ اس نام کو اپنی یادداشت میں محفوظ کر لینا چاہتا تھا۔

ریما تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولی۔ "میں تمہارے اُس ساتھی کے لئے بہت مغموم ہوں جسے بیہوشی کی حالت میں لسلی کے موٹیل سے اٹھایا گیا تھا۔"

"اسے کہاں لے جایا گیا ہے۔" حمید چونک کر بولا۔

"اس وقت سے میں تمہارے ساتھ رہی ہوں۔ لہٰذا مجھے علم نہیں کہ اب وہ کہاں ہے۔ اچھا میں تھوڑی دیر سونا چاہتی ہوں۔ مجھے اس کی قطعی پرواہ نہیں کہ اب میرا کیا حشر ہوگا۔" اس نے کمبل پر لیٹ کر آنکھیں بند کرلیں۔

قاتل کا انجام

ناصر پر غنودگی سی طاری تھی اور بس اسی قدر احساس تھا کہ وہ کسی تیز رفتار گاڑی میں سفر کر رہا ہے۔

پتہ نہیں کتنی دیر بعد اُسے جھنجھوڑ کر ہوشیار کیا گیا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"ہم پھر نیلم سرائے واپس جا رہے ہیں۔" فریدی کی آواز سن کر وہ اس طرح اس کی طرف دیکھنے لگا تھا جیسے پہلے اس کی موجودگی کا احساس تک نہ رہا ہو۔

"نن...... نیلم سرائے۔" وہ ہکلایا۔

"ہاں کوئی حرج نہیں...... میں سردار زمن کو تین زائد مرغیاں دے دوں گا۔"

"نہیں ہرگز نہیں...... میں اب وہاں نہیں جا سکتا۔"

"تم فکر نہ کرو... میں سب ٹھیک کرلوں گا... کسی کو نہیں بتاؤں گا میں نے تمہیں زخمی کیا ہے۔"

"میں وہاں نہیں جاؤں گا۔"

"کوئی اور وجہ...!"

"کرنل فریدی! میں وہاں نہیں جاؤں گا۔ اگر تم مجھ سے زیادہ طاقتور ہو تو مجھے مار ڈالو۔"

"میں صرف انہیں مار ڈالتا ہوں جو مجھے ختم کر دینے کے درپے ہوں۔ شکست تسلیم کر لینے والوں پر میرا ہاتھ نہیں اٹھتا۔"

"میں نیلم سرائے نہیں جا سکتا۔"

"اچھا تو پھر اب تم ہی مجھے کہیں لے چلو۔"

"تم آخر چاہتے کیا ہو۔"

"کچھ وقت تمہارے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں۔"

"اگر تم مجھے قتل نہیں کر سکتے تو پھر قانون کے حوالے کر دو۔"

"کس بناء پر......؟"

"کیا میرا مذاق اڑانا چاہتے ہو۔"

"یہ کس بناء پر کہہ رہے ہو۔"

"میں بعض لوگوں کے جرائم میں شریک رہا ہوں۔"

"مجھے تو علم نہیں۔"

"کچھ دیر پہلے تم نے مجھ پر الزامات لگائے تھے۔"

"مجھے یاد نہیں۔"

"پھر تم نے مجھے اس حال کو کیوں پہنچایا۔" ناصر حلق پھاڑ کر چیخا۔

"تم نے نیلم سرائے میں میری توہین کی تھی۔ میری اور سردار زمن کی گفتگو کے درمیا
خواہ مخواہ دخل اندازی کر بیٹھے تھے۔"

"بس اتنی سی بات۔"

"ہاں یہ قطعی ذاتی اور نجی معاملہ تھا۔"

"تو اب اُس کے لئے مجھے کیا سزا بھگتنی پڑے گی۔"

"مستقل طور پر میرے ساتھ رہو گے۔"

"کیوں......؟"

"تم لوگوں کی حماقتوں کی وجہ سے تنہا رہ گیا ہوں۔"

"کرنل فریدی تم مجھے پاگل بنا دو گے۔"

"فی الحال میں تمہارے زخموں کی ڈریسنگ کرنا چاہتا ہوں۔"

ناصر کچھ نہ بولا۔ فریدی نے ایک مناسب جگہ پر ٹرک روک دیا۔ سڑک پر دا
اب اتنی جگہ تھی کہ دوسری گاڑیاں بہ آسانی گزر سکتیں۔

پھر وہ اتر کر ٹرک کے پچھلے حصے میں آیا اور کریٹوں کے پیچھے سے ایک سوٹ کیس نکال
کچھ دیر بعد وہ ناصر کی پیشانی کی ڈریسنگ کر رہا تھا اور ناصر کے چہرے پر عجیب

وہ خود کو بالکل احمق محسوس کر رہا تھا۔
ات تھے۔

"کہو تو تمہاری شکل ہی تبدیل کر دوں۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"کیوں......؟" ناصر چونک پڑا۔

"وہ لوگ تمہیں کسی اجنبی کے ساتھ دیکھ کر تشویش میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔"

"کرنل فریدی مجھ سے صاف صاف بات کرو۔"

"کتنی بار کہہ چکا ہوں کہ اب تم مجھ سے جدا نہیں ہو سکتے اور اگر انہوں نے تمہیں کسی
ں کے ساتھ دیکھ لیا تو تشویش میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔"

ناصر کچھ نہ بولا۔ فریدی ڈریسنگ کر چکا تو اُس نے طویل سانس لی اور آہستہ سے بولا۔
ب یہی مناسب ہے۔"

"گڈ......!"

اب فریدی اُس کے چہرے میں تبدیلیاں کرتا ہوا نظر آیا۔ پندرہ بیس منٹ کے اندر
اس نے عقب نما آئینے کا رخ بدل کر ناصر کے سامنے کر دیا۔

اور ناصر خود کو نہ پہچان سکا...... مضمحل مسکراہٹ اُس کے ہونٹوں پر نمودار ہوئی۔

وہ سوچ رہا تھا پتہ نہیں فریدی کس چکر میں ہے۔ خیر دیکھا جائے گا۔

"اب کیا خیال ہے۔" فریدی نے پوچھا۔

دفعتاً ایک نیا خیال اُس کے ذہن میں اُبھرا اور اُس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"سنو کرنل......!" وہ کسی قدر جذباتی انداز میں بولا۔ "تم یہی تو چاہتے تھے نا کہ میں
ری رہنمائی اپنے ساتھیوں تک کروں۔"

"ظاہر ہے۔"

"لیکن میرے لئے یہ ناممکن ہے...... البتہ میں تمہیں ایک ایسے آدمی تک پہنچا سکتا
جسے تم جانتے ہو۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک بار وہ آدمی تم لوگوں کے ساتھ ٹیلم گڈھ
"اور میں بھی تھا۔"

"اوہو......!"

"اور مجھے اس لئے یاد رہ گیا کہ وہ غیر معمولی قد اور جسامت رکھتا ہے۔"

”قاسم.....!“

”نام سے واقفیت نہیں ہے لیکن ہے وہی آدمی۔“

”کہاں ہے.....!“

”اس وقت ہم لوگ ایسی پوزیشن میں ہیں کہ وہاں جاسکتے ہیں..... تمہارے مرغیاں ہیں۔“

”کیا مطلب.....؟“

”بس اب چلو..... زیادہ دور نہیں جانا پڑے گا۔“

”مقصد کیا ہے.....؟“

”کرنل کیا اتنا اشارہ تمہارے لئے کافی نہیں ہے؟ میں تمہیں ایک ایسے آدمی تک جارہا ہوں جو تمہیں جانتا ہے۔“

”خیر..... اچھا چلو.....!“

فریدی نے پھر انجن اسٹارٹ کیا اور ٹرک حرکت میں آ گیا..... پھر تین چار میل کا طے کرنے کے بعد ناصر نے بائیں جانب موڑنے کو کہا۔ ڈھلان میں دور تک زمین چلی گئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس راستے پر بھی گاڑیاں چلتی رہتی ہوں۔

”میں ایک بڑا خطرہ مول لے رہا ہوں۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔

”کرنل..... اگر میں نے تم پر حملہ کیا بھی تو للکار کر ہی کروں گا۔“

”مجھے یقین ہے۔“

”جہاں میں تمہیں لے چل رہا ہوں اگر تم وہاں پہچان لئے گئے تو مجھ پر اس کی کیا ذ... ہو سکتی ہے۔“

”تم ٹھیک کہتے ہو..... خیر اس کی فکر نہ کرو۔“

”ذرا رفتار کم کرو..... آگے سے داہنی جانب مڑنا ہے۔ راستہ ...ی تنگ ہے۔“

فریدی نے رفتار کم کردی اور خاموشی سے موڑ تک آیا..... یہ... سے داہنی جا... تھا۔ راستہ واقعی تنگ تھا۔ دونوں جانب بے ترتیب چٹانیں تھیں۔ نیچے زمین البتہ مسطح تھی۔

”اب یہ بتاؤ کہ وہ تنہا ہے یا کچھ اور لوگوں کے ساتھ۔“ فریدی نے ناصر سے پ...

”تنہا نہیں ہے۔ کچھ لوگوں کے ساتھ ہے۔“

”اور انہیں لوگوں میں سے کوئی مجھے پہچان بھی سکتا ہے۔“

”ضروری تو نہیں ہے کرنل۔ تم میک اپ کے ماہر ہو۔ آواز بدلنے میں اپنا جواب نہیں ...تھے۔ میں نے تو وہ بات اسلئے کہی تھی کہ اگر تم پہچانے گئے تو اس کی ذمہ داری مجھ پر نہ ہوگی۔“

”کیا وہ غیر ملکیوں کے ساتھ ہے۔“

”نہیں..... سب مقامی ہیں۔“

فریدی نے پھر کوئی سوال نہ کیا۔

ناصر شکاری تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آخر یہ شخص اُسے سمجھتا کیا ہے۔ وہ ... آدمی ضرور تھا ...ن بدعہدی سے اُسے نفرت تھی۔ وہ جان دے سکتا تھا۔ لیکن اپنے ساتھیوں کی نشاندہی اس ...از میں نہیں کرسکتا تھا جس سے اسکے عہد پر ضرب پڑتی۔ اس نے اپنی پارٹی سے وفاداری کا ...دکیا تھا اور اُس پر قائم تھا۔ فریدی کو قاسم تک پہنچا دینے کے باوجود بھی عہد پر قائم رہتا۔

”گاڑی یہیں روک دو۔“ دفعتاً اُس نے فریدی سے کہا۔ گاڑی اب بھی اُسی تنگ ...تے پر تھی۔

”یہاں.....!“ فریدی نے بریک لگاتے ہوئے کہا۔

انجن بند کر کے وہ ناصر کی طرف دیکھنے لگا۔

”اُدھر.....!“ وہ بائیں جانب والی چٹانوں کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”گاڑی یہیں ...وڑ کر چلنا ہوگا..... ہم وہاں پہنچ کر ریڈی ایٹر میں ڈالنے کے لئے پانی مانگیں گے۔“

”کیا اُدھر کوئی عمارت ہے۔“

”ہاں ایک ... رہتا ہے اُدھر۔“

”تمہارے لئے ... کی اطلاع ہے۔“

”...ٹرک سے اتر آئے۔“

چٹانیں ... تھیں۔ وہ جلد ہی دوسری طرف پہنچ گئے۔ سامنے ہی ایک چھوٹی ...عمارت نظر آئی۔ اس کی تعمیر میں لکڑی اور پتھر دونوں کا استعمال ہوا تھا۔ لیکن یہ زیادہ پرانی ...نہ معلوم ہوتی تھی۔

برآمدے میں تین آرام کرسیاں پڑی تھیں جن پر تین افراد نظر آ رہے تھے۔ فریدی نے فوراً پہچان لیا۔ یہ قاسم تھا اور انہیں عمارت کی طرف آتا دیکھ کر سب سے [...] نے کرسی چھوڑی تھی۔

وہ برآمدے سے نکل کر دہاڑا۔ "کیا ہے...... تم لوگ کون ہو؟"

وہ اس کے قریب پہنچنے سے پہلے خاموش ہی رہے تھے۔

"ہمارے ٹرک میں ریڈی ایٹر کا پانی ختم ہو گیا جناب۔" فریدی نے کہا۔ وہ قبائلی جوان ہی کے میک اپ میں تھا۔

"تو پھر......!"

"اگر آپ ہمیں تھوڑا پانی دے سکیں تو بڑی مہربانی ہو گی۔"

"پانی ہمیں بھی دشواری سے ملتا ہے۔" قاسم نے خشک لہجے میں کہا۔

"مرغیوں کے پانچ کریٹ گاڑی میں موجود ہیں۔ اگر ہم وقت پر نہ پہنچ سکے تو مر جائیں گی۔"

"مرغیاں......!" قاسم نے کہا اور آہستہ آہستہ منہ چلاتا ہوا کچھ سوچنے لگا۔

"ایک لیٹر پانی کے بدلے ایک مرغی لوں گا۔"

"خوشی سے جناب عالی...... میں تیار ہوں۔"

"اچھی بات ہے...... تم یہیں ٹھہرو۔" قاسم نے کہا اور برآمدے میں چلا گیا۔

اب وہ بوڑھا آدمی کرسی سے اٹھا جو اس دوران میں انہیں عقابی نظروں سے [...] تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ لڑکی بھی اٹھی جو اس کے قریب والی کرسی پر نیم دراز تھی۔

یہ لوگ برآمدے سے زیادہ دور نہیں تھے اور ان کی گفتگو صاف سن سکتے تھے۔

"تم ان سے سودے بازی کر رہے تھے؟" بوڑھا قاسم کو گھونسہ دکھاتا ہوا بولا۔

قاسم نے اس کی طرف توجہ دیئے بغیر لڑکی سے کہا۔ "محترمہ ایک لیٹر پانی کے بدلے ایک [...]

"فضول باتیں نہ کرو...... انہیں پانی دے دو۔ خبردار آئندہ اس قسم کی سودے بازی کی [...]

"وہ تو ٹھیک ہے...... لیکن اب مجھ سے آلو نہیں کھائے جاتے۔"

"تو تم ان سے مرغیاں خرید سکتے ہو۔"

"پھوکٹ میں ہاتھ آ رہی ہیں...... گھپلا نہ کیجئے۔"

"یہ شخص بالکل پاگل ہے۔" بوڑھا جھنجھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"ڈیڈی پلیز......" لڑکی ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "میں اسے سمجھا لوں گی۔"

پھر اس نے فریدی اور ناصر کو برآمدے میں آنے کا اشارہ کیا۔

دونوں بڑے ادب سے برآمدے میں داخل ہوئے۔

"کیا بات ہے؟"

"بی بی جی......!" فریدی بولا۔ "پانی چاہئے گاڑی کے لئے۔ مرغیاں لے جا رہا ہوں حسن آباد۔ وقت پر نہ پہنچیں تو ہم پریشانی میں پڑ جائیں گے۔"

"ادھر سے تو گاڑیاں نہیں جاتیں۔"

"جلد پہنچنے کے خیال سے ہم نے سڑک چھوڑ دی تھی۔ لیکن یہ مصیبت آ پڑی سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں۔"

"آپ لوگوں کو پانی مل جائے گا۔ اس کے بدلے مرغیوں کی ضرورت نہیں۔"

"ہم صاحب کی خدمت میں تحفتاً پیش کرنا چاہتے ہیں۔" فریدی نے قاسم کی طرف دیکھ کر کہا اور قاسم کے دانت نکل پڑے۔

"قیمتاً......!"

"وہ تحفتاً دینا چاہتا ہے۔" قاسم غرایا۔

"تم خاموش رہو۔" لڑکی نے سخت لہجے میں کہا۔

"بہت اچھا جناب عالی......!" قاسم مردہ سی آواز میں بولا۔

"انہیں پانی دے دو۔"

قاسم اندر چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد دو بالٹیوں میں پانی لئے ہوئے برآمد ہوا۔ دونوں نے ایک ایک بالٹی سنبھالی اور برآمدے سے نیچے اتر گئے۔ کچھ دور چلے ہوں گے کہ قاسم بھی آ پہنچا۔

"سالا! بہت حرامی ہے۔" اس نے کہا۔

"کون......؟" فریدی نے پوچھا۔

""وہی بڈھا خرانٹ..... کہنے لگا کھڑے منہ کیا دیکھ رہے ہو۔ جاؤ کہیں وہ بالٹیاں نہ لے بھاگیں۔""

""ٹھیک ہی تو کہا انہوں نے.....ہم لوگ ان کے لئے اجنبی ہیں۔""

""ارے نہیں.....وہ سالا ہے ہی ایسا.....میں اس کی بیٹی کا سیکریٹرا ہوں اس کے باپ کا نوکر تو نہیں۔""

""یہ سیکریٹرا کیا چیز ہے پیارے بھائی.....!"" ناصر نے پوچھا۔

""عورتوں کا سیکریٹرا ہوتا ہے اور مردوں کی سیکریٹری۔""

""اوہو.....یہ بات ہے۔"" ناصر ہنس پڑا۔

""مجھے خود کو سیکریٹری کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ پہاڑ جیسا تو ہوں۔""

""بھائی بہت قابل معلوم ہوتے ہیں۔"" فریدی بولا۔

""سیکریٹرا بھی زندگی بھر یاد رہے گا۔""

""مجھے تو اپنا نام بھی اچھا نہیں لگتا.....اتنے بڑے ڈیل ڈول پر صرف قاسم.....ہی ہی۔""

""پھر کیا نام ہونا چاہئے تھا۔""

""ڈبل قاسم ٹو دی پاور فور.....!""

ناصر پھر ہنسا اور وہ ٹرک کے قریب آ پہنچے۔ یہاں کریٹوں میں مرغیاں کڑکڑا رہی تھیں۔ قاسم نے جھانک کر پچھلے حصے میں دیکھا اور ان کی طرف دیکھ کر بولا۔ ""اللہ قسم! تگڑی تگڑی ہیں۔""

""آپ لے جایئے.....جتنی دل چاہے۔""

""وہ دونوں مجھے زندہ چبا جائیں گے۔""

""آپ کہہ دیجئے گا میں نے خریدی ہیں۔"" فریدی بولا۔

""اچھی بات ہے۔""

""چلئے میں پہنچا دوں.....پورا کریٹ لئے چلتا ہوں وہاں اپنی پسند کی نکال لیجئے گا۔""

اُدھر ناصر نے تھوڑا پانی ریڈی ایٹر میں ڈالا اور قاسم کی نظر بچا کر بقیہ پانی دوسری طر

تن ایک دراز میں ڈال دیا۔

فریدی نے ایک کریٹ ٹرک سے اتار لیا تھا۔ قاسم نے خالی بالٹیاں سنبھالیں۔

ناصر بڑے اطمینان سے اگلی سیٹ پر جا بیٹھا تھا۔

فریدی کریٹ اٹھائے ہوئے چٹانوں پر چڑھنے لگا۔ قاسم اس کے پیچھے بالٹیاں لئے چل رہا تھا۔

""احمق.....!"" ناصر آہستہ سے بڑبڑایا۔ اُس کی آنکھوں میں شیطانی چمک لہرائی تھی۔

دفعتاً اس نے انجن اسٹارٹ کیا اور ٹرک کو لے بھاگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب وہ فاتحانہ شان سے نیلم سرائے میں داخل ہو سکے گا۔

فریدی کریٹ کی تختیاں نکال رہا تھا کہ اُس نے ٹرک کے انجن کی آواز سنی اور چونک پڑا۔ قاسم اُس کے قریب ہی کھڑا تھا۔

""ہائیں.....!"" وہ اٹھتا ہوا بولا۔ ""کیا یہ میرے ٹرک کی آواز ہے۔""

اور پھر وہ چٹانوں کے سرے تک دوڑتا چلا گیا تھا۔ لیکن ٹرک راستے پر نہ دکھائی دیا۔ عجیب سی مسکراہٹ اُس کے ہونٹوں پر نمودار ہوئی اور وہ آہستہ سے بولا۔ ""میں یہی چاہتا تھا.....بیٹے۔""

اسکے بعد اس نے اپنے چہرے پر بدحواسی طاری کی تھی اور قاسم کی طرف دوڑ آیا تھا۔

""یہاں کوئی گاڑی ہے.....ہے کوئی گاڑی.....!"" وہ قاسم کا ہاتھ پکڑ کر جھنجھوڑتا ہوا بولا۔

""کیا بات ہے.....کیا ہوا.....؟""

""وہ ولد الخنزیر میرا ٹرک لے گیا۔""

""کیا مطلب.....؟""

"ارے وہ میرا ٹرک لے گیا۔" فریدی نے کہا اور پھر اسی سمت دوڑا گیا۔
اس کی بیٹی بھی باہر آ گئے تھے۔

فریدی پھر پلٹا۔

"کیا بات ہے......؟" لڑکی نے پوچھا۔

"بی بی جی...... میں تباہ ہو گیا۔ وہ کتے کا پلا میرا ٹرک لے گیا۔ اگر آپ کے گاڑی ہو تو مجھے دیجئے...... خدا کے لئے...... آپ لوگ مجھ پر رحم کیجئے۔ میں نے اگر پکڑا تو کنگال ہی ہو جاؤں گا۔"

"یہاں ہمارے پاس کوئی گاڑی نہیں۔" بڈھا غرایا۔

"پوری بات بھی تو بتاؤ۔" لڑکی بولی۔

"وہ مجھے سڑک پر ملا تھا۔ بولا شکاری ہوں۔ زخمی ہو گیا ہوں مجھے سمن آباد پہنچا دو نے اُسے ٹرک پر بٹھا لیا تھا۔ پھر اُسی نے مجھے یہ راستہ بھی بتایا۔ ورنہ میں پہلے کبھی ا نہیں گزرا۔ اُس نے کہا تھا کہ یہ راستہ مختصر ہے۔"

"تم سے بڑی غلطی ہوئی۔" لڑکی بولی۔ "لیکن ہمیں افسوس ہے کہ اس سلسلے میں کوئی مدد نہ کر سکیں گے۔ ہماری گاڑی ہفتے میں صرف ایک بار رسد لے کر آتی ہے۔ ا چار دن بعد آئے گی۔"

فریدی ایک بار پھر چٹانوں کی طرف دوڑا گیا اور وہیں کھڑے چیخ
"مردود...... مردود...... مردود تیری ہڈیاں گیدڑ چبائیں گے۔ مردود...... ولد الحرام......

"سنو پیارے بھائی۔" وہ قاسم کی آواز سن کر مڑا۔ قاسم اس کے قریب ہی کھڑا تھا۔

"کیا کہتے ہو صاحب! تمہاری مرغیوں کے چکر نے مجھے غارت کر دیا۔"

"میں کہہ رہا تھا کہ اس میں بھی اللہ کی کوئی مصلحت ہو گی۔"

"ہاں اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ لیکن میں کیا کروں۔"

"میم صاحب کو تم سے ہمدردی ہے۔"

"کسی کی بھی ہمدردی میرے کام نہیں آ سکتی۔ مجھے ڈوبنے سے نہیں بچا سکتی۔"

"میں کہتا ہوں کہیں اب مرغیاں بھی نہ نکل کر بھاگ جائیں۔" قاسم منہ چلا کر بولا۔

"ہوں...... چلئے...... خدا ان مرغیوں کو بھی غارت کرے۔"

"پانچ چھ تو اکیلے میرے ہی ساتھ غارت ہو جائیں گی۔" قاسم نے کہا اور دانت نکال نے پھر فوراً ہی بند بھی کر لئے۔ شائد خیال آ گیا ہو کہ یہ ہنسی کا وقت نہیں ہے۔

وہ پلٹ آئے۔ یہاں بوڑھا مرغیوں کے کریٹ کو گھورے جا رہا تھا۔

"یہ کیا ہے؟" اس نے کریٹ کی طرف اشارہ کر کے سرد لہجے میں پوچھا۔

"مرغیاں جناب عالی......!" قاسم جھلا کر بولا۔

"میں پوچھتا ہوں کیوں ہیں مرغیاں۔"

لیکن قاسم نے اس کو جواب دینے کی بجائے مرغیوں کو مخاطب کر کے سوال کیا۔ "تم ں ہو مرغیاں۔ بکریاں کیوں نہیں ہو۔"

"قاسم بکواس بند کرو۔" لڑکی نے سخت لہجے میں کہا۔

"میں آپ کا سیکریٹرا ہوں۔ ان کی سیکریٹری تو نہیں ہوں۔ یہ کیوں مجھے آنکھیں نتے ہیں۔"

"شٹ اپ......!"

قاسم فریدی کے شانے پر ہاتھ مار کر بولا۔ "اسے تم نکالو میرے لئے چھ مرغیاں میں قیا ماسے ڈرتا ہوں۔"

لڑکی نے بوڑھے سے کہا۔ "پاپا آپ اندر جائیے۔"

وہ قاسم کو گھورتا ہوا اندر چلا گیا۔

"تم بھی اپنے کمرے میں جاؤ۔" لڑکی نے قاسم سے کہا۔

"پھر مرغیاں کون نکالے گا۔"

"سب ہو جائے گا...... تم جاؤ۔"

"میں آپ کو کسی کے پاس تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔"

"یہ کیا بکواس ہے۔"

"بکواس ہی سہی...... سیکریٹرا کا فرض ہے۔"

"جاؤ......!" وہ آنکھیں نکال کر بولی اور قاسم نے اپنی آنکھیں بند کر کے کہا۔ "میں

"نہیں ذبح رہا۔"

فریدی اپنی آنکھوں میں الجھن کے آثار پیدا کر کے ان کی گفتگو سن رہا تھا۔

دفعتاً قاسم نے آنکھیں کھول کر اس سے کہا۔ "تم مرغیاں نکالو...... میں چاقو... ہوں۔ ایک ایک ذبح کرتا جاؤں گا۔"

"تم آدمی ہو یا جانور...... یہ بیچارہ اتنا پریشان ہے اور تمہیں مرغیوں کی پڑ..." لڑکی جھنجھلا کر بولی۔

"ہم قبائلی صبر کرنا جانتے ہیں بی بی جی...... میں جا رہا ہوں۔ سمن آباد پہنچنا ضروری..."

"پیدل چل کر صبح سے پہلے نہ پہنچ سکو گے۔"

"مجھے بہرحال جانا ہے...... آپ میری یہ مرغیاں امانت کے طور پر رکھ... مرغیاں ان صاحب کو دے چکا ہوں وہ لے لیں۔"

"راتیں بہت سرد جا رہی ہیں۔"

"ہم اس کے عادی ہیں...... اچھا خدا حافظ۔"

فریدی کریٹ کو وہیں چھوڑ کر چٹانوں کی طرف چل پڑا۔

پھر آدھے گھنٹے کے اندر ہی اندر وہ اپنے لئے ایک غار تلاش کر لینے میں کامیا... تھا۔ یہاں سے اُس عمارت کا فاصلہ بہت زیادہ نہیں تھا۔

نیلم سرائے پہنچنے کے لئے ناصر کو خاصی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ پھر بھی... غروب ہونے سے پہلے وہاں جا پہنچا تھا۔ مصنوعی ڈاڑھی اور ناک پر چڑھا ہوا پلاسٹک... اس نے راستے ہی میں نکال پھینکا تھا۔ پیشانی پر بندھی ہوئی پٹی بھی کھول دی تھی۔

بہرحال جب وہ نیلم سرائے پہنچا تو لوگوں نے اُسے گھیر لیا۔ سردار زمن جو...

...پیچھے جا رہا تھا۔

"مرغیوں سے بھرے ہوئے چار کریٹ اب تمہارے ہیں۔" ناصر مسکرا کر بولا۔

"وہ کہاں ہے؟"

"اس کی ہڈیاں پسلیاں توڑ کر سمن آباد میں پھینک آیا ہوں۔" ناصر فخریہ انداز میں بولا۔

"تم چار کریٹ کہہ رہے ہو۔" بوڑھا آگے بڑھ کر بولا۔ "میری گاڑی میں پانچ کریٹ...

"اوہ تو تم اب تک نہیں ہو۔" ناصر آنکھیں نکال کر غرایا۔ "بھاگ جاؤ...... ورنہ جان مار دوں گا۔"

"میرا بھتیجا کہاں ہے۔"

"سمن آباد کے ہسپتال میں ہوگا...... یا پھر ہسپتال کے مردہ خانے میں! میں نے اس کے مر جانے کا انتظار نہیں کیا تھا۔"

"اگر ایسا ہے تو تمہاری خیر نہیں...... وہ بڑے باپ کا بیٹا تھا۔"

"چلے جاؤ......!" ناصر مکا تان کر دہاڑا۔

"جا رہا ہوں...... جا رہا ہوں۔"

"میری مرغیاں۔" سردار زمن بولا۔

"چاروں کریٹ اتار لو......!" ناصر نے خشک لہجے میں کہا۔

لیکن بعض لوگوں نے ایسا نہ ہونے دیا۔ انہوں نے سردار زمن کو اس حرکت سے باز ...نے کی کوشش کی۔

بوڑھا آدمی ٹرک لے گیا اور ناصر اپنے کمرے میں چلا آیا۔ زخم کی ڈریسنگ کرنے کے ...نے کمرے ہی میں شراب طلب کی تھی اور کھانا بھی وہیں کھایا تھا۔

رات گئے کسی نے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔

"...ون ہے؟" اس نے دروازے کے قریب جا کر پوچھا۔

"...ں...... دروازہ کھولو۔" جواب ملا۔

ناصر نے دروازہ کھول دیا۔ لیکن اس نے اندر داخل ہو کر خود ہی دروازہ بند کیا تھا اور

اُسے بولٹ کرنے کے بعد وہیں کھڑا ناصر کو گھورتا رہا تھا۔

"کیا بات ہے دوست......!" ناصر نے پوچھا۔

"یہاں سے فوراً نکل چلو...... میں تمہیں کسی محفوظ جگہ پر پہنچا دوں۔"

"کیوں......؟"

"اکرام ریگم بالا تنہا پہنچا ہے اور اُس نے پولیس کو ساری کہانی سنائی ہے۔ تم خصوصیت سے آیا ہے اُس کی رپورٹ میں۔"

"مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔ مرنے سے نہیں ڈرتا۔" ناصر نے کہا۔

"یہ میرا مشورہ نہیں بلکہ پارٹی کے لیڈر کا حکم ہے۔" لیکراس نرم لہجے میں بولا۔

"تب تو مجبوری ہے چلو...... میں نے عہد کیا تھا کہ پارٹی کے لیڈر کا حکم بہرحال مانوں"

پھر وہ دونوں باہر نکل کر ایک کار میں بیٹھ گئے۔ وہ پچھلی سیٹ پر تھے۔

ڈرائیور نے انجن اسٹارٹ کر کے گاڑی آگے بڑھائی۔ لیکن وہ ریگم بالا کی طرف جانے کی بجائے جنوب کی طرف جا رہے تھے۔

"کیا آج کسی سے تمہارا جھگڑا ہوا تھا۔" لیکراس نے پوچھا۔

"ہاں آج میں نے ایک قبائلی کی ہڈیاں توڑی ہیں۔" ناصر نے کہا اور مختصراً اپنا کارنامہ دہرایا۔ فریدی کا کہیں نام بھی نہ آنے پایا اور یہ حقیقتاً محض اس لئے تھا کہ فریدی بھی تو اس کی جان بخشی کی تھی۔ وہ چاہتا تو اسے بڑی بے دردی سے مار ڈالتا۔

وہ اپنی دھن میں بولے جا رہا تھا۔ اُسے پتہ ہی نہ چل سکا کہ لیکراس نے کب سائلنسر لگا ہوا ریوالور نکالا اور کب اس کی کنپٹی کے قریب لا کر فائر بھی کر دیا۔

پھر ناصر کی طرف کا دروازہ کھلا اور اس کی لاش باہر دھکیل دی گئی۔ گاڑی اندھیرا سینہ چیرتی ہوئی آگے بڑھی جا رہی تھی۔

کمبلوں کے نیچے

حمید نے غار سے باہر نکل کر دیکھا۔ گہرا اندھیرا پھیل گیا تھا اور سردی بہت بڑھ گئی تھی۔ بلیک فورس کے اُس ممبر کو گئے ہوئے پانچ گھنٹے ہو گئے تھے لیکن ابھی تک حالات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی اور اب تو ایسا لگ رہا تھا جیسے رات بھی اُسی غار میں بسر ہو گی۔

دفعتاً اس نے ریما کی آواز سنی۔ "تم کہاں ہو۔"

"اندھیرے میں! تم بھی یہیں آ جاؤ۔" حمید بھنا کر بولا۔

پھر وہ اس کے پیچھے آ کھڑی ہوئی اور آہستہ سے بولی۔ "بچوں کی سی باتیں نہ کرو...... اس طرح کھڑے ہو کر چیختے ہو۔ تمہاری آواز دور دور تک سنی گئی ہو گی۔"

"ذرا دیر بعد لومڑیاں بھی چیخنا شروع کریں گی۔"

"اندر چلو......!" وہ اُس کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹتی ہوئی بولی۔

دونوں پھر غار میں واپس آ گئے۔ یہاں بڑی لالٹین کی روشنی ان کے لئے ناکافی نہیں تھا اور وہ یہاں کیروسین آئیل کی خاصی مقدار دریافت کر چکے تھے۔ قریب قریب ضرورت کی ہر چیز یہاں موجود تھی۔

"تم جاگ کیوں پڑیں۔" حمید بولا۔ "کچھ دیر اور سونا چاہئے تھا۔"

"کیوں کیا مجھے یہاں چھوڑ کر بھاگ جانے کا ارادہ ہے۔"

"میں خود آج تک کسی لڑکی کو چھوڑ کر نہیں بھاگا۔ آتی ہیں اور چلی جاتی ہیں۔"

"میں ابھی تک نہیں سمجھ سکی کہ تم کس قسم کے خبیث ہو۔"

"بہت ہی مہذب قسم کا ہوں...... یعنی صرف ذہنی قسم کی خباثتیں ہیں مجھ میں...... عملی [illegible] ہوں۔"

"اندر چلو.....!" اُس نے اُسے پھر غار کے دہانے کی طرف گھسیٹا۔ "میں تمہیں... کے بارے میں بتا رہی تھی۔"

"خدا کی پناہ۔ تم اس کے نام سے بھی واقف ہو۔ کیا وہ اکرام کے موٹیل میں تم... ہی سامنے دوزانو ہو کر اپنی پوجا کے بول دہراتا رہا تھا۔"

"ہاں.....وہ میں ہی تھی۔"

وہ غار کے اندر پہنچ کر اپنے اپنے کمبلوں پر بیٹھ گئے۔ حمید اُسے تیز نظروں سے گھور... جا رہا تھا۔ دفعتاً اس نے کہا۔ "تب تم یہ بھی جانتی ہو گی کہ لسلی کی موت کا ذمہ دار کون تھا۔"

"اُس دوسرے بھکشو کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا اور تھا ہی کون! کاش میں اُسے چھوڑ کر بھنے ہوئے غلے کا تھیلا لینے نہ جاتی۔"

"تو کیا ہوتا.....اُس وقت تو تم پوری طرح اُنہیں لوگوں کے ساتھ تھیں۔"

"پھر بھی وہ اتنی بے دردی سے نہ ماری جا سکتی۔ آخر اُس بیچاری کا قصور ہی کیا تھا۔"

"میری دانست میں.....!" حمید کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"ہاں.....تمہاری دانست میں کیا۔"

"کچھ نہیں.....مجھے پھر بھوک لگ رہی ہے۔ اس بار تم کافی بناؤ گی سمجھیں۔" حمید... کہا اور لمبا لمبا لیٹ گیا۔

"اس قسم کے کام میرے بس سے باہر ہیں۔ اسکے علاوہ اور جو کہو کرنے کو تیار ہوں۔"

"سر کے بل کھڑے ہو کر مجھے کافی بناتے دیکھو۔"

"میں تم کو ابھی کئی کہانیاں سناؤں گی.....ان میں واجد کی کہانی بھی شامل ہے۔ اُس... کی نامکمل برین واشنگ کی گئی تھی اور میں نے ایک اساطیری دیوی کا رول ادا کیا تھا۔"

"میں پوچھتا ہوں ایسا کیوں ہوا.....؟"

"اُسی کے نتیجے میں تم دونوں یہاں نظر آ رہے ہو۔"

"دوسری کہانی؟"

"کافی کا پانی رکھ دو..... مجھے بھی بھوک لگ رہی ہے۔ فائدے میں رہو گے بڑ... خدمت کر کے۔"

"خدا کی پناہ! کچھ دیر پہلے تو تمہیں بولنا ہی نہ آتا تھا۔"

"کل شائد تمہاری یہ رائے بھی بدل جائے۔"

حمید کراہ کر اٹھا اور کیتلی میں پانی انڈیلنے لگا۔

"واجد سے مجھے ہمدردی ہے.....شائد ہی کبھی وہ مستقل طور پر نارمل ہو سکے۔"

"یہ کھلی ہوئی درندگی ہے.....میں اسے درندگی نہیں سمجھتا کہ کسی کو گولی مار دی جائے۔"

"یقین کرو.....اسی دوران میں میں نے ان لوگوں سے شدید ترین نفرت محسوس کی... ہو سکتا ہے وہ لوگ مستقبل میں بہتر زندگی کے خواب دیکھ رہے ہوں۔ اس بہتر زندگی کے حصول کے لئے انہوں نے جو طریقے اختیار کیے ہیں قطعی غیر انسانی ہیں۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ اب وہ محفوظ کی ہوئی اغذیہ کے ڈبے کاٹ رہا تھا۔

ریا تھوڑی دیر خاموش رہی پھر بولی۔ "تم لوگ کئی اطراف سے گھیرے جا رہے ہو۔"

"ایک واجد دوسری تم.....!" حمید اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "کیا کوئی تیسرا بھی ہے حملے کا.....!"

"تمہارے بعض دوست.....!" وہ مسکرائی۔

"دوست.....کیا مطلب.....؟"

"ایسے ایک آدمی کو تو میں بھی جانتی ہوں۔"

"وہ کون ہے.....!"

"جس کی ٹوہ میں تم رہا کرتے ہو۔ اُسے بھی تمہاری کم فکر نہیں رہتی۔ جہاں تمہارے ساتھ کوئی لڑکی دیکھی پیچھے لگ گیا۔ خواہ اسے قطبین ہی کا سفر کیوں نہ کرنا پڑے۔ اگر تم اس کے ساتھ کوئی لڑکی دیکھ لیتے ہو تو تم بھی یہی کرتے ہو۔"

"قاسم.....!" حمید اچھل پڑا۔

"میں اس کا نام نہیں جانتی۔"

"بہت لمبا اور بہت چوڑا.....عقل سے خارج۔"

"ہاں وہی.....اور وہ اس وقت ہمارے قبضے میں ہے۔ اُسے کسی نہ کسی طرح استعمال کیا جا سکے گا۔ ویسے جب... الجھایا گیا تھا تو مقصد یہی تھا کہ تم اُس کے پیچھے لگ جاؤ گے۔"

"لیکن میری کیا اہمیت ہے جب کہ تمہیں میری لاعلمی کا علم ہے۔ میں نہیں
اُسے کہاں قید کیا گیا ہے؟"

"کیا کرنل فریدی کی نظروں میں تمہاری کوئی اہمیت نہیں۔"

"ارے...... وہ...... اُس شخص کی نظروں میں صرف اپنے اس جذبے کی
اہمیت ہے جسے عام لوگ درندگی کہتے ہیں۔"

"کیا وہ تمہیں کسی مشکل میں دیکھ کر تمہاری طرف نہیں دوڑ پڑے گا۔"

"یقیناً! شائد اپنی زندگی بھی داؤ پر لگا دے۔"

ریما کچھ نہ بولی۔ اس کے بعد انہوں نے کھانا شروع کر دیا تھا۔ کافی پی کر
پائپ سلگایا۔ رات کے آٹھ بج گئے تھے لیکن ابھی تک وہ شخص واپس نہیں ہوا تھا
انہیں اس غار تک پہنچایا تھا۔

"شائد رات یہیں بسر کرنی پڑے۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"بسر تو ہو جائے گی اطمینان سے۔" وہ اُس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی
یک بیک سنجیدہ ہو کر بولی۔ "تمہیں کرنل سے بچھڑ جانے پر تشویش نہیں ہے۔"

"کبھی نہیں ہوئی کیونکہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ مجھ سے زیادہ فاصلے پر نہ
آخر میرے لئے یہ آسائشیں کون مہیا کر رہا ہے۔ کس نے میرے لئے گاڑی مہیا کی تھی
نے مجھے رینجرز کے پنجے سے رہائی دلوائی تھی اور کس نے یہ آرام دہ اور گرم غار......!"

حمید جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو کر سوچنے لگا۔ آخر یہ لڑکی ہے کیا بلا۔ کیا چاہتی
اب تو خود ہی اس نے اپنی اصلیت بھی ظاہر کر دی ہے۔

"تم کیا سوچنے لگے۔" ریما نے ٹوکا۔

"کچھ بھی نہیں! میں دراصل تم میں الجھ کر رہ گیا ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہیں
خانے میں فٹ کروں۔"

"میرے بارے میں اس کے علاوہ اور کچھ نہ سوچو کہ تم دونوں ہی میری آخری
ہو۔ ایک میں ہی نہیں اس تنظیم سے تعلق رکھنے والے بہتیرے افراد اس سے بددل ہو چکے ہیں

"لعنت بھیجو اس پر......!"

"یہ ایسا نہیں ہے کہ کسی تفریح سے اکتا کر اُسے ترک کر دیا جائے۔ تنظیم سے الگ
ہو جانے کی کوشش کرنے والے حیرت انگیز طور پر موت کے گھاٹ اتار دیئے جاتے ہیں۔"

"پھر ہم بیچارے کیا کر سکتے ہیں۔"

"خود کو بیچارہ نہ کہو...... تم دونوں کی ہیبت بڑے بڑوں کے دلوں میں بیٹھی ہوئی ہے۔"

"اگر انہیں علم ہو گیا کہ تم ایسے خیالات رکھتی ہو تو کیا ہوگا۔ اس پر بھی غور کیا ہے تم نے۔"

"وہ مجھے فنا کر دیں گے۔"

"خیر...... تم نے میرے جس دوست کا ذکر کیا تھا اب اس کی طرف آ جاؤ۔ اُسے کس
طرح الجھایا گیا ہے۔"

"ارے بس...... لڑکی...... جو کسی طرح بھی قابو میں نہ آتا ہو وہ اس دام میں ضرور پھنس
جاتا ہے۔ بہرحال وہ کوئی لڑکی ہی ہے...... میں تفصیل سے واقف نہیں۔"

"تم غلط کہہ رہی ہو...... کوئی عورت میرے چیف پر تو یہ حربہ آزما کر دیکھے! کوئی عورت
اسے اس کے مقام سے نہیں ہٹا سکی۔"

"تو پھر وہ خود ہی عورت ہوگا۔" ریما نے کہا اور کچھ سوچ کر ہنس پڑی۔

"اس قسم کے ریمارک سن کر بھی وہ ٹس سے مس نہیں ہوتا۔"

ریما اور زور سے ہنسی۔

"اس میں اس طرح ہنسنے کی کیا ضرورت ہے۔" حمید بھنا کر بولا۔

"ایک نیا خیال آیا ہے۔"

اور حمید اُس نئے خیال کے متعلق کچھ سننے کا منتظر رہا۔ ریما کسی قدر توقف کے ساتھ
بولی۔ "تم...... کہیں تم ہی تو لاشعوری طور پر اس کو عورت سے دور نہیں کر رہے ہو۔"

اس ریمارک پر حمید کی کھوپڑی ناچ گئی۔ اُس نے سوچا یہ کتیا جوگن کے روپ میں ملی
تھی۔ اسے سکون کی تلاش تھی، نروان کی چاہ تھی اور اب کھال سے باہر ہوئی جا رہی ہے۔

"تم جھینپ کیوں رہے ہو۔" وہ اُس کے چہرے کے قریب انگلی نچا کر ہنسی۔

"شٹ اپ......!"

"تم بڑے پیارے لگ رہے ہو۔ یہ میں کرنل کی طرف سے کہہ رہی ہوں۔"

"میں سمجھتا ہوں تم کیا چاہتی ہو۔" حمید خشک لہجے میں بولا۔

"کیا سمجھتے ہو۔"

"اس قسم کی باتیں کر کے گویا میری انا کو للکار رہی ہو۔"

"ہے ہی نہیں..... للکار کر کیا کروں گی۔"

"دنیا کے عظیم ترین آدمی کے ہاتھوں میری تربیت ہوئی ہے۔ اگر میرے مونچھ ہوتی اس مرحلے پر خود ہی نیچی کر لیتا...... سنو اگر تم ہماری ہمدردیاں حاصل کرنا چاہتی ہو تو، ترغیب کے بغیر بھی حاصل کر سکتی ہو۔"

یک بیک وہ بے حد سنجیدہ نظر آنے لگی اور اس کے چہرے پر شرمندگی کے آثار دکھائی دیئے اور پھر وہ حمید کے قدموں پر جھکتی چلی گئی تھی۔ دوبارہ اس نے سر اٹھایا تو اس آنکھوں میں آنسو تھے۔

"تم دیوتا ہو۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "صحیح معنوں میں مرد ہو۔"

حمید اپنے اوپر چھائے ہوئے اندھیرے میں آنکھیں پھاڑنے لگا۔ اب وہ خود کو سے بھی زیادہ احمق محسوس کر رہا تھا۔ نہ جانے کتنی اقسام کی عورتوں سے سابقہ پڑا تھا لیکن عورت میں کوئی ایسی چیز ضرور تھی جس نے ابھی تک اُس میں احساس تنفر پیدا نہیں ہونے تھا۔

وہ خاموش کھڑا اوپر کے اندھیرے میں گھورتا رہا۔

فریدی نے ٹرانسمیٹر کا سوئچ آن کیا۔

"ہیلو...... بلیک تھرٹین...... بلیک تھرٹین۔" اُس نے اُسے چہرے کے قریب لا کر

چند لمحے خاموش رہا پھر بلیک تھرٹین کو دوبارہ کال کرنے لگا۔

کچھ دیر بعد ریسیور سے آواز آئی۔ "اٹ از بلیک تھرٹین سر......!"

"ہارڈ اسٹون...... رپورٹ۔"

"دونوں آرام سے ہیں...... لڑکی نے خود ہی اپنے بارے میں سب کچھ کہہ دیا ہے۔ وہ تنظیم سے بیزار ہے اس پارٹی کی سربراہ کوئی عورت ہے جو مردانہ بھیس میں رہتی ہے اور اس صورت میں بھی اسکے کئی روپ ہیں۔ لڑکی صرف ایک نام سے واقف ہے۔ نام ہے لیکراس! عورت کا کوئی نام نہیں بتا سکی۔ دوسری اہم اطلاع یہ ہے کہ اس نے خود ہی بتایا ہے کہ واجد کی نامکمل برین واشنگ کی گئی تھی۔ تیسری اہم اطلاع کیپٹن کے کسی لحیم شحیم دوست کے بارے میں ہے۔ خود انہوں نے اسکا نام قاسم لیا تھا۔ لڑکی نام سے واقف نہیں صرف صورت آشنا ہے۔"

"اس کے بارے میں کیا اطلاع ہے۔"

"کسی نہ کسی طرح وہ بھی گھیرنے ہی کے لئے استعمال کیا جائے گا۔"

"ہوں...... اچھا...... بلیک فور سے کہو من آباد پہنچے اور میرے پیغام کا منتظر رہے۔ اُن دونوں کو فی الحال وہیں رہنے دو۔ جب تک میری طرف سے اطلاع نہ ملے اُن سے رابطہ بھی قائم نہ کرو۔ اُوور اینڈ آل......!"

سوئچ آف کر کے اُس نے ٹرانسمیٹر پوستین کی اندرونی جیب میں ڈال لیا۔

چاروں طرف گہرا اندھیرا تھا۔ پچھلے دن کی برف پگھل چکی تھی اور ننگی چٹانیں مہیب عفریتوں کی طرح منہ پھاڑے کھڑی تھیں۔

وہ اُس عمارت سے زیادہ دور نہیں تھا جہاں قاسم کو دیکھ چکا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ اسی طرف چل پڑا۔ لیکن اس سلسلے میں وہ اتنی احتیاط برت رہا تھا کہ شاید دو چار گز کے فاصلے سے بھی نہ دیکھا جا سکتا۔ وہ اس اتھاہ سناٹے اور گہرے اندھیرے کا ایک جزو ہی معلوم ہو رہا تھا۔

تھوڑی سی جدوجہد کے بعد وہ عمارت کی پشت پر جا پہنچا۔ ساری کھڑکیاں روشن تھیں ن کا اندازہ اسے اسی وقت ہوا کہ اس چھوٹی سی عمارت میں چاروں طرف کھڑکیاں ہی کھڑکیاں تھیں اور اُن میں شیشے کا استعمال زیادہ سے زیادہ ہوا تھا۔ بلندی سے اس عمارت کی نشاندہی میلوں دور سے ہو سکتی تھی۔ خواہ کتنا ہی گہرا اندھیرا کیوں نہ ہو۔

اندر کمروں میں پیٹرومیکس لیمپ روشن تھے اور کھڑکیوں سے گزر کر باہر آ
روشنی عمارت کے آس پاس پھیلی ہوئی تھی۔ اس روشنی میں ممکن ہی نہیں تھا کہ کوئی ا
جانے کے خدشے کے بغیر دیوار تک پہنچ سکتا۔

فریدی ایک ایسی چٹان کے پیچھے دبکا رہا جو روشنی میں نہیں تھا۔

ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ کیا کرنا چاہئے دفعتاً ہوا کے ایک بہت ہی تیز جھو
اُسے ہلا کر رکھ دیا۔ اور پھر اُس نے اس عمارت کے قریب ایک ہیلی کوپٹر کو اترتے دیکھ
بے آواز ہیلی کوپٹر...... آواز کا ذرا سا بھی تو احساس نہیں ہوا تھا۔ حیرت انگیز۔

ہیلی کوپٹر سے کوئی اترا تھا اور جب کھڑکیوں کی روشنی میں پہنچا تو فریدی اس ک
دیکھنے میں کامیاب ہوگیا۔ یہ کوئی سفید فام غیر ملکی تھا۔ وہ عمارت کے اگلے حصے کی طرف
تھا۔

فریدی آہستہ آہستہ بائیں جانب کھسکتا ہوا ہیلی کوپٹر کے قریب پہنچنے کی کوشش کرنے
دفعتاً عمارت کی ساری کھڑکیاں تاریک ہوگئیں۔ گویا یہ روشنی اسی ہیلی کوپٹر کی را
کے لئے تھی۔ کچھ دیر بعد اُس نے پھر عمارت کی طرف دیکھا اور اب اسے معلوم ہ
کھڑکیاں بالکل ہی تاریک نہیں ہوئی ہیں۔ اب اُن میں ایسی روشنی نظر آ رہی تھی جیسے
میں معمولی قسم کے کیروسین لیمپ روشن ہوں۔

اس نے ریڈیم ڈائیل والی گھڑی پر نظر ڈالی۔ دس بج کر پانچ منٹ ہوئے ت
کھڑکیوں کی روشنی کی نوعیت اس طرح اچانک بدل جانے کا مطلب یہی ہوسکتا تھا کہ
کی روشنی کا استعمال مخصوص اوقات ہی کے لئے ہوتا ہوگا۔

وہ ہیلی کوپٹر کے قریب جا پہنچا۔ یہ اتنا بڑا تھا کہ اس میں پائیلٹ کے علاوہ چ
آدمی بیٹھ سکتے تھے۔ جب اُسے اچھی طرح اطمینان ہوگیا کہ ہیلی کوپٹر کے اندر کوئی مو
ہے تو وہ بہ آہستگی اُس کے اندر داخل ہوگیا۔

پچھلی سیٹوں کے درمیان اسے کمبلوں کا ایک ڈھیر سا محسوس ہوا۔ وہ اُسے ٹٹولنے ل
بس ڈھیر ہی ڈھیر تھا۔ اُس نے وہ سارے کمبل اپنے اوپر ڈالے اور وہیں د
کان آہٹوں پر لگے ہوئے تھے۔

پھر اچانک اسے خیال آیا ضروری نہیں کہ وہ آدمی واپسی پر تنہا ہو۔ پھر کیا کرنا چاہئے؟
گر کوئی ان سیٹوں پر آ بیٹھا تو راز کھل جائے گا۔

اب اس نے پھر اندھیرے میں ادھر اُدھر ٹٹولنا شروع کیا لیکن آس پاس گنجائش نہ تھی۔
دفعتاً اسے خیال آیا ادھر کمبلوں کا ڈھیر ہے اور اس عمارت میں شائد صرف تین ہی آدمی
یں۔ چوتھا دکھائی نہیں دیا تھا۔ اگر اُن سبھوں کو بھی بیٹھنا پڑا تو پچھلی سیٹیں کافی ہوں گی۔ ادھر
بیٹھنے کی ضرورت ہی نہیں۔ دیکھا جائے گا۔

ہیلی کوپٹر غیر معمولی قسم کا تھا اس لئے اس کی پروازیں پوشیدہ ہی رکھی جاتی ہوں گی۔
ے اچھی طرح معلوم تھا کہ اُس کے ملک میں کہیں بھی اس قسم کا کوئی ہیلی کوپٹر موجود نہیں۔

تھوڑی دیر بعد اسے کئی قدموں کی آہٹیں سنیں۔ وہ ہیلی کوپٹر ہی کی طرف آ رہے تھے۔
اس نے قاسم کو کہتے سنا۔ "محترمہ مجھے پھر بھوخ لگ آئی ہے...... میں کچھ کھائے بغیر
جا سکوں گا۔"

"مرے کیوں جاتے ہو۔ تھوڑی دیر بعد واپس آ جائیں گے۔ جہاں ہم جا رہے ہیں
ں کچھ کھانے کو بھی ملے گا۔"

"آپ کی مرجی......!" قاسم کا لہجہ ڈھیلا تھا۔

پھر فریدی نے انگریزی میں کسی کو کہتے سنا۔ "پچھلی سیٹوں پر...... ادھر سامان ہے۔"
اُس نے طویل سانس لی۔ یہ مسئلہ بھی اتنی آسانی سے طے ہوگیا۔

لڑکی نے قاسم سے کہا تھا۔ "پچھلی سیٹ پر بیٹھنے سے یہ راکٹ کی طرح اوپر جائے
اتنے وزنی ہو تم......"

"تبھی تو آپکا سکریٹری ہوں۔ اپنے ہی وزن کی وجہ سے بڑے بڑے وزن اٹھا لیتا ہوں۔"

"اچھا بس اب خاموشی سے بیٹھ جاؤ۔" لڑکی بولی۔

ہلکی سی آواز کے ساتھ پنکھوں کی گردش کی ابتداء ہوئی تھی اور جب ہیلی کوپٹر بلند ہونے
لگا تو وہ ہلکی سی آواز بھی غائب ہوگئی تھی۔ فریدی ان دونوں کی گفتگو اب بھی صاف سن رہا
تھا۔

قاسم مسلسل بھوک کی شکایت کئے جا رہا تھا۔

حمید گہری نیند سونے کی بڑی اچھی ایکٹنگ کر رہا تھا۔ ہلکے ہلکے خراٹے غار

رہے تھے۔

خود ریما نے اُسے مشورہ دیا تھا کہ وہ سوجائے اور اپنے بارے میں کہا تھا
پوری کرچکی ہے۔ لہٰذا ساری رات بھی جاگتی رہ سکے گی۔ یہ تجویز بھی اسی کی تھی۔ اِ
طور پر جاگتے رہنا چاہئے...... دونوں کا سو جانا مناسب نہ ہوگا۔

حمید آنکھیں بند کرکے لیٹ گیا تھا لیکن تہیہ کرلیا تھا کہ آنکھ نہ لگنے دے گا۔

قریباً ایک گھنٹے بعد اُس نے ریما کی آواز سنی۔ وہ آہستہ آہستہ کسی کو کال کر
ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ٹرانسمیٹر کے ذریعہ کسی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کررہی ہو۔
حمید نے پلکوں میں خفیف سا درہ کرکے دیکھا۔ لالٹین اُس کے قریب رکھی ہو
اس نے اپنا لاکٹ گلے سے اتار کر ہاتھوں میں اس طرح پکڑ رکھا تھا کہ لاکٹ
قریب تھا اور اس کی چین کا دوسرا سرا لالٹین کے شیشے سے لگا رکھا تھا۔ لاکٹ سے ایک
سا تار نکل کر اُس کے داہنے کان تک آیا تھا جس کے سرے پر یقینی طور پر ایک ننھا سا
رہا ہوگا۔

کسی نامعلوم فرد سے رابطہ قائم ہوجانے کے بعد وہ کہہ رہی تھی۔ "فریدی کا
نہیں۔ البتہ اس کا نائب میرے قبضے میں ہے۔ اب جو حکم ہو وہ کیا جائے...... اُوور...
وہ خاموش ہوکر شائد دوسری طرف سے بولنے والے کے احکامات سننے لگی تھی۔

کچھ دیر بعد بولی۔ "اس وقت تو پوری طرح میرے قبضے میں ہے۔ میں نے
میں بیہوشی کی دوا دے دی ہے لیکن سوال تو یہ ہے کہ یہاں تک پہنچنا کیسے ممکن ہوگا۔
خود ہی نہیں جانتی کہ کہاں ہوں...... اُوور......!"

کچھ دیر خاموش رہ کر وہ پھر بولی اور اب وہ اپنے یہاں تک پہنچنے کی روداد دہرا
اس کے بعد خاموش ہوکر سننے لگی تھی۔ یہ وقفہ زیادہ طویل نہ ہوا، جلد ہی اس

نمبر 36

...ے رکھ دیا اور لالٹین وہیں پہنچا دی جہاں پہلے رکھی ہوئی تھی۔

حمید اپنی ذہنی حالت کا جائزہ لینے لگا۔ کیا سچ مچ اُس نے کافی میں کسی طرح بیہوشی کی
ملا دی تھی۔ لیکن اس کا ذہن تو پوری طرح بیدار تھا۔ نیند کی رمق بھی نہیں تھی آنکھوں میں!

پھر یہ کیا بکواس تھی؟ وہ سوچتا رہا۔

دفعتاً ریما اُسے جھنجھوڑنے لگی۔ "حمید...... حمید...... اٹھو...... اٹھو......!"

اور وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا...... نہ صرف اٹھ بیٹھا بلکہ بڑی پھرتی سے ریوالور نکال کر غار
دہانے کی طرف جھپٹنا چاہا۔

"ارے ارے......!" ریما اُس کا ہاتھ پکڑتی ہوئی بولی۔ "ہوش میں آؤ۔ یہ کیا وحشت ہے۔"

"اوں...... کک...... کیوں...... پھر کیا ہے۔"

"بیٹھ جاؤ اور دھیان سے سنو...... میں تمہارے لئے کافی بناؤں گی۔ پانی آئیل اسٹوو
رکھ چکی ہوں۔ پل بھر میں اُبلنے لگے گا۔"

حمید نے کچھ کہنا چاہا لیکن وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "شش...... میں تمہیں یہ بتانا چاہتی
ہوں کہ ابھی میں نے تیسری ناگن سے رابطہ قائم کیا تھا۔"

"تم نے کوئی ڈراؤنا خواب تو نہیں دیکھا۔" حمید مضحکہ اڑانے والے انداز میں بولا۔

"میں کہتی ہوں سنجیدہ ہوجاؤ۔" وہ غصیلے لہجے میں بولی۔

"میں بالکل سنجیدہ ہوں۔ تم بین بجاؤ اور نکالو تیسری ناگن اور کرو دیومالائی باتیں۔"

"تم کیا سمجھے تیسری ناگن سے۔"

"مجھے فضول باتوں سے اس حد تک دلچسپی نہیں کہ اس طرح جگائے جانے کے بعد
بھی برداشت کرسکوں۔"

"ہم لوگ جو اس تنظیم سے بددل ہوگئے ہیں تینوں بڑی عورتوں کو اسی نام سے یاد
کرتے ہیں۔ تھریسیا پہلی ناگن ہے۔ نانوتہ دوسری اور تیسری ناگن وہ ہے جو عام طور پر
ڈائنیمک اپ میں رہتی ہے۔"

حمید اُسے غور سے دیکھتا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کیا اب وہ اسے کافی میں بیہوشی کی دوا
پینے والی ہے۔

"میں نے اسے بتایا ہے کہ تم پوری طرح میرے قبضے میں ہو اور میں نے
میں بیہوشی کی دوا دے دی ہے۔" ریما چند لمحے خاموش رہ کر بولی۔

"اوہو...... تو یہ بات ہے۔" حمید اسٹوو پر رکھے ہوئے کافی پاٹ کو گھورنے لگا۔

"تم غلط سمجھے...... ضرورت پڑنے پر تمہیں بیہوشی کی اداکاری کرنی پڑے گی۔"

"میں سب کچھ کرلوں گا...... تم بس تیسری ناگن کی بات کئے جاؤ۔"

"میں آدھے گھنٹے بعد ایک تدبیر کروں گی اور ہمارا کوئی نہ کوئی آدمی یہاں پہنچ جا

"اگر ہمارے کسی آدمی سے مڈبھیڑ ہوگئی تو۔"

"تم اس کی فکر نہ کرو...... تمہارا کوئی آدمی ہماری گرد کو بھی نہ پہنچ سکے گا۔"

"تم بیہوشی کی دوا ہی دے دو مجھے کافی میں۔"

"کیوں......؟"

"ہوسکتا ہے بیہوشی کی ایکٹنگ نہ کرسکوں۔"

ریما کچھ نہ بولی۔ اُس نے اٹھ کر حمید کے لئے کافی کا ایک کپ تیار کیا تھا۔

حمید اس دوران میں بغور اُسے دیکھتا رہا تھا کہ کہیں سچ مچ تو کوئی ایسی حرکت نہیں

"لو پیو اور بیہوش ہو جاؤ۔" وہ ہنس کر بولی۔

"ریما...... اگر اس میں زہر بھی ہے تو مجھے پرواہ نہیں۔" حمید نے اس سے پیا
ہوئے بڑے رومینٹک انداز میں کہا۔

"اتنا اعتماد ہے مجھ پر۔"

"تم نے خود کو اعتماد کے قابل ثابت کیا ہے۔"

"میں یقین نہیں کرسکتی۔ خیر مجھے اس سے کیا غرض...... تم چاہو تو میری ایکم
کرنے سے انکار بھی کرسکتے ہو۔"

"اتنی بدگمانی کیوں......؟"

"تم نے میری باتوں پر یقین کیسے کرلیا......؟"

"معمولی شکل وصورت کی لڑکیوں کی باتوں پر یقین کرلیتا ہوں تم تو اتنی حسین

"باتوں میں اڑانے کی کوشش نہ کرو۔"

"عقل استعمال کرو...... میرے پاس کون سا ایسا ذریعہ ہے جس سے تمہاری باتوں کی
تصدیق کرسکوں۔ سوائے اس کے کہ منتظر رہو اور دیکھو۔ لہٰذا اب مجھے تمہارے ہر مشورے پر
عمل کرنا ہی پڑے گا۔"

"موت سے بھی نہیں ڈرتے۔"

"موت ہماری بہت پرانی ہمسائی ہے۔ روزانہ خیریت دریافت کرکے واپس جاتی ہے۔"

"لیکن اب میں نے ارادہ ملتوی کردیا ہے۔ بہت زیادہ تیزی دکھانے میں ٹھوکر کھانے
کا خدشہ ہے۔ میری ساتھیوں کی نظروں میں مجھے تم ہی لوگوں کے رحم کرم پر ہونا چاہئے۔"

"بات تو ٹھیک ہے۔"

"لہٰذا اب میں انہیں اطلاع دینے جارہی ہوں کہ حالات کے تحت فی الحال یہ ناممکن ہے۔"

"جیسی تمہاری مرضی...... خواہ مخواہ مجھے جگا دیا۔"

"ٹھہرو...... ایک منٹ ٹھہرو...... ذرا وہ لالٹین اٹھاؤ۔"

حمید کافی پی چکا تھا، اٹھ کر لالٹین اٹھا لایا۔ ریما نے گلے سے لاکٹ اتار کر پھر وہی
حرکت شروع کردی جو کچھ دیر پہلے بظاہر حمید کی لاعلمی میں کرچکی تھی۔ ویسے اس بار اُس نے
اس سے ایک کی بجائے دو ایئرفون منسلک کئے تھے۔

ایک اپنے کان میں لگا کر دوسرا حمید کی طرف بڑھاتے ہوئے کان میں لگا لینے کا اشارہ کیا۔

حمید نے اُس کے مشورے پر عمل کیا تھا۔

اب وہ لاکٹ کو منہ کے قریب لا کر کسی کو کال کررہی تھی۔ دفعتاً حمید نے دوسری طرف
سے بولنے والے کی آواز سنی۔

"ریما پلیز...... ویٹ......!"

پھر چند لمحوں کے بعد آواز آئی۔ "ہیلو ریما...... ریما......!"

اور ریما سے جواب مل جانے کے بعد کہا گیا۔ "اوور ٹو لیکراس......!"

حمید ہمہ تن گوش ہوگیا اس نام پر...... اور پھر دوسری آواز آئی۔ "ہیلو ریما......!"

"لٹ از ریما سر! کچھ دیر پہلے میں نے جو پیغام بھیجا تھا اب اُس کے مطابق عمل نہ
ہو سکے گا۔ کیونکہ وہ خود غائب ہوگیا ہے اور اُس کا نائب میرے ساتھ ہے۔ ہوسکتا ہے کہ

اس طرح وہ میری نقل و حرکت پر نظر رکھنا چاہتا ہو۔ اوور......!"

"ٹھیک ہے جو مناسب سمجھو کرو......تم بہت ذہین ہو۔"

"شکریہ جناب......!"

"اوور اینڈ آل......!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

ریما نے کان سے ایئر فون نکال لیا۔ حمید نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔

"کیا خیال ہے۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

"کس سلسلے میں۔"

"اس آواز سے متعلق......!"

"کیا تم مجھے یہ باور کرانا چاہتی ہو کہ وہ کسی عورت کی آواز تھی۔"

ریما اثبات میں سر ہلا کر بولی۔ "تیسری ناگن کی۔"

"حیرت انگیز......!"

"وہ تمہارے چیف سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ مقامی آدمیوں سے وہ عموماً الگ کے میک اپ میں ملتی ہے۔"

حمید پر تفکر انداز میں پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

ایک مخصوص بلندی پر پہنچنے کے بعد ہیلی کوپٹر سیدھی پرواز میں آ گیا تھا اور اب خود کو یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ کسی ہیلی کوپٹر میں پرواز کر رہا ہے۔ نہ تو آواز تھی اور نہ رفتاری کا احساس ہوتا تھا۔ وہ قاسم اور اس لڑکی کی گفتگو اب بھی اتنی ہی سن رہا تھا جتنی زمین پر سنی تھی۔

لڑکی اس سے کہہ رہی تھی۔ "تم کسی طرح اپنی بھوک پر قابو پانے کی کوشش

ت پیٹ پیٹ چلاتے رہتے ہو۔"

"آپ کبھی کبھی بور کرنے لگتی ہیں۔"

"کیا مطلب......؟"

"میں نے یہ نوکری چین سے بیٹھ کر کھانے ہی کے لئے کی تھی۔"

"تو آدمیوں کی طرح کھاؤ......منع کون کرتا ہے۔" لڑکی نے قاسم کی نقل اتاری۔

"دیکھئے......اس کی نہیں ہوتی۔" قاسم کی آواز آئی اور پھر جھینپی ہوئی سی "ہی ہی ہی" بند ہو گئی۔

"اس کے باوجود تم مجھے بہت اچھے لگتے ہو۔ میری خواہش ہے کہ زندگی بھر میرے ساتھ رہو۔"

"تو کیا زندگی بھر پہاڑ کھودتی رہیں گی۔"

"میرا پیشہ یہی ہے......اس کی تعلیم حاصل کی ہے میں نے......اتنی عمر ضائع کی ہے......مجھے پروسپکٹنگ سے عشق ہے......تم خود سوچو......کہیں کسی نامعلوم جگہ تم کھڑے ہو تمہیں علم ہو جائے کہ تمہارے قدموں کے نیچے سونا ہے......چاندی ہے......جواہرات ہیں تمہارا کیا حال ہوگا خوشی کے مارے......میرے باپ کو اس سے دلچسپی نہیں ہے اور وہ ہیں نحیف و نزار آدمی......تمہاری طرح دیو نہیں ہیں۔"

"باپ تو سب کے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ میرے باپ کے علاوہ......لل......لیکن آپ شادی بھی تو کر سکتی ہیں......کیوں......!"

"ضروری نہیں کہ میرے شوہر کو بھی اس سے دلچسپی ہو! پھر میرا ارادہ نہیں ہے شادی کرنے کا۔"

"کیوں......؟" قاسم کے لہجے میں مسرت تھی۔

"بس یونہی......!"

"تو میں جندگی بھر سیکریٹرا......!"

"شٹ اپ......سیکریٹری......!"

"بولئے......جواب دیجئے......جندگی بھر......!"

"ہاں زندگی بھر...... مجھے تمہاری باتوں پر غصہ نہیں آتا...... لیکن شوہر کی ذرا ذ
غصہ آ سکتا ہے۔"

"جی...... بلقل میرا بھی یہی حال ہے...... بیوی کی جرا جرا سی بات پر کل کر
جی چاہتا ہے...... لیکن آپ کچھ بھی کہتی رہیں...... مجھے تاؤ نہیں آتا۔"

"اسی لئے میں شادی کی مخالف ہوں۔"

"بلقل...... بلقل...... بس سیکریٹری اور سیکریٹرا ہونا چاہئے۔"

فریدی سوچ رہا تھا پتہ نہیں یہ نامعقول کس طرح الجھایا گیا ہے۔

کچھ دیر بعد اس نے پھر قاسم کی آواز سنی!

"قیا...... میں تھوڑی دیر سو سکتا ہوں۔"

"نہیں...... بس اب پہنچا ہی چاہتے ہیں۔"

"کتنے دن وہاں رہنا ہوگا۔"

"بس دو دن کی بات ہے...... ایک جگہ پلاٹینم کے پائے جانے کا امکان ہے۔
دیکھیں گے۔"

دفعتاً فریدی نے محسوس کیا کہ ہیلی کوپٹر نیچے اتر رہا ہے۔ وہ پوری طرح ہوشیار
اگر وہ کمبل جن کے نیچے وہ چھپا ہوا تھا یہیں اتارے جانے کے لئے تھے تو اب اُ
خطرناک لمحات کے لئے تیار رہنا تھا۔ بالآخر ہیلی کوپٹر نے لینڈ کیا۔

"چلو اٹھو......!" فریدی نے لڑکی کی آواز سنی اور پھر قاسم کی غاؤں غاؤں سنائی
ایسا لگتا تھا جیسے اُسے جھنجھوڑ کر جگایا جا رہا ہو۔

پھر اس نے پیروں کی چاپ سنی۔ غالباً وہ دونوں اپنی جگہوں سے اٹھ کر درواز
طرف آ رہے تھے۔ دروازہ کھلنے کی آواز آئی اور سناٹا چھا گیا۔

فریدی سوچ رہا تھا...... اب اس وقت کا انتظار کرنا چاہئے۔ جب کوئی ان کم
وہاں سے ہٹانے کی کوشش کرے۔

لیکن کب تک...... وقت گذرا جا رہا تھا۔ آخر اس نے کمبلوں کے ڈھیر کے نیچے
نکالا۔ ہیلی کوپٹر میں سناٹا تھا۔ کاک پٹ بھی خالی نظر آئی۔ پائلٹ کی عدم موجودگی کا

تھا کہ وہ بھی مسافروں کے ساتھ ہی اتر گیا ہوگا۔

فریدی بڑی احتیاط سے نیچے اُتر آیا...... لیکن جیسے ہی اس نے کسی جانب بڑھنے کے
لئے کریپنگ پوزیشن میں آنا چاہا اُس کے ہاتھ اور پیر کسی چیز میں الجھ کر رہ گئے۔ الجھتے ہی
حتیٰ کہ وہ ایسا محسوس کرنے لگا جیسے کسی مکڑی کے جالے میں پھنس گیا ہو۔

پھر دفعتاً تیز قسم کی روشنی میں نہا گیا...... اور اب اُس نے دیکھا کہ وہ نائیلون کی باریک
ڈوریوں کے جال میں پھنسا ہوا تھا۔

"اسے اٹھاؤ" اُس نے ایک بھاری اور گونجیلی آواز سنی۔

تین آدمی اُسے اٹھانے کی کوشش کرنے لگے۔ اُس نے بھی مزاحمت نہ کی۔ چپ
چاپ اٹھتا چلا گیا۔

اُسے اب پھر ہیلی کوپٹر ہی میں ڈال دیا گیا تھا اور ہیلی کوپٹر کے اندر بھی اتنی روشنی تھی
وہ دوسروں کے چہرے دیکھ سکتا۔ اُن تینوں غیر ملکیوں کے پیچھے قاسم نظر آیا۔ لڑکی بھی اُسکے
ساتھ تھی۔ فریدی نے محسوس کیا کہ وہ دونوں اُسے پہچان لینے والی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔

دفعتاً قاسم ہنس کر بولا۔ "ارے یہ تو وہی مرغی والا ہے۔"

"ہاں وہی ہے۔" لڑکی نے یہ جملہ انگریزی میں ادا کیا تھا۔

پھر وہ دوبارہ پچھلی سیٹوں پر چلے گئے تھے۔ وہ تینوں غیر ملکی بھی اب انکے ساتھ ہی تھے۔
ہیلی کوپٹر فضا میں بلند ہونے لگا۔ فریدی اب کمبلوں کے ڈھیر کے اوپر پڑا ہوا تھا۔

اُس نے کچھ دیر بعد قاسم کی آواز سنی۔

"تو قیا ہم اس کو پکڑنے کے لئے یہاں آئے تھے۔"

"اور کیا......!" لڑکی کی آواز آئی۔ "اب ہم اس سے پوچھیں گے کہ مرغیاں کہاں سے
لایا تھا۔"

"اب تو پورا کریٹ ہمارے ہاتھ آ جائے گا...... ہی ہی ہی۔"

لڑکی کچھ نہ بولی۔

البتہ فریدی اپنی اس حماقت پر دل ہی دل میں محظوظ ہو رہا تھا۔ تو گویا وہ کمبلوں کا ڈھیر
اسی لئے ہیلی کوپٹر میں ڈالا گیا تھا کہ وہ اُس میں چھپ سکے۔ ہیلی کوپٹر نہیں چوہے دان تھا

گویا۔ تو کیا ناصر نے انہیں مطلع کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ہوگی اُسے یاد آیا بوڑھے نے کہا تھا کہ ادھر سے تو گاڑیاں نہیں گزرتیں اور اُس کی آنکھ تشکیک کی جھلکیاں بھی نظر آئی تھیں۔ پھر ناصر ٹرک لے بھاگا۔ اگر وہ اپنے عہد پر ہوتب بھی اُس کے فرار نے دوسروں کو شبہات میں مبتلا کیا ہوگا۔ دراصل غلطی خو ہوئی۔ جلد بازی نہ کرنی چاہئے تھی۔ کم از کم ایک رات انہیں اطراف میں ٹھہر کر ان نگرانی کرتا...... اور اب......!

خیالات کا سلسلہ ایک بار پھر قاسم ہی کی آواز سے ٹوٹ گیا۔

''تو اب ہم اس چور کا قیا قریں غے۔''

''پولیس کے حوالے کردیں گے۔'' لڑکی کا جواب تھا۔

''واہ بھئی...... اب مرغی چوروں کیلئے بھی ہیلی کوپٹر سروس چلا قرے گی...... واہ

فریدی بے اختیار مسکرا پڑا۔

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ پوری طرح مطمئن ہو۔ نائیلون کے تاروں کے جال کے ہاتھ پیر آزاد تھے اور اس میں اتنی جگہ تھی کہ وہ انہیں بہ آسانی موڑ سکتا تھا۔

کچھ دیر بعد ہیلی کوپٹر پھر نیچے اترتا محسوس ہونے لگا۔ فریدی خاموش پڑا رہا۔ ہیلی کوپٹر لینڈ کر چکا تھا۔ دفعتاً اس نے کسی کو کہتے سنا۔ ''وی آر ایٹ پوائنٹ سکس وی آر ایٹ پوائنٹ سکس...... ہیلو ہیلو...... کوکی کالنگ لیکراس۔''

بولنے والا یقینی طور پر وائرلیس کے ذریعہ کسی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر اُس کی آواز پھر سنائی دی۔ ''ہیلو...... لیکراس! تدبیر کارگر ہوئی وہ ہاتھ آ پوائنٹ سکس والوں نے اس کی شناخت کرلی ہے۔''

ایک پل کے لئے وہ خاموش ہوکر پھر بولا۔ ''موٹا آدمی اُسے اس حیثیت شناخت کرسکا جس میں ہمیں توقع تھی...... اُس نے اسے صرف ٹرک والے کی حیثیت شناخت کیا ہے۔''

کچھ دیر پھر سکوت رہا اس کے بعد پچھلی سیٹوں والے اٹھ کھڑے ہوئے۔

ایک بار پھر فریدی کو اٹھانے کا مسئلہ درپیش ہوا۔

''تم تو اکیلے ہی اٹھا سکو گے۔'' لڑکی نے قاسم سے کہا۔ ''ان تینوں شریف آدمیوں کو کیوں تکلیف دو۔''

''نہیں...... میں ہاتھ نہیں لغاؤں غا۔'' قاسم جماہی لے کر بولا۔

''کیوں......؟''

''اس بیچارے نے چھ مرغیاں بلقل مفت مجھے دی تھیں۔ شریف آدمی معلوم ہوتا ہے۔''

''جہنم میں جاؤ۔'' لڑکی بڑبڑائی۔

پھر وہ دونوں تو نیچے اُتر گئے تھے اور غیر ملکی فریدی کو اٹھانے کی کوشش کرنے لگے تھے۔

فریدی نے اس بار بھی مزاحمت نہ کی۔ چپ چاپ اٹھتا چلا گیا۔ لیکن جب انہوں نے اُسے نیچے اتار کر کاندھوں پر لادنے کی کوشش شروع کی تو اُس کی پوستین کی داہنی آستین سے ایک چھوٹا سا چاقو برآمد ہوا اور نائیلون کا جال اُن کی بے خبری میں کٹتا چلا گیا۔

انہیں ہوش تو اس وقت آیا تھا جب دو کی گردنیں اُس کی گرفت میں آئی تھیں اور تیسرے کی کھوپڑی پر پوری قوت سے ٹھوکر پڑی تھی۔

اور اس کا احساس تو فریدی کو پہلے ہی ہوگیا تھا کہ یہ وہی جگہ ہے جہاں سے روانگی ہوئی تھی۔ عمارت کی کھڑکیوں سے پھوٹنے والی تیز روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔

اس روشنی میں اگر وہ بھاگنے کی کوشش کرتا تو کسی نہ کسی کے ریوالور کی گولی اُسے ضرور چاٹ جاتی۔ لہٰذا پہلی ہی مہلت میں اُس نے خود اپنا ریوالور نکال لیا اور گرج کر بولا۔ ''جہاں ہو...... وہیں ٹھہرو۔''

سب کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے۔ پائیلٹ بھی انہیں میں شامل تھا۔

پھر اُس نے قاسم کو مخاطب کر کے کہا۔ ''میرا خیال ہے کہ تم اس لڑکی سے محبت کرتے ہو۔''

''بہت جیادہ...... بلقل بلقل......!''

''ان سفیدوں نے تمہارے خلاف سازش کی ہے۔''

''اے تم ہو...... قون......!''

''اچھا اب پہچانو میری آواز......!''

''ارے...... ب باپ...... رے......!''

"ہاں......اب انہیں گرا کر بے بس کرو۔" فریدی بولا۔ وہ عمارت کی طرف سے بے خبر نہیں تھا۔ لیکن بوڑھے کی شکل نہ دکھائی دی۔ تو پھر کیا وہ پیغام جو ہیلی کوپٹر سے نشر تھا اُسی کے لئے تھا...... اگر یہ نہیں تو پھر کھڑکیاں اتنی روشن کیوں تھیں۔ خود اُس کے کے مطابق تو انہیں ہیلی کوپٹر کی رہنمائی ہی کے لئے روشن کیا گیا تھا۔

"لل......لیقن......!"

"یہ کون ہے۔" لڑکی نے قاسم سے پوچھا۔

"ارے کچھ نہ پوچھو......اب جرور گھپلا ہوگا۔"

"تم بے فکر رہو...... میں تمہاری محبت کو پھلنے پھولنے دوں گی۔"

"تب تو ٹھیک ہے۔" دفعتاً قاسم نے اپنا داہنا ہاتھ برابر کھڑے ہوئے آدمی کی گردن رسید کرتے ہوئے کہا۔

وہ منہ کے بل ڈھیر ہو گیا اور لڑکی چیخنے لگی۔ ساتھ ہی فریدی نے انہیں للکارا۔ "اگر نے بھی اپنی جگہ سے جنبش کی تو گولی مار دوں گا۔ وہ جو کچھ بھی کر رہا ہے اُسے کرنے دو۔"

پھر اس نے مضبوط ڈور کا گولا نکال کر قاسم کی طرف پھینکتے ہوئے کہا۔ "ان کے ہا بھی پشت پر باندھتے جاؤ۔"

دھواں

حمید کو نیند نہیں آ رہی تھی لیکن وہ آنکھیں بند کئے پڑا رہا اور ریما تو جاگ ہی رہی تھی۔ بالکل ایسے انداز میں بیٹھی تھی جیسے مراقبے میں ہو۔

اچانک حمید نے کسی کی آہٹ محسوس کی اور بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ لیکن ریما کے بیٹھنے کا اند نہ بدلا۔

غار میں وہی شخص داخل ہوا تھا جس نے یہاں تک حمید کی رہنمائی کی تھی۔ اس نے

دہانے کے قریب ہی رک کر حمید کو اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا۔ حمید بڑی پھرتی سے اٹھا تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ "اب آپ معمولی سے میک اپ میں ریگیم بالا کی طرف چلتے ہیں۔ ضروری سمجھیں تو لڑکی کے چہرے میں تھوڑی بہت تبدیلی کر دیں کیونکہ رینجرز کو آپ دونوں کی تلاش بھی ہے۔"

"کیا ابھی اسی وقت جانا ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"جی ہاں......خالی گاڑی زیادہ دیر تک سڑک پر نہیں چھوڑی جا سکتی۔"

"خدا کی پناہ! سڑک تک پہنچنا آسان تو نہیں۔ یہ لڑکی شائد کہیں بیٹھ ہی جائے...خیر...!"

"میں باہر موجود ہوں۔" اجنبی نے کہا اور باہر چلا گیا۔

گفتگو اتنی آہستگی سے ہوئی تھی کہ ریما تک شائد ہی اس کا کوئی لفظ پہنچ سکا ہو۔

بہرحال جب حمید اس کی طرف مڑا تو وہ اُسے مراقبے ہی کے سے انداز میں ملی۔ قریب پہنچ کر اس نے اُسے آواز دی اور وہ چونک پڑی۔

"کیا ہے......؟ کیا بات ہے۔"

"کیا تم سو رہی تھیں۔"

"شائد......شائد آنکھ لگ گئی تھی۔ کیا بات ہے۔"

"ہمیں ابھی یہاں سے روانہ ہو جانا پڑے گا۔"

"کیا صبح ہو گئی۔"

حمید نے گھڑی پر نظر ڈال کر کہا۔ "صبح ہونے ہی والی ہے۔ ہمیں اپنے چہروں میں تھوڑی بہت تبدیلیاں بھی کرنی پڑیں گی۔"

"کیوں......؟"

"کمال کرتی ہو...... ہمیں رینجرز سے بھی تو بچنا ہے۔ ہمارے لئے انہوں نے چاروں طرف جال بچھا دیے ہوں گے۔"

پھر ان کے درمیان کسی قسم کی گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ حمید اُس کے چہرے میں تبدیلیاں کرنے لگا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ پھر ناہموار راستوں پر ٹھوکریں کھاتے نظر آئے۔

سوٹ کیس ہمراہی نے اٹھایا تھا۔ اس بار ریما کی زبان سے شکائت کا ایک لفظ نکلا۔ بڑے مزے میں چلی جارہی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے ہمیشہ سے ایسے راستوں پر چلتی آئی

''کیا بات ہے۔'' حمید نے آہستہ سے پوچھا۔ ''اس بار تم دماغ نہیں چاٹ رہیں۔''

''اب اداکاری کی ضرورت باقی نہیں رہی۔'' ریما نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

سڑک تک پہنچنے میں خاصا وقت صرف ہوا تھا۔ صبح کی سفیدی پھیلنے لگی تھی۔

یہ ایک چھوٹی سی اسپورٹ کار تھی۔ ہمراہی نے سوٹ کیس گاڑی کے پچھلے حصے میں رکھتے ہوئے کہا۔ ''خدا حافظ۔''

حمید نے انجن اسٹارٹ کیا۔ ایکسیلریٹر پر دباؤ ڈالا اور گاڑی تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

''ذرا احتیاط سے۔'' ریما بولی۔

''فکر نہ کرو۔''

چاروں طرف پھیلا ہوا سناٹا بڑا پُراسرار لگ رہا تھا۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر ہلکی دھندلائی ہوئی سی سرخی اس سناٹے ہی کا ایک جزو معلوم ہوتی تھی۔

شدید سردی کے باوجود بھی حمید اس خوبصورت منظر سے لطف اندوز ہو رہا تھا اور ریما اس کی اوپر اٹھی ہوئی ناک کو گھورے جارہی تھی۔

''اگر اب اس ناک پر چھوٹا سا پرندہ بٹھا دیا جائے تو کیسے لگو گے۔'' اس نے کچھ دیر بعد کہا۔

حمید کچھ نہ بولا۔ اب وہ جلد از جلد ریگم بالا پہنچ جانا چاہتا تھا۔ اُس غار سے اچانک روانگی کا مقصد یہی ہوسکتا تھا کہ ہمراہی کو فریدی کی طرف سے اچانک ہی اس کے لئے ہدایات ملی ہوگی۔ لیکن وہ اس سلسلے میں پوچھ گچھ نہیں کرسکا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ایک بے نام سی الجھن اس کے ذہن پر مسلط ہوگئی۔

''تم اتنے خاموش کیوں ہو۔'' دفعتاً ریما بولی۔

''کچھ نہیں...... میں یہ سوچ رہا ہوں آخر زندگی کا مقصد کیا ہے!''

''پولٹری فارمنگ...... میں تو بڑھاپے میں یہی کروں گی۔''

''میں اس وقت سنجیدہ ہوں۔''

''اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ پولٹری فارمنگ میں۔''

''مجھے ہنسنے پر مجبور نہ کرو۔''

''اچھا تو رو کر ہی دکھاؤ...... اب زندگی بھر مجھ سے پیچھا نہ چھڑا سکو گے۔ سمجھے؟''

حمید جواباً کچھ نہ بولا۔ وہ اس وقت سچ مچ خاموش رہنا چاہتا تھا۔ نہ جانے کیوں اس کی وہ اداسی جاگ پڑی تھی جو کبھی کبھی بھرے مجمع میں بھی احساس تنہائی کا موجب بن جایا کرتی تھی۔

وہ گاڑی کی رفتار بڑھاتا رہا۔ دفعتاً ریما اسپیڈومیٹر کی طرف دیکھ کر بولی۔ ''کہیں تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔ اس سے پہلے کبھی تم نے اس سڑک پر سفر تو نہیں کیا...... رفتار کم کرو۔''

''تم ڈرو نہیں۔''

''تم نہیں جانتے کہ اچانک آگے ڈھلان ملے گی یا تمہیں گاڑی موڑنی پڑے گی۔''

''تم جانتی ہو...... اس لئے مطمئن ہوں۔''

''اچھی بات ہے...... تو میری سنو...... یہاں سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک موٹیل اور ہے۔ ہم وہاں رک کر شریف آدمیوں کی طرح ناشتہ کریں گے۔''

''ہم اسی صورت میں کہیں قیام کرسکیں گے اگر تم برقعہ استعمال کرنے پر آمادہ ہو جاؤ...... کیونکہ تمہارے جسم پر اب بھکشنو والا لباس ہے۔ رینجرز نے تمہارے لباس کے بارے میں یقینی طور پر اعلان کیا ہوگا۔''

''میں نے اس کے اوپر لمبی پوستین بھی تو پہن رکھی ہے۔''

''پوستین پہلے بھی تھی۔''

''اچھا میں برقعہ استعمال کروں گی...... لیکن ہمیں آگے رکنا ہے۔ رفتار اور کم کرو۔''

حمید نے رفتار کم کردی...... موٹیل کی عمارت کے آثار دور ہی سے نظر آرہے تھے۔

''یہاں ایک چھوٹا سا اسٹور بھی ہے۔ تم میرے سائز کا اسکرٹ اور بلاؤز خرید سکو گے۔''

''ہوں......!''

موٹیل کے سامنے اُس نے گاڑی روکی اور بولا۔ ''نہیں برقعہ رہنے دو۔ پوستین تمہارا جسم ڈھک لیتی ہے اور اس قسم کی پوستین یہاں عام ہیں۔''

"بہت بہت شکریہ...... سویٹ ہارٹ!" ریما نے طویل سانس لی۔

سورج طلوع ہو رہا تھا۔ پہاڑوں کی چوٹیاں نارنجی رنگ کے کہر میں لپٹی دکھائی دے رہی تھیں۔ وہ دونوں گاڑی سے اُتر کر موٹیل کے ڈائننگ ہال میں داخل ہوئے۔ یہ ہو نوعیت کے اعتبار سے جدید ترین تھا۔ ایک باوردی ویٹر نے اُن کا استقبال کیا۔ ا یہاں کی ساری میزیں خالی نظر آ رہی تھیں۔

"کیا قیام فرمائیں گے؟" ویٹر نے حمید سے پوچھا۔

"پہلے گرما گرم کافی...... بقیہ باتیں بعد میں...... اور ہاں ساتھ میں چکن بر بھی۔" حمید کرسی پر گرتا ہوا بولا۔

"بہت بہتر جناب۔" ویٹر کسی قدر جھک کر بولا اور وہاں سے چلا گیا۔

"میرا خیال ہے کہ ہم یہاں رہائش اختیار کر کے پہلے اپنی حالت درست کر لیں آگے بڑھیں گے۔" ریما بولی۔

"جو تم مناسب سمجھو۔"

"آخر تم اتنے بجھے بجھے سے کیوں نظر آ رہے ہو۔"

حمید صرف ایک ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔

ریما اُسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر حمید بولا۔ "میں نہیں کہ ریگم بالا پہنچ کر مجھے کیا کرنا ہوگا۔"

"میں جانتی ہوں۔" ریما اُس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

"کیا جانتی ہو۔"

"جو میں کہوں گی وہی تمہیں کرنا پڑے گا۔"

"میرے لئے کوئی نئی بات نہیں! خوبصورت عورتوں کے اشاروں پر ناچتا ہی آیا ہوں"

"مکاری کی باتیں نہ کرو۔"

حمید پھر کچھ نہ بولا۔ اُس کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں۔ وہ سوچ رہا ریما نے وہاں قیام کرنے کا مشورہ دے کر اُس پر احسان عظیم کیا ہے...... اب وہ پوری کئے بغیر ایک قدم بھی نہیں اٹھانا چاہتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ویٹر طلب کی ہوئی چیزیں لایا اور میز پر لگانے لگا۔

اتنے میں صدر دروازے سے کئی افراد اندر داخل ہوئے۔ ریما اُدھر ہی دیکھ رہی تھی۔ یکایک اُس کی آنکھوں میں دہشت زدگی کے آثار نظر آئے اور پھر ایسا محسوس ہوا جیسے وہ اپنی بگڑتی ہوئی حالت پر قابو پانے کی کوشش کر رہی ہو۔

حمید نئے آنے والوں کی طرف پوری طرح متوجہ ہو گیا۔ یہ تعداد میں سات تھے۔ سب سفید فام تھے اور ان میں صرف ایک عورت تھی۔ ایسی عورت جس کے مقابلے میں مرد ساتھی بونے نظر آ رہے تھے۔ بارعب چہرے والی یہ لحیم شحیم عورت پروقار انداز میں چلتی ہوئی کاؤنٹر کی طرف چلی گئی۔ مرد ایک میز کے قریب رک گئے تھے۔

حمید نے پھر ریما کی طرف دیکھا۔ وہ بُری طرح ہانپ رہی تھی۔

"کیا بات ہے۔ کیا تمہاری طبیعت خراب ہے۔" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"کک...... کچھ نہیں۔" اُس نے کہا اور ایک سینڈوچ اٹھا کر کھانا شروع کر دیا۔

حمید ٹکٹکی لگائے اس عورت کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

"اُدھر مت دیکھو۔" ریما آہستہ سے بولی۔

"کیوں......؟" حمید چونک پڑا اور اس نے بھی ایک سینڈوچ اٹھا لیا۔

"بحث نہ کرو...... اب تمہیں میرے کہنے پر چلنا ہے۔"

"بہت اچھا محترمہ......!" حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "لیکن تم اپنا فیصلہ تبدیل نہ کر سکو گی۔"

"کیسا فیصلہ......!"

"یہی کہ آج ہم یہیں قیام کریں گے۔"

ریما کسی سوچ میں پڑ گئی اور حمید کنکھیوں سے کاؤنٹر کی طرف دیکھنے لگا۔ عورت ابھی تک کاؤنٹر کے پیچھے بیٹھے ہوئے آدمی سے باتیں کئے جا رہی تھی۔

"اس طرح اُدھر نہ دیکھو...... ایسے بن جاؤ جیسے تمہارے علاوہ یہاں اور کوئی موجود ہی نہ ہو۔"

"تم نے میرے جس لحیم شحیم دوست کا ذکر کیا تھا اگر اس وقت وہ یہاں موجود ہوتا تو مزہ ہی آ جاتا۔"

"کیا ہوتا۔"

"اس قد وقامت کی عورت دیکھ کر حواس کھو بیٹھتا ہے۔"

"میں کہتی ہوں اُدھر مت دیکھو۔"

"جہنم میں جائے۔" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا اور جلدی جلدی سینڈوچ کھانے لگا۔ کافی پینے کے دوران میں اُس نے ویٹر کو اشارے سے بلا کر ایک ڈبل بیڈ کمرے کے لئے بھی کہا تھا۔

نئے آنے والے بھی شائد قیام ہی کے لئے یہاں آئے تھے۔ کیونکہ اب اُن کا بھی اندر لایا جا رہا تھا اور پھر وہ سامان کے ساتھ ہی شائد رہائشی کمروں کی طرف چلے تھے۔ ریما نے طویل سانس لی اور اب اس کی آنکھیں پرسکون تھیں۔

"کیا یہی وہ عورت تھی۔" حمید نے آہستہ سے پوچھا۔

اور ریما بات اڑانے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔ "کیپٹن حمید دنیا کی ہر عورت خطرناک ہے۔"

"اب بکواس شروع کر دی تم نے...... مجھے عورتوں کے بارے میں خوش فہمی ہی میں رہنے دو...... ورنہ پھر کس کے سہارے جیوں گا۔"

"بکواس تم کر رہے ہو...... پتھر......!"

"پتھر ضرور ہوں......!" حمید نے کہا اور جملہ پورا کئے بغیر اونگھنے لگا۔ وہ ناشتہ کر چکے تھے۔

تھوڑی دیر بعد ایک پورٹر نے میز کے قریب آ کر اُن کا سوٹ کیس اٹھایا اور ان بھی رہائشی کمرے کی طرف چلنے کو کہا۔

"اس سے پوچھو کہ ڈیپارٹمینٹل اسٹور کس وقت کھلتا ہے۔" ریما نے حمید سے کہا۔

حمید کے سوال پر پورٹر نے جواب دیا۔ "دس بجے جناب۔"

کمرہ خاصا گرم تھا۔ آتشدان میں کوئلے دہک رہے تھے۔

"بڑی عجیب بات ہے......!" حمید بڑبڑایا۔

"کیا......؟" ریما چونک پڑی۔

"یہ کوئلے...... اتنی جلدی تو نہیں دہک سکتے۔"

"ہوسکتا ہے خالی کمروں کو بھی گرم ہی رکھتے ہوں! بڑا اچھا طریقہ ہے پتہ نہیں کب

نمبر 36

...ہے آجائے۔"

"اچھی بات ہے...... فی الحال ہمیں سو جانا چاہئے۔ بقیہ باتیں پھر ہوں گی۔" حمید ...ی لے کر بولا۔

"میری نیند غائب ہوگئی ہے۔"

"کیوں......؟"

"سخت الجھن میں ہوں۔"

"کچھ بتاؤ بھی تو...... اررر نہیں کچھ نہیں۔ پہلے میں جی بھر کر سو لوں اس کے بعد بتانا۔"

"تمہارا بھی جواب نہیں ہے۔"

"گڈ بائی......!" کہتا ہوا حمید جوتوں اور پوستین سمیت بستر پر گرا اور اپنے اوپر کمبل تان لیا۔

لڑکی کے علاوہ اُن میں سے اور کوئی بھی آزاد نہیں تھا۔ قاسم نے پچھلی رات چاروں کو ...ھ لیا تھا۔

لیکن ذرا سی غفلت کی بناء پر بوڑھا نہ صرف نکل گیا تھا بلکہ ہیلی کوپٹر بھی لے گیا تھا۔

اُن چاروں کو قابو میں کر لینے کے بعد وہ عمارت میں داخل ہوا تھا۔ لڑکی دم بخود تھی۔ ...ب عمارت میں بوڑھا نہ ملا تو فریدی نے اس کے متعلق لڑکی سے سوال کیا۔ لیکن لڑکی نے ...نی ظاہر کی۔

پھر جلد ہی فریدی کو اپنی غلطی کا احساس ہوگیا۔ کیونکہ جب دوسری بار اس نے عمارت سے باہر قدم نکالا تو ہیلی کوپٹر غائب تھا۔

دفعتاً اُسے خیال آیا کہ اب ان غیر ملکیوں سے شائد ہی کچھ اگلوایا جا سکے۔ کیونکہ یہاں ...ن کا قیام کسی ظاہری حیلے کے بغیر نہ ہوا ہوگا۔ ہیلی کوپٹر اُن کے خلاف ایک عمدہ ثبوت ہوتا۔

صبح ہو رہی تھی۔ وہ پھر عمارت میں واپس آ گیا۔ چاروں غیر ملکی فرش پر پڑے تھے۔ قاسم نے اُن کے ہاتھ پیر بڑی مضبوطی سے باندھے تھے۔

"یہ آخر کیا ہے؟" لڑکی فریدی سے نظر ملائے بغیر بولی۔ "میرے ساتھیوں سے کا برتاؤ کرنے والے تم کون ہو۔"

"کیا تمہارے سیکریٹری نے کچھ نہیں بتایا۔"

"سیکریٹرا..... جناب عالی۔" قاسم نے اُسے ٹوکا۔

"تم سے جواب طلب کیا جائے گا۔" لڑکی بولی۔

"کون جواب طلب کرے گا۔"

"حکومت..... یہ لوگ ایک غیر ملکی امداد کے تحت یہاں جیالوجیکل سروے کر رہے ہیں۔"

"کر رہے ہوں گے۔" فریدی نے لاپروائی سے کہا۔

"تم آخر ہو کون؟"

"جادوگر..... جس سے جس وقت جو کام چاہوں لے لوں۔ اب یہی دیکھ لو۔ سیکریٹری بے چوں و چرا میرے احکام کی تعمیل کر رہا ہے۔"

"یہ کون ہے۔" دفعتاً وہ قہر آلود انداز میں قاسم کی طرف مڑا۔

"یہ..... یہ..... ایک بہت بڑے وہ ہیں۔"

"کیا ہیں.....؟"

فریدی نے قاسم کو گھور کر دیکھا اور وہ گڑبڑا کر بولا۔ "وہ ہیں..... وہ..... یعنی کہ لونڈیوں کے چکر میں ہوتے ہیں انہیں سمجھاتے بجھاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔"

"کیا بکواس ہے۔" لڑکی جھلا کر چیخی۔

"الاقسم ٹھیک کہہ رہا ہوں۔"

فریدی مسکرایا تھا اور قاسم کی طرف دیکھ کر سر کو جنبش دی تھی۔

"یقین کیجیے محترمہ۔" قاسم کھس سے ہنس کر بولا۔ "میرے والد صاحب بھی ان سے ڈرتے ہیں۔"

"تم کیا بکے جا رہے ہو۔"

"ٹھیک بک رہا ہوں..... خوا تے بڑے ہو گئے۔ لیکن آج تک لونڈیوں کے چکر میں ہی پڑے..... الاقسم.....!"

"لڑکی اب تم مجھ سے بات کرو۔ تمہارا باپ کہاں ہے۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

"میں نہیں جانتی۔"

"ہیلی کوپٹر کون لے گیا۔"

"یہ ان لوگوں سے پوچھو۔" اُس نے غیر ملکیوں کی طرف اشارہ کیا۔

"مجھے بھوخ لگ رہی ہے..... ٹھینگے پر ہے سب کچھ۔ ان کے باپ ہی تو کھانا پکایا کرتے تھے..... اب قیا ہوغا۔" قاسم بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"تم بکواس بند نہیں کرو گے۔"

"نہیں..... مجھے بھوخا تھوڑی مرنا ہے..... واہ بھی..... اب وہ غائب ہو گئے تو ناشتہ بھی غائب..... نہیں قرتا ایسی نوکری دو کری۔"

"سوال تو یہ ہے کہ تمہیں نوکری کی ضرورت کیوں پیش آئی۔"

"سنک جاتا ہوں قبھی قبھی۔"

"قاسم اپنی زبان بند رکھو۔ میں تمہیں پکا کر کھلاؤں گی۔"

"جندہ باد۔" قاسم خوش ہو کر بولا۔ پھر سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے خاکسارانہ انداز میں کہنے لگا۔ "میں تو آپ کا خادم ہوں۔ گلام ہوں۔"

"کیا مجھے کچن جانے کی اجازت ہے؟" لڑکی نے فریدی سے پوچھا۔

"ہے ہے..... بلقل ہے۔" قاسم بول پڑا۔

"لیکن یاد رہے.....!" فریدی اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"یاد رہے غا.....!" قاسم نے بُرا سا منہ بنا کر جلے بھنے لہجے میں کہا۔

وہ دونوں وہاں سے چلے گئے اور اب فریدی اُن چاروں کی طرف متوجہ ہوا۔ ایک کو مخاطب کر کے بولا۔ "کرنل فریدی کے ساتھیوں میں سے جو بیہوش آدمی موٹیل سے اٹھوایا گیا تھا اب کہاں ہے۔"

"ہم میں سے کوئی بھی اس قسم کے معاملات کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ ہم تو

صرف جیالوجیکل سروے کر رہے ہیں۔ ہمارے کاغذات ہمارے پاس موجود ہیں۔"

"وہ ہیلی کوپٹر یہاں کس طرح لایا گیا۔"

"کون سا ہیلی کوپٹر....؟" سوال کرنے کے انداز میں بڑی معصومیت تھی۔

"اوہ.....اچھا.....!" فریدی مسکرایا۔

"ہمیں آخر کیوں یہاں اس طرح روکا گیا ہے۔"

"تمہاری دانست میں کیا وجہ ہو سکتی ہے۔"

"ہم کیا جانیں؟"

"بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔" فریدی نے کہا اور انہیں وہیں چھوڑ کر کچن کی طرف بڑا۔ پچھلی رات ہی کو اُس نے بلیک فورس کے اس ممبر سے رابطہ قائم کر لیا تھا جو اُس کی ہدایات کے مطابق سمن آباد میں اُس کے احکامات کا منتظر تھا۔

اور اب اس وقت وہ مطمئن تھا کہ ان چاروں قیدیوں کی نگرانی اس کی عدم موجودگی میں بھی ہو سکے گی۔ بلیک فورس کے کئی ممبر باہر عمارت کے آس پاس ہی موجود تھے۔

وہ کچن کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ اندر سے ان دونوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔

قاسم کہہ رہا تھا۔ "یقین کیجئے محترمہ۔ میں نہیں جانتا وہ قون ہے۔ مجھے تو بس! معلوم ہوا تھا جیسے میرا باپ بول رہا ہو.....اور مجھے شکل بھی اپنے باپ ہی کی دکھائی تھی.....ورنہ میں اتنا پاگل نہیں تھا کہ اُن بیچاروں کو باندھ دیتا۔"

"بکواس کر رہے ہو تم.....!"

"ہوتے ہیں..... پہنچے ہوئے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ میرے پڑوس میں ایک صاحب رہتے تھے.....دن بھر اپنے گھر کی عورتوں کو ڈانٹتے رہتے تھے کہ سر پر ڈوپٹہ ڈالو نہیں سنتی تھیں آخر ایک دن جلال میں آ کر قہہ دیا جہنم میں جاؤ۔ ارے اتنا کہنا تھا کہ کھٹاک سب کی قیمضوں کی آستین گائب ہو گئیں اور غرارے بل باٹم بن گئے..... صاحب انہیں جہنم میں جھونک کر مسجد میں جا بیٹھے اور سال بھر سے وہیں بیٹھے ہوئے ہیں ادھر گھر کی عورتوں پر وہ عذاب کہ خدا کی پناہ.....اب تو بل باٹم بھی نہیں رہے منی اسکرٹ چل رہے ہیں.....آپ خود سوچیے سردیوں میں قیسی سرسراتی رہتی ہوں گی۔

توبہ توبہ.....ہائے ہائے منی اسکرٹ ہائے ہائے۔"

"بکومت.....وہ مکھن کا ڈبہ اٹھاؤ۔"

"یہ لیجیے مکھن قا ڈبہ.....آپ کی سمجھ میں یہ بات قیوں نہیں آتی۔ قیا یہ کرامت نہیں ہے کل تک مرگیاں بیچتا پھرتا تھا اور آج تھانیدار بنا بیٹھا ہے۔"

"میں کہتی ہوں بکواس بند کرو۔ تم نے محض مرغیوں کے لالچ میں یہ حرکت کی ہے۔"

"لیجیے جب آپ بھی یہی قہیں گی تو محلے والے کب چھوڑیں گے۔ اپنے سیکریٹرا کی یہ درگت.....اللہ.....!"

"تم بالکل ناکارہ آدمی ہو۔ خواہ مخواہ اپنی طاقت اور دلیری کا رُعب ڈالنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ اُس آدمی کی ذرا سی گھڑ نے تمہیں حواس باختہ کر دیا۔ ڈوب مرو چلو بھر پانی میں۔"

ٹھیک اسی وقت فریدی کچن میں داخل ہو کر بولا۔ "اُن چاروں کا بھی خیال رکھنا۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ بھوکے مر جائیں۔"

"ہمارے پاس اتنا راشن نہیں ہے۔" لڑکی جھنجھلا کر بولی۔

"میں مرغیوں کا پورا کریٹ اس نیک کام کے لئے وقف کرتا ہوں۔"

"بابا جی مرغیوں کی تعداد دوگنی کر دیجیے.....روحانی جورلغا قر.....!" قاسم آنکھ مار کر بولا۔

"پیٹ میں پہنچ کر دوگنی ہو جائیں گی۔ تم اس کی فکر نہ کرو۔"

"وہ تو ہے ہی.....!"

دفعتاً ایک زوردار دھماکہ ہوا اور پوری عمارت لرز کر رہ گئی۔

فریدی اُس کمرے کی طرف جھپٹا جہاں اُن چاروں کو چھوڑ آیا تھا۔

گہرے دھوئیں کا ایک بڑا سا مرغولہ اس کمرے کے دروازے سے نکل رہا تھا۔

وہ پھر کچن کی طرف پلٹا.....دفعتاً اُس نے قاسم کی "ارے ارے" سنی اور تیزی سے کچن میں داخل ہوا۔

یہاں قاسم تنہا نظر آیا۔ اُس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

"کھڑکی سے باہر کود گئی۔ اب میں قیا کروں.....!"

"میرے ساتھ آؤ۔" فریدی اُس کا ہاتھ پکڑتا ہوا بولا۔

وہ کچن سے نکل آئے۔ کثیف دھوئیں کا بادل اب اُس طرف بڑھ رہا تھا۔

کچن کی کھڑکیوں سے فریدی بھی باہر چھلانگ لگا سکتا تھا۔ لیکن قاسم کیلئے یہ ناممکن

بہر حال فریدی کو ایک بغلی دروازہ توڑنا پڑا تھا۔ توڑنا یوں پڑا تھا کہ وہ مقفل تھا۔

پھر اگر اُس کے اپنے اوسان بجا نہ ہوتے تو وہ قاسم کو بھی لے ڈوبا ہوتا۔

اس دیوار کا اختتام ہی ایک گڑھے کے کنارے ہوا تھا۔ بدحواسی کے عالم میں دروازے سے گزرنے والا اپنے ہاتھ پیر توڑ سکتا تھا۔

فریدی محسوس کر رہا تھا کہ دھواں خطرناک ہے۔ گڑھے کی چوڑائی بھی اتنی تھ چھلانگ لگا کر دوسری طرف پہنچنا محال تھا۔ پھر کیا کیا جائے۔

وہ اب بھی باورچی خانے والی کھڑکی سے چھلانگ لگا کر خود کو بچا سکتا تھا۔

لیکن قاسم......وہ اس کھڑکی سے کسی طرح بھی نہ گذر سکتا۔

دفعتاً دھوئیں کا ریلا ان دونوں پر سے گزر کر کھلے ہوئے دروازے سے باہر نکل

فریدی قاسم کو پیچھے دھکیل لایا۔ اُس نے اپنی سانس روک رکھی تھی۔

پھر قاسم کو سنبھالنا دشوار ہو گیا۔ وہ جھومتا ہوا فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

اور اب قاسم کے لئے رکنا حماقت ہی تھی۔ لہٰذا وہ بدستور سانس روکے ہوئے کچن داخل ہوا اور اس کی کھڑکی سے باہر چھلانگ لگا دی۔

اور یہاں باہر انہیں چاروں میں سے دو آدمی ریوالور تانے کھڑے نظر آئے۔ لڑ کے پیچھے کھڑی تھی۔

فریدی نے اُن چاروں کو غیر مسلح کر دیا تھا اور عمارت کی تلاشی بھی لی تھی۔ پھر ان پاس ریوالور کہاں سے آئے۔

اس نے خاموشی سے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔ لیکن ٹھیک اسی وقت ان دونوں کو لڑکھڑاتے دیکھا۔ ان کے ہاتھوں سے ریوالور بھی گر گئے۔

فریدی بڑی تیزی سے اُن کی طرف جھپٹا تھا اور اُن کے سنبھلنے سے پہلے ہی ریوا کو قبضہ میں لے لیا تھا۔

اب وہ دونوں سر تھامے لڑکھڑا رہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے گرے اور بالکل بے

...ت ہوگئے۔ فریدی نے لڑکی کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"مم......میں......!" وہ ہکلائی۔

"تم نے دیکھ لیا......یہ پھر آسمان سے آئے تھے اور مجھے قطعاً فکر نہیں کہ یہ زندہ رہیں یا مر جائیں گے......کیونکہ ان کے سر پھٹ گئے ہیں۔"

"مم......میں کک......کچھ نہیں جانتی۔"

"میں نے تم سے کچھ پوچھا تو نہیں؟ ویسے اس دھوئیں کا زور کتنی دیر میں ختم ہو سکے گا۔"

"کک کئی منٹ لگیں گے۔"

فریدی اُسے ڈھلان میں اتارتا چلا گیا۔ وہ بے بسی سے اُسکے ساتھ دوڑی جا رہی تھی۔

ڈھلان کے اختتام سے پھر چڑھائی شروع ہو گئی تھی۔

"اب میں اس طرح نہیں دوڑ سکتی۔" لڑکی منمنائی۔

فریدی نے مڑ کر عمارت کی طرف دیکھا۔ لیکن عمارت ابھی اس چٹان کی اوٹ میں تھی ...س سے وہ اُتر کر نیچے آئے تھے۔

اس نے اپنی رفتار کم کر دی۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں سے عمارت صاف نظر آ رہی تھی۔ لیکن خود اُن کے دیکھ لئے جانے کا امکان نہیں رہا تھا۔

"بیٹھ جاؤ" فریدی نے ایک پتھر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

لڑکی بیٹھ کر ہانپنے لگی۔ سانسوں کے اعتدال پر آنے میں کچھ دیر لگی تھی۔

"عمارت میں ہمارے علاوہ اور کون تھا۔" فریدی نے اُس سے پوچھا۔

"کک کوئی نہیں۔"

"پھر دھماکہ کس طرح ہوا تھا۔"

"میں کیا جانوں......میں بھی وہیں تھی جہاں تم تھے۔"

"آخر وہ دونوں آزاد کیونکر ہوئے ہوں گے۔"

"میں کچھ بھی تو نہیں جانتی۔"

"اُن لوگوں سے تمہارا کیا تعلق ہے۔"

"وہ میرے ڈیڈی کے جاننے والوں میں سے ہیں۔"

"تمہارا اُس ٹیم سے کیا تعلق ہے۔"

"وہ لوگ سرکاری طور پر جیالوجیکل سروے کرتے ہیں اور میں اپنے شوق پر وسپلٹنگ کرتی ہوں۔"

"تمہیں ان اطراف میں ابھی تک کچھ ملا بھی یا نہیں۔"

"ایک جگہ زمرد کے ملنے کا امکان ہے۔"

"لیکن یہ شخص قاسم تمہارے ہاتھ کیسے لگا۔"

"تمہیں اس سے کیا سروکار......!"

"بس یونہی......!"

"جب تک کہ مجھے اس پوچھ گچھ کا مقصد نہ معلوم ہو جائے اس کے متعلق بھی گفتگو نہیں کروں گی۔"

"تمہیں شائد علم نہیں ہے کہ تم کن خطرات میں گھری ہوئی ہو۔"

"میں سب کچھ جانتی ہوں...... ڈیڈی کے ان دوستوں کو ایک آدمی کی تلاش حقیقتاً ایک غیر ملکی ایجنٹ ہے اور ان کے کاموں میں خلل انداز ہونا چاہتا ہے۔"

"خوب...... یہ بڑے کام کی اطلاع ہے۔"

"ہمارا فرض ہے کہ انہیں اس کی تلاش میں مدد دیں۔ وہ لوگ یہاں ہمارے لئے مفاد میں کام کر رہے ہیں۔"

"لیکن وہ آدمی کون ہے۔"

"بظاہر ایک سرکاری افسر لیکن حقیقت میں مخالف کیمپ کا ایک ایجنٹ۔"

"تو تمہارا خیال ہے کہ وہ نامعقول آدمی میں ہی ہوں۔"

"یقیناً ہو...... کیونکہ تم ہیلی کوپٹر میں چوروں کی طرح چھپ گئے تھے۔"

"کیا یہ لوگ اس ہیلی کوپٹر کو علانیہ استعمال کرتے ہیں۔"

"مجھے تفصیلات کا علم نہیں۔"

فریدی کی آنکھیں اس عمارت کی جانب بھی نگراں رہی تھیں۔ یہاں سے دونوں بیہوش آدمی بھی صاف نظر آ رہے تھے جن کے سروں پر کچھ دیر پہلے بلیک فورس کے

کے پھینکے ہوئے پتھر لگے تھے۔

فریدی انہیں پہلے ہی آگاہ کر چکا تھا کہ وہ انہیں اُس عمارت میں کس حلئے میں ملے گا۔ وہ بقیہ دو آدمیوں کے بارے میں سوچنے لگا۔ اُن کا کہیں پتہ نہ تھا۔ پھر اُسے قاسم کا خیال آیا اور ٹھیک اسی وقت قاسم دکھائی دیا۔ وہ ان دونوں بیہوش آدمیوں کے قریب آ کھڑا ہوا تھا۔ اس کے عقب میں ایک آدمی اور بھی آتا دکھائی دیا۔

لڑکی ایک بڑے پتھر کی اوٹ میں تھی اس لئے عمارت یا اُس کے اطراف پر اُس کی نظر نہیں پڑ سکتی تھی۔ فریدی نے اُس آدمی کو پہچان لیا جو قاسم کے پیچھے آتا دکھائی دیا تھا۔ وہ تو اس لڑکی کا باپ تھا۔ لیکن اب تک وہ کہاں رہا تھا۔ فریدی کا خیال تھا کہ پچھلی رات وہی اس ہیلی کوپٹر کو وہاں سے ہٹا لے گیا ہوگا۔ کیونکہ عمارت میں وہ نہیں ملا تھا۔

دفعتاً فریدی نے مڑ کر لڑکی سے پوچھا۔ "کیا اس عمارت میں کوئی تہہ خانہ بھی ہے۔"

"پتہ نہیں! میں کچھ نہیں جانتی۔"

فریدی پھر عمارت کی طرف متوجہ ہو گیا۔ قاسم جھک کر بیہوش آدمی کو اٹھا رہا تھا۔ اُسے اٹھا کر وہ عمارت کے اندر لے گیا۔ بوڑھا وہیں کھڑا رہا۔ قاسم پھر واپس آیا اور دوسرے کو بھی اٹھانے لگا۔ دوسری بار بوڑھا بھی اسی کے پیچھے پیچھے عمارت میں داخل ہو گیا تھا۔

فریدی لڑکی کی طرف مڑا...... وہ اسے بغور دیکھے جا رہی تھی لیکن اس سے نظر ملتے ہی آنکھیں چرانے لگی۔

"میں کئی کئی دن بھوکا رہ سکتا ہوں۔" فریدی بولا۔ "لیکن پتہ نہیں تم میرا ساتھ دے سکو یا نہیں۔"

"کیا مطلب......؟"

"میں تمہیں ایک ایسی جگہ لے جانا چاہتا ہوں جہاں ہیرے ملتے ہیں۔"

"نہیں...... یہ ناممکن ہے۔ میں یہاں سے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھاؤں گی۔ تم مجھے مجبور نہیں کر سکتے۔"

فریدی کسی بھونڈے آدمی کی طرح ہنسنے لگا تھا۔

"تم مجھے بے بس نہ سمجھنا۔"

''خوف نہ کھاؤ...... میں اُسی آدمی کا اسسٹنٹ ہوں جسے تم لوگ پکڑنا چاہتے ہو۔''

''یعنی...... یعنی کہ کیپٹن حمید۔'' وہ چونک کر بولی۔

فریدی خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔

''لیکن تمہاری شکل کیپٹن حمید سے نہیں ملتی۔''

''میں میک اپ میں ہوں۔''

''اوہ...... تو اب میں سمجھی...... اس لئے اُس موٹے نے تمہارا کہنا مان لیا تھا۔''

''ہاں...... اُس نے میری آواز پہچانی اور وہی کرتا رہا جو میں نے کہا۔''

''اُسے خدشہ تھا کہ تم کہیں نہ کہیں ضرور ٹپک پڑو گے۔'' لڑکی بولی۔ اب اُس کے چہرے پر بڑی طمانیت نظر آ رہی تھی۔

''لیکن اس بار اس ایکٹیویٹی کی نوعیت وہ نہیں ہے جو عموماً ہوا کرتی ہے۔''

''میں نہیں سمجھی۔''

''میں صرف اُسے چھیڑنے کے لئے اس کے پیچھے نہیں لگا۔''

لڑکی کچھ نہ بولی۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر اُس نے کہا۔ ''کیپٹن حمید۔ کیا ہے کہ تم لوگ مخالف کیمپ کے ایجنٹ بن گئے ہو۔ لہٰذا نہیں چاہتے کہ یہ غیر ملکی یہاں تلاش جاری رکھ سکیں۔''

''اچھی لڑکی تمہیں کس نے بہکایا ہے۔''

''مجھے یہ بات ڈیڈی نے بتائی ہے اور میں انہیں ایک محب وطن شہری سمجھتی ہوں۔''

''تو پھر تمہارے ڈیڈی کو بھی کسی نے بہکایا ہوگا۔''

''میرے ڈیڈی کو ملک کی ترقی سے بڑی دلچسپی ہے۔''

''بہت اچھی بات ہے۔ لیکن ہمارے متعلق ان کی معلومات درست نہیں۔''

''تم مجھے الجھن میں ڈال رہے ہو کیپٹن!''

''میں اور میرا چیف غیر معروف نہیں۔ ہم نے سینکڑوں بار ملک و قوم کے لئے بازی لگائی ہے۔''

''اچھے اچھے بک رہے ہیں اس دور میں۔''

''لیکن ہمیں ابھی تک کوئی نہیں خرید سکا اچھی لڑکی۔''

''کیسے یقین کر لیا جائے۔''

''وقت ہی بتائے گا۔'' فریدی نے کہا اور چند لمحے خاموش رہ کر بولا۔ ''قاسم کیسے ہاتھ آیا تھا۔''

''ہمیں اس کے لئے بڑی محنت کرنی پڑی تھی۔'' لڑکی مسکرا کر بولی۔

''میں سننا چاہتا ہوں۔''

''مجھے بھوک لگ رہی ہے۔''

''میں تمہارے لئے کچھ مہیا کروں گا۔''

''کہاں سے کرو گے۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ پھر عمارت کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ لیکن وہاں کوئی خاص بات نظر نہ آئی۔

فریدی نے ٹرانسمیٹر نکالا اور اُس کا سوئچ آن کر کے آہستہ آہستہ بولا۔ ''ہیلو بلیک...... ہو بلیک...... اٹ از ہارڈ اسٹون...... کافی اینڈ سینڈوچز فار ٹو...... جسٹ اپوزٹ آف دی اسپاٹ۔''

ٹرانسمیٹر کا سوئچ آف کر کے اُسے جیب میں ڈالتا ہوا لڑکی کی طرف مڑا۔ وہ اُسے بغور دیکھ رہی تھی۔

''تم کس سے باتیں کر رہے تھے۔'' اُس نے پوچھا۔

''میں تنہا تو نہیں ہوں۔''

''میں نے کہا تھا کہ اب مجھ سے بھوک کی سہار نہیں ہو رہی۔''

''زیادہ دیر نہیں لگے گی...... فکر نہ کرو لیکن میں تمہاری غلط فہمی بھی دور کرنا چاہتا ہوں۔''

''کیسی غلط فہمی۔''

''یہی کہ ہم لوگ غیر ملکی طاقت کے لئے کام کر رہے ہیں۔''

''کس طرح دور کرو گے۔''

''مجھے ڈر ہے کہ کہیں اب وہ لوگ تمہارے باپ کو بے مصرف سمجھ کر مار نہ ڈالیں۔ تم لوگوں کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتیں۔''

"نہیں......!" لڑکی بوکھلا کر کھڑی ہوگئی۔

"یقین کرو اچھی لڑکی...... بے مصرف لوگوں کو وہ زندہ نہیں چھوڑتے۔ میں بھی بہت کچھ بتا سکتا ہوں۔ لیکن پہلے مجھے ان تعلقات کی نوعیت کا علم ہونا چاہئے جو تمہارے درمیان ہیں۔"

لڑکی خاموشی سے اُسے دیکھتی رہی۔ اُس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔

تھوڑی دیر بعد اُس نے کہا۔ "میری معلومات کا واحد ذریعہ میرے ڈیڈی ہیں۔ انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ کچھ غیر ملکی بعض معدنیات کی تلاش میں ہماری مدد کرنے کے لئے آئے تھے۔ لیکن کچھ سرکاری افسر جو دراصل دوسرے کیمپ کے ایجنٹ ہیں اُن کے کام میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کررہے ہیں لہٰذا ان افسروں کو کچھ دنوں کے لئے راستے سے ہٹا دیا جائے تو کامیابی جلد ہوگی۔ انہوں نے اس سلسلے میں تم دونوں کے نام لئے تھے۔"

"کہتی رہو" فریدی بولا "میں پوری طرح متوجہ ہوں۔"

"انہوں نے یہ بھی بتایا تھا کہ دارالحکومت ہی میں رہ کر تم دونوں پر ہاتھ نہیں ڈالا جاسکتا۔ لہٰذا تمہیں ان اطراف میں آنے پر مجبور کیا جائے۔ قاسم اسی سلسلے کی ایک کڑی تھا۔ میرے ڈیڈی کا خیال تھا کہ اگر کسی طرح قاسم کو الجھا کر ادھر لایا جائے تو تم ضرور تعاقب کرو گے کیونکہ تم اسے کسی لڑکی کے ساتھ دیکھ کر نچلے نہیں بیٹھ سکتے۔"

"ہوں...... اکثر ایسا ہوا ہے...... تفریحاً......!"

"اُس نے مجھے تمہاری بہتیری کہانیاں سنائی ہیں۔" لڑکی مسکرا کر بولی۔ "ہم اسی فکر میں تھے کہ اسے کسی طرح الجھایا جائے کہ ایک دن آرلکچو میں اس کی گفتگو سننے کا اتفاق ہوا۔ وہ اپنے ایک ملنے والے سے اپنے باپ کا دکھڑا رو رہا تھا۔ اُس سے کہہ رہا تھا کہ اب وہ خود اپنے پیروں پر کھڑا ہونا چاہتا ہے۔ اُسے کہیں کوئی ملازمت مل جاتی تو وہ باپ کے جھگڑوں سے بچ جاتا۔ میں نے اور ڈیڈی نے فوری طور پر فیصلہ کیا کہ اسے اسی طرح سے الجھایا جائے۔ لہٰذا جب وہ کھانا ختم کرکے اٹھا تو ہم اُس کے پیچھے لگ گئے۔ ڈیڈی نے اُس سے پوچھا تھا کیا وہ اتنا ہی طاقتور ہے جتنا لمبا چوڑا نظر آتا ہے۔ اس پر اُس نے بہت سے کارنامے بیان کئے تھے۔ میں بھی ڈیڈی کے ساتھ ہی تھی۔ لہٰذا وہ بڑے

فخر کے ساتھ باتیں کررہا تھا۔ آخر ڈیڈی نے اس سے کہا تھا کہ ہمیں ایک ایسے ہی طاقتور آدمی کی ضرورت ہے، جو بڑے بڑے پتھروں کو اُن کی جگہ سے ہٹا سکے۔ ہم نے اُسے اپنے کام سے آگاہ کرتے ہوئے معقول رقم کا آفر دیا تھا۔"

دفعتاً فریدی نے اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور مڑ کر اوپر دیکھنے لگا۔ اس نے کسی قسم کی آہٹ سنی تھی۔ چٹان کے اوپر سے ایک باسکٹ سرکتی ہوئی نیچے چلی آرہی تھی اور یہ باسکٹ کسی ڈور سے بندھی ہوئی تھی۔

فریدی نے پیچھے ہٹ کر اُسے ہاتھوں پر روکا اور اُسے ڈور سے الگ کرکے ایک طرف رکھتے ہوئے لڑکی سے کہا۔ "لو ناشتہ آگیا۔"

ڈور پھر اوپر کھینچ لی گئی۔

باسکٹ میں سینڈوچز تھے اور کافی کا تھرماس...... لڑکی متحیرانہ انداز میں اسے گھورتی رہی۔

"چلو...... کھاؤ......!" فریدی باسکٹ اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔"

"کھاؤ بھی...... اور کیا کرو گی۔"

خود اس نے بھی ایک سینڈوچ اٹھایا تھا اور کھانے لگا تھا۔ لڑکی بھی کھا رہی تھی لیکن اس کے چہرے پر الجھن کے آثار پہلے سے بھی زیادہ واضح نظر آنے لگے تھے۔

فریدی اب بھی عمارت کی طرف نگراں تھا۔

"تم بھی تو کافی پیو" اس نے کچھ دیر بعد لڑکی کو کہتے سنا۔

"ہاں...... پی لوں گا...... کیا تم پی چکیں۔"

"میں پی چکی...... بہت بہت شکریہ۔"

"اب تم جاسکتی ہو۔"

"کیا مطلب......؟" لڑکی بیساختہ چونک کر اُسے گھورنے لگی۔

"بس میں اتنا ہی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ تم لوگوں کی کیا پوزیشن ہے۔"

"یعنی کہ بالکل...... مطلب یہ کہ چلی ہی جاؤں۔"

"ہاں...... خدشہ ہے کہ کہیں وہ تمہارے ڈیڈی کو سچ مچ ختم نہ کردیں۔"

"نہیں.....نہیں۔"

"لیکن ایک بات یاد رکھو اگر قاسم کو گزند پہنچا تو میں بہت بھیانک ہو جاؤں گا۔ غیر ملکیوں سے کہہ دینا کہ میں تنہا نہیں ہوں۔ اُن میں سے ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ خاموشی سے اُسے دیکھتی رہی۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔" لڑکی تھوڑی دیر بعد بولی۔

"کیا سمجھ میں نہیں آتا۔"

"اگر اب میں اس طرح چلی جاؤں تو...... یقیناً وہ ہمارے خلاف شبہات پر ہو جائیں گے۔"

"ذہین بھی ہو۔" فریدی مسکرایا۔

"لیکن یقین کرو کہ ہم نے یہ سب کچھ حب الوطنی ہی کے تحت کیا ہے۔"

"مجھے یقین ہے...... ممکن ہے تمہیں غلط فہمی ہوئی ہو۔"

"اب میں سوچتی ہوں کہ یقیناً وہ غلط فہمی ہی ہوسکتی ہے۔ اگر تم نے ملک سے غدا ہوتی تو تنہا ہوتے۔ اپنے ساتھ کچھ اور ماتحتوں کو بھی رکھنے کی جرأت نہ کرسکتے۔"

"خیر شکر ہے...... تم خود دلیل بھی لے آئیں...... میں کسی طرح بھی تمہاری بد دور نہ کرسکتا۔ خیر اب یہ بتاؤ کبھی یہ ہیلی کوپٹر دن میں بھی اس طرف آیا ہے۔"

"کبھی نہیں...... ہمیشہ رات میں آتا ہے اور ہم رات ایک مخصوص وقت پر عمارت کی کھڑکیاں روشن رکھتے ہیں۔ اُسے آنا ہو یا نہ آنا ہو۔"

"یہ ہیلی کوپٹر چوری سے ملک میں لایا گیا ہے۔ اس قسم کے ہیلی کوپٹر کا وجود کاغذ نہیں ہے۔"

"میں تو یہی جانتی ہوں کہ وہ اپنی ٹیکنیکل ضروریات کا سارا سامان ساتھ لائے وہ سامان جدید ترین ہے۔"

"خیر ختم کرو...... مجھے تمہارے ڈیڈی سے متعلق تشویش پیدا ہوگئی ہے۔"

لڑکی تھوڑی دیر تک خاموش رہی پھر بولی۔ "تم نے مجھ سے عمارت میں تہہ متعلق سوال کیا تھا۔"

فریدی نے سر کو اثباتی جنبش دی اور بغور اُسے دیکھتا رہا۔

"عمارت میں تہہ خانہ موجود ہے اور مجھے اس کا علم پرسوں رات کو ہوا۔ وہ اپنے کسی بیہوش ساتھی کو لائے تھے جسے کچھ دیر تہہ خانے میں رکھا گیا تھا۔"

"بیہوش ساتھی...... کیا وہ کوئی غیر ملکی تھا......؟"

"نہیں وہ مقامی ہی تھا۔" لڑکی نے کہا اور پھر فریدی کے استفسار پر اُس نے اُس کا جو حلیہ بتایا وہ واجد ہی کا ہوسکتا تھا۔

"وہ بیہوش آدمی اب کہاں ہے۔"

"رات گئے ہیلی کوپٹر آیا تھا اور وہ اُسے وہاں سے لے گئے تھے۔"

"کہاں لے گئے تھے۔"

"مجھے اس کا علم نہیں...... پوری پوری ایمانداری سے کہہ رہی ہوں۔"

فریدی خاموش ہوگیا۔

"تمہیں اس عمارت میں واپس جانا ہی چاہئے۔ لیکن اس طرح جاؤ گی جیسے مجھے دھوکا دے کر نکل بھاگی ہو۔ تمہارے عقب میں فائر بھی کروں گا لیکن تم خائف نہ ہونا۔"

"نہیں......!"

"تمہارے ڈیڈی کی بھلائی اسی میں ہے...... لیکن تم نے ابھی تک اپنا نام نہیں بتایا۔"

"رافعہ ابدالی...... میرے ڈیڈی کا نام شائد تم نے سنا ہو...... وہ ایسے غیر معروف آدمی نہیں...... پروفیسر ابدالی...... حارث ابدالی۔"

"اوہو...... سابق صدر شعبہ ارضیات۔"

"ہاں وہی......!"

"وہ تو بہت اچھے آدمی ہیں۔ یونیورسٹی کی بڑی ہستیوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ شعبہ ارضیات کی طرف سے ہر سال جو سیمینار ہوتا ہے وہ انہیں کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔"

"تم تو پوری واقفیت رکھتے ہو۔"

"اور اب میں واقعی متحیر ہوں کہ اس پائے کا آدمی اُن کے دام میں کس طرح آگیا۔"

"تم نے مجھے اُلجھن میں ڈال دیا ہے۔"

”اگر تم چاہتی ہو کہ حالات بدتر نہ ہوں تو میرے مشورے پر عمل کرو.....اور دیکھو.....قاسم کو یہ نہ معلوم ہونے پائے کہ میں نے اپنے متعلق تم سے کس قسم کی گفتگو کی ہے“

”بہت اچھا.....مگر مجھے اُس پر رحم آتا ہے۔“

فریدی نے پھر عمارت کی طرف دیکھا۔ وہاں پہلے ہی کی سی ویرانی نظر آئی۔ لڑکی کے مشورے پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوگئی تھی۔

جب وہ ڈھلان سے اتر کر عمارت والی چٹان پر چڑھ رہی تھی فریدی نے اپنے ساتھیوں کو ٹرانسمیٹر کے ذریعے مطلع کیا کہ وہ فائروں کی آواز سن کر اپنی کمین گاہوں سے نہ نکلیں۔

اور پھر جب وہ اوپر پہنچ کر عمارت کی طرف دوڑنے لگی تو فریدی نے پے درپے کئی فائر کیے۔ ایک بار تو اُس نے لڑکی کو گرتے بھی دیکھا وہ دوبارہ اٹھی.....اور دوڑتی ہوئی عمارت کے اگلے حصے کی طرف چلی گئی۔

تابوت کا قیدی

حمید زیادہ دیر تک نہیں سو سکا تھا.....ریما نے اُسے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر جگا دیا۔

”کیا مصیبت ہے۔“ وہ بھنا کر اٹھ بیٹھا۔

”تمہاری ناک سیدھی ہوگئی ہے۔ اُسے فوراً ٹیڑھی کرلو.....ابھی میں نے محسوس کیا جیسے کوئی قفل کے سوراخ سے جھانک رہا ہو۔“

حمید نے تکیے کے نیچے سے اسپرنگ نکال کر نتھوں میں فٹ کر لئے۔

”مجھے نہیں یاد پڑتا کہ اس صورت میں تم کس دیوتا سے مشابہ نظر آتے ہو۔“ شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

”یم دوت نظر آتا ہوں.....دیوتا نہیں.....اب مجھے سونے دو۔ ورنہ روح قبض کرلوں گا!“

”میں نے سنا تھا کہ تم بہت زندہ دل آدمی ہو۔“

”نیند پوری کر لینے کے بعد۔“

”میں تو اب نہیں سونے دوں گی۔ ذرا سنجیدگی اختیار کرو۔ بہت سی باتیں کرنی ہیں۔“

”اچھا میں سنجیدہ ہوں.....کرو باتیں۔“

”میں خود ہی ڈیپارٹمینٹل اسٹور سے سامان خرید لاتی ہوں۔“

”تمہارے پاس پیسے کہاں سے آئے۔“

”تمہاری جیب سے پرس نکال لیا تھا۔“

”خوب.....!“ حمید اُسے تیکھی نظروں سے دیکھتا ہوا پھر بولا۔ ”تم نے مجھ سے سنجیدہ ہوجانے کو کہا تھا۔“

”ہاں.....آں.....میں ایک دشواری میں پڑ گئی ہوں۔“

”کہو جلدی سے.....میں ابھی اور سونا چاہتا ہوں۔“

”ہم نے رینجرز سے بچنے کے لئے میک اپ کیا تھا لیکن اب میں سوچتی ہوں کہیں میرے ہی آدمی مجھ سے بدگمان نہ ہو جائیں۔“

”یہاں کون ہے تمہارا آدمی۔“

”وہی لوگ جنہیں تم نے شبہے کی نظر سے دیکھا تھا۔“

”وہ لحیم شحیم عورت۔“

”کئی لوگ ہیں۔“

”میں صرف اُس عورت کے متعلق جاننا چاہتا ہوں۔ وہ پارٹی کی لیڈر معلوم ہوتی تھی۔ کاؤنٹر کلرک سے اُسی نے گفتگو کی تھی۔“

”بس وہ ایک عورت ہے۔“

”تم کہنا کیا چاہتی ہو۔“

”اُن کی نظر بچا کر ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہئے۔ میں نہیں چاہتی کہ اس میک اپ میں پہچانی جاؤں۔“

”کیا فرق پڑے گا اس سے.....بعض اوقات تمہاری باتیں بالکل سمجھ میں نہیں آتیں۔ ظاہر ہے کہ تم مجھے اپنے طور پر گھیر رہی ہو۔ لہٰذا اُس کیلئے کوئی طریقہ اختیار کرسکتی ہو۔“

"یہ تو ٹھیک ہے.......مگر.......!"

"ریما پلیز.......جو کچھ کہنا چاہتی ہو جلدی سے کہہ ڈالو۔"

"یہ بھی تو ممکن ہے کہ میں خود ہی تمہارے دام میں آ گئی ہوں۔ وہ لوگ یہ بھی سکتے ہیں۔"

"چلو سوچا انہوں نے.......تو پھر.......!"

"وہ خود مجھ پر کڑی نظر رکھیں گے اور میں کچھ نہ کرسکوں گی۔ میرے سینے میں اُن کے خلاف نفرت کا لاوا اُبل رہا ہے۔ انہوں نے میرے اپاہج باپ کو بڑی بیدردی سے مار ڈالا"

"اپاہج باپ کو۔"

"یقین کرو.......وہ پیروں سے معذور تھا۔ جان بچانے کیلئے بھاگ بھی نہیں سکتا تھا"

"آخر اُس سے قصور کیا ہوا تھا۔"

"وہ جوانی میں اس تنظیم کا ایک سرگرم رکن تھا۔ ایک حادثے میں اُس کی ریڑھ کی متاثر ہوئی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں ٹانگیں مفلوج ہو کر رہ گئیں۔ انہوں نے سوچا کہ وہ کسی مرحلے پر ان کا راز ظاہر نہ کر دے۔ ویسے بھی وہ ان کے لئے بیکار ہو چکا تھا لہٰذا انہوں نے اُسے مار ڈالا۔ بالکل اُسی طرح جیسے ریس کے وہ گھوڑے ہلاک کر دیئے جاتے ہیں جن کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہو۔"

"افسوس ہوا سن کر۔" حمید بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"افسوس نہ کرو.......بس اٹھ چلو.......میں نہیں چاہتی کہ کرنل فریدی کی گرفتاری کا تم بنو۔"

حمید نے اُس کے مشورے پر عمل کرنے ہی میں وقتی مصلحت دیکھی اور سفر جاری پر تیار ہو گیا۔

ریما غسل خانے میں لباس تبدیل کرنے چلی گئی تھی۔

کاؤنٹر پر انہوں نے موٹیل کے واجبات ادا کئے۔ باہر نکل کر اپنی گاڑی کی طرف ہی رہے تھے کہ حمید کے پیروں کے قریب کسی چھوٹی سی وزنی چیز نے گر کر آواز پیدا کی۔ وہ چلتے چلتے رک گیا۔ لیکن ریما نے اس سے پہلے ہی جھک کر اُسے اٹھا لیا۔

چھوٹا سا مستطیل ٹکڑا تھا۔

وہ آہستہ سے بڑبڑائی۔ "پھر پلٹ چلو موٹیل کی طرف.......ہم کچھ دیر ڈائننگ ہال میں ور کافی پئیں گے۔" پھر اونچی آواز میں بولی۔ "چلنے سے پہلے ہم ایک ایک کپ کافی کا وں نہ پی لیں۔"

"یہ کیا ہے؟" حمید نے بھی اونچی آواز میں کہتے ہوئے پیتل کا ٹکڑا اُسکے ہاتھ سے لے لیا۔

"پتہ نہیں۔" ریما کے لہجے میں لاپرواہی تھی۔

وہ پھر عمارت کی طرف مڑ گئی۔ حمید سوٹ کیس جھلاتا ہوا اس کے پیچھے چل رہا تھا۔

کاؤنٹر کلرک سے کافی کے لئے کہہ کر وہ ایک میز کے گرد جا بیٹھے۔

ریما آہستہ آہستہ کہہ رہی تھی۔ "وہی ہوا جس کا خدشہ تھا۔ انہوں نے ہمیں پہچان لیا۔ اس پیتل کے ٹکڑے کا مطلب ہے کہ میں کچھ دیر کے لئے سفر ملتوی کر دوں۔"

حمید نے قہقہہ لگایا۔ اس طرح ہنستا رہا جیسے ریما نے کوئی خوبصورت سا لطیفہ سنایا ہو۔

وہ ریما بھی ہنسنے لگی تھی۔ پھر اُس نے کہا تھا۔ "بلا کے اداکار ہو۔"

"اسی کی روٹی کھاتا ہوں۔" حمید آہستہ سے بولا۔

اس پر ریما نے بھی اسی طرح قہقہہ لگایا تھا جیسے حمید نے کوئی بڑی دلچسپی بات کہی ہو۔

"تم اگر پچاس سال کے ہوتے تو میں تم سے شادی کی درخواست کرتی۔"

"میں ستر سال کے میک اپ پر بھی قادر ہوں۔"

"آخر تم نے اب تک شادی کیوں نہیں کی۔"

"اب سوچ رہا ہوں۔"

اتنے میں کافی آ گئی لیکن اُن لوگوں میں سے کوئی بھی نہ دکھائی دیا جن پر اُسے ریما کے تعاقب میں ہونے کا شبہ ہوا تھا۔

"آخر وہ تمہیں کیوں باز رکھنا چاہتے ہیں سفر سے۔" اس نے آہستہ سے پوچھا۔

"میں نہیں جانتی.......مجھے تو ہر حال میں آدھے گھنٹے تک یہاں بیٹھنا ہے۔"

"بیٹھو.......!" حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا اور پیالیوں میں شکر ڈالنے لگا۔

فریدی نے پوزیشن بدل لی تھی اور اب دوسری جگہ سے عمارت کی نگرانی کر رہا
اُس نے رافعہ کو دیکھا وہ بے تحاشہ پھر اسی کی جانب دوڑی آ رہی تھی۔

فریدی جہاں تھا وہیں دبک گیا۔ وہ ڈھلان سے نیچے اُتر رہی تھی۔ پھر اُو
چڑھنے لگی جس کے ایک حصے میں فریدی تھا۔

وہ اُس جگہ پہنچ کر اُسے آوازیں دینے لگی جہاں کچھ دیر پہلے وہ اس کے ساتھ
فریدی نے محسوس کیا کہ وہ بہت زیادہ پریشان ہے۔ آواز میں رو دینے کی
تھی۔ وہ آہستہ آہستہ اُس تک جا پہنچا۔

''کیپٹن......!'' وہ چیخ مار کر اُس کی طرف جھپٹی اور اس کے بازوؤں میں جھول
بیہوش ہو گئی تھی۔ فریدی نے آہستگی اُسے ایک طرف لٹا دیا۔

دوبارہ ہوش آنے میں تین یا چار منٹ لگے تھے۔ ہوش آتے ہی اس نے بلک
رونا شروع کر دیا۔ کسی ننھی سی بچی کی طرح روئے جا رہی تھی۔

''تم ٹھیک کہہ رہے تھے......انہوں نے ڈیڈی کو مار ڈالا'' وہ بدقت کہہ سکی۔

''کیسے؟ وہاں کون ہے......؟''

''کوئی بھی نہیں......بس لاش......!''

''قاسم......!''

''وہ بھی نہیں ہے۔ کوئی بھی نہیں ہے۔''

''کیا انہیں علم ہے کہ تم تہہ خانے کے راز سے واقف ہو۔''

''اُس دن جو لوگ بیہوش آدمی کو لائے تھے میرے لئے بالکل اجنبی تھے اور وہ
تھے۔ اُن میں کوئی بھی غیر ملکی نہیں تھا۔ اُوہ کیپٹن خدا کے لئے جلدی کرو......ہو سکتا ہے
زندہ ہوں......اُن کی جان بچائی جا سکے۔''

''تم یہیں ٹھہرو......میں دیکھتا ہوں۔''

''میں تنہا نہیں رہ سکتی۔ مجھ پر رحم کرو۔ اگر انہوں نے ڈیڈی کو مار ڈالا ہے تو اس کا
یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ڈیڈی ان کے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار نہیں تھے بلکہ وہ اُن کے
ارادوں سے واقف ہونے کے باوجود بھی ان کے مدد معاون رہے تھے۔''

''تم خاصی ذہین ہو۔'' فریدی طویل سانس لے کر بولا۔ ''اچھی بات ہے۔ میرے
پیچھو۔''

وہ اُس چٹان سے اُتر کر عمارت کی طرف بڑھنے لگے۔ اس سے پہلے فریدی نے
پر اپنے ساتھیوں سے رابطہ قائم کر کے انہیں ہوشیار رہنے کی ہدایت کی تھی۔

فریدی خود بھی بہت احتیاط سے چل رہا تھا۔ کسی اچانک حملے کا مقابلہ کرنے کیلئے بالکل تیار۔
عمارت کے قریب پہنچ کر رہ رکا۔ رافعہ کا چہرہ ستا ہوا تھا اور آنکھیں اندرونی کرب ظاہر
رہی تھیں۔ اُس نے عمارت میں داخل ہونے کے لئے آگے بڑھنا چاہا لیکن فریدی نے
ہاتھ پکڑ لیا۔

عمارت میں داخل ہونے سے پہلے وہ اطمینان کر لینا چاہتا تھا کہ رافعہ کا بیان غلط تو نہیں
کھلے ہوئے دروازے سے بوڑھا پروفیسر ابدالی نظر آیا۔ وہ فرش پر چاروں خانے چت پڑا

وہ دونوں کمرے میں داخل ہوئے۔ بوڑھا بے جان تھا۔ جسم پر کہیں بھی کوئی زخم نہ ملا۔
اُسے گلا گھونٹ کر مارا گیا تھا۔ پوری عمارت سنسان پڑی تھی۔ لاش والے کمرے میں
ساکے بم کے ٹکڑے بھی ملے تھے۔

''وہ تہہ خانہ۔'' فریدی نے آہستہ سے پوچھا۔

''اوہ......تو کیا......یہ یہاں اسی طرح پڑے رہیں گے۔'' رافعہ نے لاش کی طرف
کر کہا۔

''صبر سے کام لو......جو ہونا تھا ہو چکا......اب مجھے قاسم کی فکر ہے کہ کہیں وہ اُسے بھی
ڈالیں۔''

وہ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے ہوئے شائد اپنی حالت پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی۔
دفعتاً بائیں جانب مڑ کر وہ آتش دان کی طرف بڑھ گئی۔ یہ آتشدان دیوار ہی میں بنایا

گیا تھا۔ فریدی نے اُس کو آتشدان کے اندر چمنی میں ہاتھ ڈالتے دیکھا۔

کھڑا کے کی آواز آئی اور ایسا لگا جیسے آتشدان مینٹل پیس سمیت دیوار کی ک
قدر الگ ہو گیا ہو۔

رافعہ نے اُسے قریب آنے کا اشارہ کیا اور آہستہ سے بولی۔ ''اسے اس ط
ہٹانے کی کوشش کرو۔''

فریدی نے مینٹل پیس کا گوشہ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور دیوار کی سطح سے الگ
والا حصہ کسی دروازے ہی کی طرح کھلتا چلا گیا۔

سامنے زینے نظر آئے۔ لیکن دو یا تین زینوں کے بعد گہرا اندھیرا تھا۔

''کیا میں پہلے اندر جاؤں۔'' رافعہ بولی۔

''نہیں ہم میں سے کوئی بھی فی الحال نہیں جائے گا۔''

''تو پھر یہاں سے ہٹ چلو...... میں زیادہ دیر تک اس کمرے میں نہیں ٹھہر سکتی۔''

''اوہ...... اچھا......!''

لیکن جیسے ہی وہ پیچھے ہٹے...... تہہ خانے سے آواز آئی۔ ''یہاں کون ہے۔ ک
رہا ہے...... خدا کے لئے مجھے اس خول سے نکالو ورنہ میرا دم گھٹ جائے گا۔''

فریدی چونک پڑا۔

''کک...... کون ہے۔'' رافعہ ہکلائی۔

''ٹھہرو...... تم یہیں ٹھہرو۔'' فریدی کہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

''نہیں...... نہیں...... کوئی نیا جال نہ بچھایا جا رہا ہو۔'' رافعہ اُسکی راہ میں حائل ہوتی ہوئی

فریدی شائد خود بھی تذبذب میں پڑ گیا تھا۔ وہ خالی خالی نظروں سے اسے
آواز پھر آئی۔ ''ابھی کون بول رہا تھا۔ خدا کے لئے مجھے بچاؤ۔''

''کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ لوگ اُس شب اس بیہوش آدمی کو یہاں سے
تھے۔'' اس نے آہستہ سے پوچھا۔

''ڈیڈی نے مجھے یہی بتایا تھا۔''

''تم نے خود نہیں دیکھا تھا۔''

''نہیں...... میں نے لے جاتے نہیں دیکھا۔''

''اچھا تو تم یہیں ٹھہرو۔'' فریدی اسے ایک طرف ہٹاتا ہوا بولا۔ اس نے جیب سے
چ نکال لی تھی اور تہہ خانے کے دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

''میں بھی چلوں گی۔'' وہ اُس کے پیچھے جھپٹی۔

فریدی نے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ پہلے زینے پر قدم رکھتے ہی اس نے ٹارچ روشن کی تھی۔
ے ہاتھ میں ریوالور تھا۔

ٹارچ کی روشنی کا دائرہ تیزی سے اندھیرے میں چکرایا اور رافعہ کی چیخ نکل گئی۔

آخری زینے سے ذرا ہٹ کر کوئی آدمی سر تا پا سفید پٹیوں سے ڈھکا کھڑا تھا۔ چہرے
ھی بینڈیج کی گئی تھی کہ کوئی حصہ کھلا نہیں رہ گیا تھا۔

''کون ہے؟ کون ہے۔'' اس آدمی نے گھٹی گھٹی سی آواز میں کہا۔

ایک بار پھر روشنی کا دائرہ اُس پر سے ہٹ کر تہہ خانے کے دوسرے حصوں پر چکرایا۔

''بچاؤ...... مجھے بچاؤ...... میں اس خول سے کیسے نکلوں۔'' اُس آدمی کی آواز پھر سنائی دی۔

''تم کون ہو۔'' فریدی نے گونجیلی آواز میں پوچھا۔

''یہ تم میں نہیں جانتا کہ میں کون ہوں لیکن اس اندھیرے سے نکلنے کا حق رکھتا ہوں۔''

بالآخر وہ ایک ایک زینہ طے کرتے ہوئے تہہ خانے کے فرش تک جا پہنچے...... سامنے
ک قدیم مصری طرز کا ایک تابوت دکھائی دیا جس کا ڈھکنا ہٹا ہوا تھا۔

بالکل ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے وہ آدمی ابھی ابھی اُس تابوت ہی سے برآمد ہوا ہو۔

فریدی نے سب سے پہلے اُس کے چہرے اور سر کی پٹیاں کھولیں۔

''اوہ...... واجد......!'' اُس کی زبان سے بیساختہ نکلا۔

واجد حیرت سے آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھے جا رہا تھا۔ لیکن ایسا لگتا تھا جیسے وہ اُسے
کسی دوسری دنیا کی مخلوق سمجھ رہا ہو۔

''کیا بات ہے...... تم کیا دیکھ رہے ہو۔'' فریدی نے اس سے پوچھا۔

وہ کچھ نہ بولا۔ ٹارچ اب رافعہ کے ہاتھ میں تھی۔ وہ آہستہ سے بولی۔ ''یہ تو وہی بیہوش
آدمی ہے۔''

"کیا پہلے بھی اسی طرح پٹیوں سے ڈھکا ہوا تھا۔"

"نہیں......!"

"اچھا تو اسے اب اوپر لے چلنا چاہئے۔" فریدی نے کہا۔

"یہ ہے کون۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ رافعہ واجد کو گھورے جا رہی تھی۔

فریدی نے واجد کا ہاتھ پکڑا اور اُسے زینوں کی طرف لے جانے کیلئے مڑا۔ رافعہ دکھا رہی تھی۔ وہ اُسے اوپر لائے۔ فریدی اُسے دوسرے کمرے میں لے جانا چاہتا تھا۔

"کیا میں تہہ خانے کا راستہ بند کردوں۔" رافعہ نے پوچھا۔

اور فریدی کا جواب اثبات میں سن کر وہ تہہ خانے کی طرف بڑھ گئی۔

دوسرے کمرے میں پہنچ کر فریدی نے واجد کو ایک آرام کرسی پر بٹھا دیا۔ وہ اب اُسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھے جا رہا تھا۔

ٹھیک آدھے گھنٹے بعد حمید اور ریما موٹیل سے باہر نکلے تھے اور حمید کا دل چاہا تھا کہ سر پیٹ ڈالے...... کیونکہ وہ اسپورٹ کار غائب تھی جس پر وہ یہاں تک آئے تھے۔

وہ ریما پر چڑھ دوڑا...... بالکل آپے سے باہر ہوگیا۔

"ہوش کی دوا کرو...... اس میں میرا کیا قصور ہے۔"

"تم جانتی تھیں کہ وہ گاڑی لے بھاگیں گے۔"

"میرا خیال ہے کہ گاڑی تمہاری عقل بھی لے گئی۔" وہ اٹھلا کر ہنسی۔

"میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں سمجھیں۔" حمید آنکھیں نکال کر بولا۔

"کیا یہاں جھگڑا کرو گے۔"

"جہنم میں جاؤ۔" حمید کہتا ہوا پھر موٹیل کی طرف جھپٹا۔

"ارے...... ارے...... اب کیا کرنے جا رہے ہو۔"

لیکن اُس نے مڑ کر دیکھنے کی بھی زحمت گوارا نہ کی۔ سیدھا کاؤنٹر کی طرف آیا۔ یہاں وہ کیم شحیم غیر ملکی عورت بھی موجود تھی۔ حمید نے اُس کی طرف توجہ دیئے بغیر کاؤنٹر کلرک سے کہا کہ ابھی ابھی انہوں نے سفر جاری رکھنے کا ارادہ ترک کردیا ہے۔ لہٰذا انہیں وہ کمرہ دوبارہ دے دیا جائے۔

"اب یہ ناممکن ہے جناب۔" کاؤنٹر کلرک نے جواب دیا۔ "ہمارے پاس وہی ایک خالی کمرہ تھا جسے یہ خاتون حاصل کرچکی ہیں۔"

"اتنی جلدی۔"

"جی ہاں...... یہاں تو یہ ہوتا ہی رہتا ہے۔"

اتنے میں ریما بھی قریب آ پہنچی۔ حمید نے اُسے بتایا کہ اب تو کوئی کمرہ بھی نہیں مل سکتا۔ ریما نے کاؤنٹر کلرک کی طرف دیکھا اور وہ اُسے تفصیل سے بتانے لگا کہ اس موٹیل کے کمرے ایک گھنٹے کے لئے بھی خالی نہیں رہ پاتے۔

"لیکن اب ہم کیا کریں۔" حمید کرایا۔

"میں کیا عرض کرسکتا ہوں جناب۔"

آخر اس عورت کو اُن کی گفتگو میں دخل انداز ہونا پڑا۔ اُس نے کہا۔ "اگر یہ واپس لینا چاہتے ہیں تو دے دو۔ ہم بدستور انہیں کمروں میں رہ لیں گے، جو ہمیں پہلے مل چکے ہیں۔"

"میں آپ کا بے حد مشکور ہوں محترمہ۔" حمید بڑے ادب سے بولا۔

"کوئی بات نہیں...... میرا مقولہ ہے زیادہ سے زیادہ دوست بناؤ۔ خواہ سب کچھ گنوا دینا پڑے۔" کیم شحیم عورت ہنس کر بولی۔

"میں ہمیشہ آپ کی دوستی پر فخر کروں گا۔" حمید نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ جسے بڑی گرم جوشی سے قبول کیا گیا۔

"میں لیری کراس ہوں۔" عورت ہنس کر بولی۔

"میں ڈاکٹر زیٹو......!" حمید نے بھی جواباً مزید دانت نکالے۔ مزید یوں کہ اس میک

اپ میں دانت تو دکھائی ہی دیتے تھے۔ لیکن اُس نے واضح طور پر محسوس کیا کہ اس کی سخت تھی۔ اگر وہ عورت نہ ہوتی تو اس نے اس مصافحے کے بعد اپنا منہ ضرور سہلایا ہوتا۔

''امید ہے کہ ہم دوبارہ بھی ملیں گے۔'' لیری کراس نے کہا اور رہائشی کمروں کی چلی گئی۔

کاؤنٹر کلرک سے کمرے کی کنجی لے کر وہ بھی کاؤنٹر کے پاس سے ہٹ آئے۔

''یہ کیا حرکت تھی۔'' ریما نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''حرکت! ارے اس سے مصافحہ کر لینے کے بعد حرکت کے قابل رہا ہوں میں؟''

''فضول باتیں نہ کرو۔ تمہیں اُس سے گفتگو نہ کرنی چاہئے تھی۔''

''لیری کراس ......اور لیکراس میں زیادہ فرق تو نہیں ہے۔''

''خاموش ......!'' وہ دانت پیس کر آہستہ سے بولی۔ ''یہ نام دوبارہ زبان پر نہ لا اپنے ساتھ میری بھی گردن کٹواؤ گے۔''

''میرا دل تو چاہتا ہے کہ میں بھی اس تنظیم میں شریک ہو جاؤں۔''

''میں کہتی ہوں خاموش رہو۔''

''سنو......!'' دفعتاً حمید چونک کر بولا۔ ''کیا میں کاؤنٹر کلرک کو بتا دوں کہ میری گا غائب ہو گئی ہے۔''

ریما اُسے ایسے انداز میں دیکھتی رہی جیسے اس کا دماغ چل گیا ہو۔ پھر آہستہ سے بولی۔

''جو دل چاہے کرو۔ میں نہیں جانتی۔ لیکن ٹھہرو۔ یہ ایک احمقانہ حرکت ہوگی۔ تمہ پہلے ہی کہنا چاہئے تھا۔ حمید محتاط رہو۔ اگر انہیں ساز باز کا شبہ بھی ہو گیا تو ہم دوسرے لمحے زندہ نہ رہیں گے۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ گاڑی کا اس طرح ہاتھ سے نکل جانا اسے گراں گزرا تھا۔ اس کے پاس کوئی ایسا ذریعہ بھی نہیں تھا، جو بلیک فورس یا فریدی سے رابطہ قائم کرنے کا باعث سکتا۔ اُس کا چھوٹا ٹرانسمیٹر تو اسی جیپ میں رہ گیا تھا جو اکرام کے موٹیل سے اڑائی گئی تھی۔

ریما اُسے گھورے جا رہی تھی۔ دفعتاً حمید بولا۔ ''تمہارا رول مشتبہ ہوتا جا رہا ہے۔''

''وہ کس طرح پیارے کیپٹن۔''

''مجھے پیارا دیارا مت کہو۔ اس وقت تمہاری صورت زہر لگ رہی ہے۔''

''آخر اس خفگی کی وجہ۔''

''میں احمق نہیں ہوں۔''

''نہ ہوگے۔ لیکن میں خفگی کی وجہ ضرور معلوم کروں گی۔''

''وجہ میں اُس موٹی عورت کو بتاؤں گا۔''

''تمہارا کوئی بھی غیر ذمہ دارانہ قدم تمہیں موت ہی کی طرف لے جائے گا۔''

حمید پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔ ریما کی آنکھوں میں گہری تشویش کے آثار تھے۔ کچھ دیر بعد اس نے کہا۔ ''شائد تم سمجھتے ہو کہ گاڑی کے غائب ہو جانے کا علم مجھے پہلے سے تھا۔''

''ہاں میں یہی سمجھتا ہوں۔'' حمید جھلا کر بولا۔

''تو سمجھا کرو۔'' ریما کو بھی بالآخر طیش آ گیا اور وہ اس سے دور جا بیٹھی۔

''لیری کراس......!'' حمید نے سرد آہ بھر کر کہا۔

اتنے میں کسی نے دروازے پر دستک دی اور حمید سے اجازت مل جانے کے بعد دروازہ کھولا۔ یہ لیری کراس تھی۔

''اوہ...خوش آمدید.... مادام لیری کراس....!'' حمید اٹھ کر اسکا استقبال کرتا ہوا بولا۔

''سخت بوریت محسوس کر رہی ہوں۔ میرے ساتھ کوئی مقامی آدمی نہیں ہے جس سے یہاں کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کر سکوں۔''

''کیا ریگم بالا جا رہی ہو۔''

''ہاں...... مجھے قدیم صنمیات سے عشق ہے۔ گوتم کی تصویر تو میرے دل پر نقش ہے۔ کیسی آسودہ سی معصوم مسکراہٹ پائی جاتی ہے ہونٹوں پر...... کتنا سکون ہے چہرے پر۔''

''مگر جسم پر گوشت زیادہ نہیں ہے۔'' حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ لیری نے چھت اڑا دینے والے قہقہے سے اس جملے کا استقبال کیا تھا۔

''مجھے اپنے تن و توش پر شرم نہیں آتی...... اچھے دوست۔''

''بُرا نہ ماننا...... میں اس لڑکی کو جلا رہا تھا؟'' حمید نے ریما کی طرف اشارہ کرکے کہا اور وہ اس طرح چونک کر اسے دیکھنے لگی جیسے پہلے اُس کی موجودگی کا احساس ہی نہ رہا ہو۔

"اوہ...... مجھے افسوس ہے مسز زیتو......!" لیری ندامت آمیز لہجے میں بولی۔

"ابھی ہم کورٹ شپ کر رہے ہیں۔ شادی نہیں ہوئی۔" حمید بولا۔

"تم جیسے بیوقوف آدمی سے میں ہرگز شادی نہ کرونگی۔" ریما نے جھنجھلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

"ارے ارے......!" لیری بولی۔ "ایسی بھی کیا خفگی۔ بعض لوگوں کو چڑھانے پر لطف آتا ہے۔"

"تم نہیں سمجھتیں...... یہ ایک لاپرواہ اور بیوقوف آدمی ہے۔ کوئی ہماری گاڑی اڑا لے گیا اور اس شخص نے اس کا ذکر کاؤنٹر کلرک تک سے نہیں کیا۔"

"نہیں......!" لیری کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یقین کرو۔"

"تمہیں رپورٹ کرنی چاہئے۔" لیری نے حمید سے کہا۔

"جب میں جانتا ہوں کہ اُس رپورٹ سے کوئی فائدہ نہ ہوگا تو پھر اپنی انرجی کیوں ضائع کروں۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔"

"آئے دن یہاں ایسی وارداتیں ہوتی رہتی ہیں۔ کوئی پرسانِ حال نہیں۔"

"کیا تم بہت دولت مند آدمی ہو۔" لیری نے پوچھا۔

"کچھ بھی ہو...... احمق...... احمق ہی کہلائے گا۔ دولت مندی سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" ریما نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"تم بہت دیر سے مجھے بُرا بھلا کہہ رہی ہو۔ مجھے بولنے پر مجبور نہ کرو۔" حمید غرایا۔

"کرو...... میاؤں میاؤں...... میرا کیا بگڑے گا۔"

"دیکھا تم نے مادام لیری۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "لیکن ہو بھی کیا سکتا ہے جب کہ مجھے اس کی بدزبانیوں ہی سے پیار ہے۔"

"تم دونوں ہی عجیب معلوم ہوتے ہو۔" لیری تھکی تھکی سی آواز میں بولی۔

واجد آرام کرسی پر نیم دراز چھت تکے جا رہا تھا۔ فریدی اور رافعہ اس کے قریب ہی کھڑے منتظر تھے کہ اس کی زبان سے کچھ نکلے۔ کئی منٹ گزر گئے۔ لیکن واجد کی حالت میں کوئی فرق نہ ہوا۔

فریدی کو ایک بار پھر اپنے ساتھیوں سے رابطہ قائم کرنا پڑا۔ جو عمارت کے آس پاس موجود تھے۔ واجد کو ان کے حوالے کر دیا گیا۔ پروفیسر ابدالی کی لاش سے متعلق بھی فریدی نے انہیں ہدایات دیں۔ اس کے لئے ٹیکم گڑھ کی پولیس سے رابطہ قائم کرنے کو کہا۔

پھر رافعہ سے پوچھا کہ وہ کہاں جانا چاہتی ہے۔

"میں اب یا تو خود فنا ہو جاؤں گی یا انہیں فنا کر دوں گی۔"

"مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ لیکن آخر تم کیا کر سکو گی جبکہ تمہاری معلومات محدود ہیں۔"

"یہ بتاؤ۔ یہ آدمی کون تھا۔ تم نے اُسے کس نام سے پکارا تھا۔"

"واجد...... میرے ہی محکمے کا ایک آفیسر ہے۔ سفر کے دوران میں وہ علیل ہو گیا تھا۔ بیہوشی کی حالت میں وہ لوگ اسے اٹھا لائے تھے۔"

"آخر کیوں؟ اور اب یہ کس حال میں تھا۔"

"غالباً انہوں نے اس پر کسی قسم کا کوئی تجربہ کیا ہے؟"

"کیا پولیس یہاں آئے گی۔"

"نہیں...... لاش یہاں سے ہٹا دی جائے گی تاکہ فی الحال پروفیسر کی موت کے اسباب پر روشنی نہ پڑ سکے۔"

"کیوں......؟"

"اگر پولیس حرکت میں آ گئی تو پھر ہم ان لوگوں پر ہاتھ نہ ڈال سکیں گے۔ وہ محتاط ہو جائیں گے اور اپنی ان مصروفیات کو ترک کر دیں گے، جو قابل گرفت ہوں۔ تم مجھے یہ بتاؤ ہیلی کوپٹر یہاں سے کون لے گیا تھا جب کہ پروفیسر بھی یہیں موجود تھے۔"

''میرا خیال ہے کہ تہہ خانے میں ڈیڈی کے علاوہ کوئی اور بھی موجود تھا جو ہیلی لے گیا۔ دھوئیں کا بم ڈیڈی نے استعمال کیا ہوگا۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ رافعہ کے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ آنکھوں اور ٹھوڑ بناوٹ کی بناء پر وہ ایک ضدی لڑکی معلوم ہوتی تھی۔ پیشانی کی بناوٹ حوصلہ مندی کی ط اشارہ کرتی تھی۔

''تو پھر تم کیا چاہتی ہو۔'' دفعتاً وہ اس سے سوال کر بیٹھا۔

''جب تک کہ وہ فنا نہ ہو جائیں تمہارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔''

''پروفیسر کی لاش دستیاب ہو جانے کے بعد پولیس کو تمہاری تلاش ہوگی۔''

''مجھے کیا پریشانی ہوسکتی ہے جب کہ تم بھی تو ایک آفیسر ہی ہو کیپٹن حمید اور م خیال ہے کہ شائد میں تمہارا ہاتھ بھی بٹا سکوں۔''

''وہ کس طرح۔''

''وہ چاروں قاسم سمیت کس راستے سے فرار ہوسکیں گے؟''

''پتہ نہیں۔''

''میں بھی تھوڑی سوجھ بوجھ رکھتی ہوں۔ تمہارے آدمی خاصے ہوشیار معلوم ہوتے انہوں نے چاروں طرف نظر رکھی ہوگی۔ لہٰذا روز روشن میں ان کا اس طرح غائب ہو جانا میں نہیں آتا۔''

''تم کہنا کیا چاہتی ہو۔''

''ہوسکتا ہے...... تہہ خانے میں کسی سرنگ کا دہانہ بھی ہو۔ ہیلی کوپٹر میں صرف پائ آیا تھا۔ وہ ہمیں لے گیا۔ اُس وقت ڈیڈی عمارت میں تنہا تھے۔ واپسی پر پائلٹ سمیت آدمی ہمارے ساتھ تھے۔ وہ چاروں تمہاری گرفت میں آ گئے تھے۔ پھر پانچواں کہاں جو ہیلی کوپٹر کو اڑا لے گیا۔''

''تم واقعی خاصی سوجھ بوجھ رکھتی ہو۔ اچھا تو پھر ہمیں تہہ خانے کو بھی دیکھنا چاہ۔''

وہ ایک بار پھر تہہ خانے میں نظر آئے۔ خالی تابوت سامنے پڑا تھا لیکن دوسرے پر انکی نظر پہلے نہیں پڑی تھی۔ یہ دیوار سے لگا کر کھڑا کیا گیا تھا اور سرسری طور پر دیکھنے

بھاری معلوم ہوتا تھا۔ فرش پر پڑے ہوئے تابوت سے مختلف بھی تھا۔ اُسکے اوپر ٹیلی فون کے ڈائیل کے مشابہ ایک بڑا چکر سا لگا ہوا تھا جسکے وسط میں انسانی کھوپڑی کی تصویر تھی۔''

ان دونوں تابوتوں کے علاوہ یہاں اور کچھ بھی نہ تھا۔ وہ اسی تابوت کے قریب رکے۔ فریدی اس ڈائیل نما حصے کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔ ساخت کے اعتبار سے وہ ایسا ہی لگتا تھا جیسے گھمانے سے گھوم جائے گا۔

''یہ ہے کیا بلا......!'' رافعہ نے کہا اور ایک سوراخ میں انگلی ڈال کر اُسے گھما ہی دیا۔

ایک عجیب سی ڈراونی آواز کے ساتھ تابوت کے دونوں پاٹ اندر کی طرف کھلتے چلے گئے۔ رافعہ لڑکھڑائی تھی اور فریدی اُسے سنبھالنے کے لئے آگے بڑھا تھا۔

اس نے فوری طور پر محسوس کیا کہ وہ لڑکھڑاہٹ اتفاق نہیں تھی۔ بلکہ تابوت کے کھلے ہوئے دروازے سے کسی غیر مرئی قوت نے اُسے کھینچا تھا اور اب فریدی بھی خود کو روکنے کی کوشش میں ناکام رہا تھا۔

دونوں بڑی تیزی سے تابوت کے دروازے سے گزرتے چلے گئے۔ پھر اسے اتنا ہی یاد رہ سکا کہ اس نے رافعہ کی چیخ سنی تھی اور خود اپنی چیخیں روکے رکھنے کی کوشش کرتا ہوا نامعلوم گہرائی میں گرا جا رہا تھا۔

پھر اُس نے دو دھماکے سنے۔ یہ اُن کے اپنے گرنے کی آوازیں تھیں۔ لیکن...... لیکن......وہ خود زندہ تھا...... کسی قسم کی ٹوٹ پھوٹ کا احساس بھی نہ ہوسکا۔

اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں لیکن دیکھ نہیں سکتا تھا۔ کیا بصارت کھو بیٹھا۔

''رافعہ...... رافعہ......!'' اُس نے لڑکی کو آوازیں دیں لیکن جواب نہ ملا۔ اب اس نے آس پاس ٹٹولنا شروع کیا۔

روئی...... یہ تو روئی کا ڈھیر معلوم ہوتا تھا جس پر وہ گرا تھا۔ اُس نے پھر رافعہ کو پکارا۔

دفعتاً اُس کا ہاتھ اس ٹارچ سے ٹکرایا، جو تہہ خانے میں اسی کے پاس تھی۔

ٹارچ کی روشنی میں اس نے گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ رافعہ تھوڑے ہی فاصلے پر پڑی نظر آئی۔ وہ بیہوش تھی۔ کنواں؟ کیا یہ کوئی اندھا کنواں تھا جس کی تہہ میں روئی کے ڈھیر لگا دیئے گئے تھے تاکہ گرنے والے مر نہ سکیں۔

رافعہ کی نبض درست چل رہی تھی۔ وہ اُسے ہوش میں لانے کی تدبیریں کرنے لگا۔ وہ ہوش میں آ گئی تھی اور پاگلوں کی طرح چیخنے لگی تھی۔

"تم زندہ ہو...... ڈرو نہیں...... ہوش میں آؤ۔" وہ اسے جھنجھوڑ کر بولا۔

اس کے بعد وہ اسی طرح سنبھل گئی تھی جیسے اب ہوش میں آئی ہو۔

"یہ کیا ہوا...... کیونکر ہوا۔"

"جلد بازی کا نتیجہ...... میں اس طرف متوجہ نہیں تھا ورنہ تمہیں اُسے ہاتھ لگا... باز رکھتا۔"

"یہ کون سی جگہ ہے۔"

"ایک اندھا کنواں اور ہم روئی کے ڈھیر پر گرے ہیں۔"

"لیکن یہ کیونکر ہوا۔"

"خدا جانے۔"

"اب کیا ہوگا...... ذرا ٹارچ روشن کرو۔ میں بھی تو دیکھوں۔" فریدی نے ٹارچ... کی اور روشنی کا دائرہ چاروں طرف گھومنے لگا۔

"اب اس میں سے نکلنا کیسے ممکن ہوگا۔"

"فکر نہ کرو۔"

"کیا تمہارا دماغ الٹ گیا ہے اس صدمے سے۔" رافعہ نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔

"اس کا شبہ کیونکر ہوا۔"

"تمہاری لاپروائی کے انداز سے...... کہتے ہو فکر نہ کرو...... جیسے ڈرائنگ روم... روم میں جانے کا مسئلہ ہو۔"

"یہاں روئی کے اس ڈھیر کی موجودگی کا مقصد یہی ہوسکتا ہے کہ اس طرح گر... والے مرنے نہ پائیں۔"

"اچھا تو پھر......؟"

"کسی نہ کسی طرح ہم یہاں سے نکل جائیں گے۔ یا نکال لئے جائیں گے۔"... نے کہا اور ٹارچ روشن کر کے اس کا رخ اوپر کی طرف کر دیا۔ قریباً بیس بائیس فٹ کی ب...

...دریچے نظر آئے جو ایک دوسرے کے مقابل تھے۔

"وہ دیکھو......!" اس نے رافعہ سے کہا۔ "ان میں سے کوئی دریچہ وہ ہوگا جس سے ...گرے ہیں۔ دوسرا اس کے مقابل ہے۔ ہوسکتا ہے اُسی ڈائیل کا صحیح استعمال ایک دریچے ...دوسرے تک پل بنا دیتا ہو۔"

"لیکن اب کیا ہوسکتا ہے۔"

"ویٹ اینڈ سی۔"

رافعہ ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑا کر رہ گئی۔

فریدی نے ٹارچ بجھا دی تھی اور سوچ ہی رہا تھا کہ اُن دریچوں تک پہنچنے کے لئے کیا ...جائے کہ دفعتاً چاروں طرف تیز قسم کی روشنی پھیل گئی۔ فریدی بڑی پھرتی سے اوندھے منہ ...پڑا اور آہستہ سے بولا۔

"میں گرتے ہی بیہوش ہوگیا تھا اور تمہیں زبردستی تہہ خانے میں لایا تھا۔ ہوشیاری سے۔"

دفعتاً ایک گونجیلی آواز سنائی دی۔ "مس ابدالی۔ تمہارے ساتھ یہ کون ہے۔"

"وہی...... وہی...... جو مجھے پکڑ لے گیا تھا۔" رافعہ روہانسی آواز میں چیخی۔ "کسی نے ...ے ڈیڈی کو مار ڈالا۔ بتاؤ کس نے مارا۔"

"دشمنوں نے مس ابدالی...... مجھے افسوس ہے...... لیکن اسے کیا ہوا......؟"

"اس نے مجھ پر تشدد کر کے مجھ سے تہہ خانے کا راز معلوم کیا۔ تہہ خانے میں لایا۔ ...اں ایک تابوت پڑا تھا۔ اس میں سے ایک آدمی کو نکالا...... جس کے سارے جسم پر پٹیاں ...ی ہوئی تھیں اور...... اور پھر تہہ خانے میں آیا...... اور جیسے ہی دوسرے تابوت کے اوپر ...ے ہوئے ڈائیل کو گھمایا...... یہ مصیبت ٹوٹ پڑی۔"

"کیا وہ بیہوش ہوگیا ہے۔"

"مر بھی گیا ہو تو مجھے خوشی ہوگی۔"

"دیکھو...... کیا کیفیت ہے۔"

فریدی نے محسوس کیا کہ رافعہ اس کی نبض ٹٹول رہی ہے۔ وہ ویسے ہی بے حس و حرکت ...ا رہا۔

"زندہ ہے......!" دفعتاً وہ اونچی آواز میں بولی۔ "شائد اس کا سر دیوار سے
تھا...... گہری بیہوشی طاری ہے۔"

"اچھی بات ہے...... رسی پھینکی جارہی ہے...... تم اُس کے ہاتھ پیر مضبوطی سے
دو...... اور تمہارے لئے سیڑھی لٹکائی جارہی ہے۔ اوپر سے آواز آئی۔"

فریدی نے رسی گرنے کی آواز سنی اور جب محسوس کیا رافعہ اس کے قریب آ گئی
آہستہ سے پوچھا۔ "رسی کا دوسرا سرا کہاں ہے۔"

"اوپر دریچے میں۔"

"میرے پیر اس طرح باندھو کہ رسی کا یہ سرا میرے ہاتھ میں ہو۔"

پھر جب وہ اُس کے پیر باندھ رہی تھی۔ فریدی نے محسوس کیا کہ وہ اس کا مطلب سمجھ گئی ہے۔

اوپر سے پھر آواز آئی۔ "مس ابدالی سیڑھی لٹکائی جارہی ہے...... تم اوپر آجاؤ۔"

دو منٹ بعد فریدی کی ٹانگوں کو جھٹکا لگا اور فریدی نے رسی کے ڈھیلے پھندے کو
رکھنے کے لئے اپنی ٹانگوں کے درمیان اتنا فاصلہ پیدا کرلیا کہ پھندا اس کا وزن سہار
اب اس کا سر نیچے تھا اور ٹانگیں اوپر۔ اس طرح وہ دریچے کی طرف کھنچا چلا جارہا تھا۔

پھر اُس کی ٹانگیں کسی نے پکڑی تھیں۔ اُس نے دو آدمیوں کے ہاتھ محسوس کئے
بدقت تمام اُسے اوپر کھینچ کر لٹا دیا گیا تھا۔

"ہوش میں آنے سے پہلے ہی جکڑ دو۔" اُس نے کسی غیر ملکی کی آواز سنی اور پھر
پھرتی سے پھندے میں سے ایک پیر نکال کر اٹھ کھڑا ہوا۔ پہلا گھونسہ قریب کھڑے
آدمی کے جبڑے پر پڑا تھا اور وہ اُس دریچے سے گزرتا ہوا نیچے کنویں میں جا پڑا تھا۔

دوسرے آدمی کے سنبھلنے سے پہلے ہی اس کا ریوالور نکل آیا۔

"خبردار جو اپنی جگہ سے جنبش بھی کی۔"

رافعہ بھی قریب ہی کھڑی تھی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر قاسم بندھا پڑا تھا اور وہ دونوں
جو بلیک فورس کے ممبروں کے ہاتھوں زخمی ہوئے تھے دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔

"تم دونوں اپنے ہاتھ سروں پر رکھ لو۔" فریدی نے انہیں بھی للکارا۔

"دیکھو سالو......!" دفعتاً قاسم چیخنے لگا۔ "اب بنے گی تمہاری چٹنی۔ مجھ غریب کو مار
مار کر مرا قرد یا حرامیوں نے...... کہتے تھے کہ تم نے مرغی والے کا کہنا قیوں مانا تھا......
ہمیں باندھ لیا تھا۔"

رافعہ قاسم کے قریب بیٹھ کر اُس کے ہاتھ پیر کھولنے لگی۔ وہ تینوں حیرت سے آنکھیں
پھاڑے اُسے دیکھے جارہے تھے۔ لیکن کسی کی زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا۔

"اب تم پھر انہیں باندھ لو۔" فریدی نے قاسم سے کہا۔

وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا اور خونخوار نظروں سے ان تینوں کو گھورے جارہا تھا۔

"یوں نہیں...... پہلے تم ان کی تلاشی لے ڈالو۔" فریدی نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ
کہا۔ اُسے خدشہ تھا کہ کہیں وہ ان پر ٹوٹ ہی نہ پڑے اور اُن میں سے کسی کو ریوالور نکال
کا موقع مل جائے۔

یہ جگہ بھی اتنی ہی کشادہ تھی جتنا اس عمارت والا تہہ خانہ تھا۔

قاسم نے تینوں کی تلاشی لے کر صرف اس آدمی کے پاس سے ریوالور برآمد کیا جو زخمی
نہ تھا۔

اس نے ان تینوں کو یکے بعد دیگرے گرا گرا کر باندھ لیا تھا۔ اس کے بعد اس نے
ہنستے ہوئے فریدی سے پوچھا۔

"ماروں سالوں کو......؟"

"نہیں...... پہلے مجھے ان سے دو دو باتیں کر لینے دو۔ کیونکہ انہوں نے ابھی ابھی ایک
قتل کیا ہے۔"

"قتل...... کس کا قتل......؟"

"انہوں نے پروفیسر کو مار ڈالا۔"

"ارے باپ رے...... اب قون پقا قر کھلائے غا......!"

"خدا کے لئے خاموش رہو۔" رافعہ روہانسی ہو کر بولی۔

"اررر...... مم...... ماپھی چاہتا ہوں...... میں ان سالوں کی ہڈیاں چبا ڈالوں
اگر انہوں نے...... پروفیسر ابا...... کو مار ڈالا ہے۔"

"ٹھہرو......!" فریدی نے ہاتھ اٹھا کر سخت لہجے میں کہا۔

وہ چند لمحے ان تینوں کو گھورتا رہا پھر غرایا۔

"تمہارا سربراہ لیکراس کہاں ہے؟"

کوئی کچھ نہ بولا۔ وہ پھر دہاڑا "بتاؤ"

"ہم کچھ نہیں جانتے...... ہمیں جو حکم ملتا ہے کرتے ہیں۔" اُس آدمی نے کہا۔ نہیں تھا۔

"کس سے حکم ملتا ہے۔"

اُس آدمی نے دریچے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "جسے تم نے نیچے پھینک دیا۔ صرف اسی کو جانتے ہیں۔ لیکراس ہمارے لئے ایک نیا نام ہے۔"

فریدی نے چاروں طرف دیکھا۔ رسیوں کی وہ سیڑھی جو رافعہ کے لئے لٹکائی گئی قریب ہی پڑی نظر آئی۔

اُس نے اس آدمی سے کہا کہ اُسے دریچے کے قریب لے جایا جائے گا وہ چوتھے کو آواز دے کر کہے کہ اس کے لئے سیڑھی لٹکائی جا رہی ہے۔ قیدی کو دوبارہ قید کرلیا ہے۔ وہ اوپر آجائے۔

"اس کے خلاف اگر ایک لفظ بھی زبان سے نکلا تو کھوپڑی میں سوراخ کر کے نیچے پھینک دوں گا۔" اُس نے قاسم کو اشارہ کیا کہ وہ اُسے اٹھا کر دریچے کے قریب لے جائے پھر بولا۔ "احتیاط رکھنا کہ نیچے سے دیکھے نہ جاسکو۔ جیسے ہی وہ بات پوری کر چکے اسے پیچھے کھینچ لینا اور تم رافعہ سیڑھی فوراً ہی نیچے پھینک دینا۔"

انہیں ہدایات دے کر وہ تیزی سے آگے بڑھا اور دریچے کی بائیں جانب دیوار لگ کر کھڑا ہو گیا۔

قیدی نے فریدی کے کہے ہوئے الفاظ دریچے سے منہ نکال کر دہرائے تھے اور قاسم بڑی پھرتی سے اُسے پیچھے کھینچ لیا تھا۔ ساتھ ہی رافعہ نے رسیوں والی سیڑھی نیچے پھینکی تھی۔

عجیب سا سناٹا چھا گیا تھا۔ کچھ دیر بعد چوتھے آدمی کا سر دریچے میں دکھائی دیا۔ پھر شانے ابھرے...... اور دوسرے ہی لمحے میں اُس کی گردن فریدی کی گرفت میں تھی اور اُ

ت میں اُس نے اُسے اندر کھینچ لیا تھا۔

چویشن کا اندازہ ہوتے ہی وہ فریدی سے لپٹ پڑا۔ لیکن زیادہ دیر تک جدوجہد جاری ہ سکا۔ فریدی نے اُس کا بایاں ہاتھ مروڑ کر پشت پر گھونسہ رسید کیا اور وہ منہ کے بل فرش ا۔

قاسم نے اُس کے پاس سے بھی ریوالور برآمد کر کے قبضے میں کرتے ہوئے کہا۔ "ہاں صاحب...... جلدی کیجئے...... بھوک کے مارے میرا دم نکلا جا رہا ہے۔"

اور فریدی چوتھے آدمی کے سینے پر سوار ہو کر کہہ رہا تھا۔ "بتاؤ لیکراس کہاں ہے۔"

"لل...... لیکراس......!" وہ خوفزدہ انداز میں ہکلایا۔ "میں نہیں جانتا۔"

دو تین تھپڑوں کی آوازیں سناٹے میں گونجیں اور مغلوب ہانپتا ہوا بولا۔ "وہ...... وہ...... بالا کے...... ویران قلعے میں رہتا ہے۔ اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں جانتا...... ...... کچھ...... نن...... نہیں...... جج...... جا......!"

آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں بند ہوتی جا رہی تھیں اور پھر وہ بالکل ہی بے حس و حرکت ا۔ اُس کے سر سے بہنے والا خون فرش پر پھیل رہا تھا۔

فریدی اُسے چھوڑ کر ہٹ گیا۔ اُس نے دیکھا کہ قاسم جھکا ہوا رافعہ سے سرگوشیاں کر رہا اور رافعہ خود اُس کی طرف خوفزدہ نظروں سے دیکھے جا رہی ہے۔ اُس سے نظر ملتے ہی بڑا گئی اور قاسم "ہی ہی ہی" کرتا ہوا بولا۔ "غلطی سے میں نے قرنل صاحب...... کہہ دیا ...... اس لئے بتانا ہی پڑا۔"

کچھ دیر بعد وہ قیدیوں کی رہنمائی کی بناء پر پھر اُسی عمارت کے تہہ خانے میں پہنچ گئے تھا اور اب فریدی کو اصل مہم کا آغاز کرنا تھا۔

عمارت اب پوری طرح فریدی کے آدمیوں کی نگرانی میں تھی۔ ان میں سے ایک کچن عانا تیار کر رہا تھا۔ قاسم بار بار اُس کی کارکردگی کا جائزہ لینے کچن کی طرف جاتا اور سا کی طرح منہ چلاتا ہوا واپس آجاتا۔

واجد اب آدمیوں کے لباس میں تھا۔ لیکن اس کی ذہنی حالت غیر واضح تھی۔ کبھی ہوش اتیں کرتا...... اور کبھی عالم بالا کی خبر لانے لگتا۔

رافعہ بے حد بجھی بجھی سی نظر آ رہی تھی۔ فریدی نے اس سے کہا۔ "اب تم جب
چاہو پورے تحفظ کے ساتھ تمہیں بھجوایا جا سکتا ہے۔"

"مجھے کہیں نہیں جانا...... باپ کی موت کا انتقام میری زندگی کا مشن بن گیا ہے۔"

"تم کیا کر سکو گی۔"

"شائد ریگم بالا کے ویران قلعے میں آپ کی کوئی مدد کر سکوں۔"

"تم نے اب تک کھل کر بات نہ کی۔"

لیکن اُسکے کچھ بولنے سے پہلے ہی واجد چونک کر بڑبڑایا۔ "ریگم بالا کا ویران قلعہ"
اور پھر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اُس کے چہرے کا سارا اضمحلال غائب ہو گیا تھا اور آنکھوں
میں صحت مندی کی چمک عود کر آئی تھی۔

"کیوں...... کیا بات ہے۔" فریدی نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"سب کچھ یاد آ گیا جناب...... میں نے اُسے ریگم بالا کے ویران قلعے میں دیکھا
وہ کوئی قدیم مصری روح تھی اور میرے سامنے گوشت پوست میں آ گئی تھی۔ میں نے اُسے
کر دیکھا تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا تھا۔"

"بیٹھ جاؤ۔"

"لل...... لیکن میں کہاں ہوں۔" وہ چندھیائی ہوئی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا

"کیا تمہیں یاد ہے کہ کچھ دیر پہلے تم ایک تہہ خانے میں تھے اور تمہارا پورا جسم
سے ڈھکا ہوا تھا۔"

"میرا جسم......!" واجد کے لہجے میں حیرت تھی۔

فریدی نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سر کو اثباتی جنبش دی۔

"جی مجھے تو یاد نہیں۔"

"کیا تمہیں یہ بھی یاد نہیں کہ میرے ساتھ ان اطراف کا سفر شروع کیا تھا۔"

"میں یہی سوچ رہا تھا کہ یہاں اس طرح آپ کے ساتھ......!" وہ جملہ پورا کئے
خاموش ہو گیا۔

اُس کی آنکھوں میں شدید ترین الجھن کے آثار تھے۔

"اوہو...... کچھ نہیں۔" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "جاؤ تم دوسرے کمرے میں آرام
قاسم انہیں بیڈ روم میں لے جاؤ۔"

"چلئے جناب۔" قاسم مسمسی سی صورت بنا کر بولا۔

واجد اب بھی فریدی کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔ فریدی نے ہاتھ ہلا کر

"جاؤ...... جاؤ۔"

وہ قاسم کے ساتھ چلا گیا۔

"اس کی ذہنی حالت قابل اطمینان نہیں معلوم ہوتی۔ اس کے لئے آپ کیا کریں
گے۔" رافعہ بولی۔

"ٹیکم گڑھ کے کسی ہسپتال میں داخل کرا دیا جائے گا۔"

اتنے میں قاسم واپس آ گیا اور خوفزدہ لہجے میں بولا۔ "لیٹتے ہی سو گیا اور دانت خبیثوں
طرح نکلے ہوئے ہیں۔ آخر یہ ہے کیا بلا۔"

"جاؤ دیکھو کھانا تیار ہو گیا۔" فریدی نے اس سے کہا اور وہ سعادتمندانہ انداز میں سر ہلا
چلا گیا۔

"وہ آدمی ویران قلعے کے بارے میں کیا کہہ رہا تھا۔" رافعہ نے پوچھا۔

"یہی شخص مجھے اس طرف لانے کا باعث بنا ہے۔ پھر کسی وقت اطمینان سے اس کی
ہانی سناؤں گا اور ہاں میرا خیال ہے کہ کھانا کھا کر ہمیں یہاں سے روانہ ہو جانا چاہئے۔"

"لیکن گاڑی۔"

"سب کچھ موجود ہے۔ تم اس کی فکر نہ کرو۔"

تھوڑی دیر بعد وہ اپنے آدمیوں کو سفر جاری رکھنے کیلئے خصوصی ہدایات دے رہا تھا۔

ختم شد

جاسوسی دنیا نمبر 108

ریگم بالا

(تیسرا حصہ)

پیش رس

"خونی ریشے" اور "تیسری ناگن" کے بعد "ریگم بالا" ملاحظہ فرمایئے۔ اس کتاب میں
ونی ریشے" سے شروع ہونے والی کہانی کا اختتام ہوا۔

"خونی ریشے" بے حد پسند کی گئی تھی۔ "تیسری ناگن" کے متعلق بھی اچھی ہی رپورٹ
ا ہے۔ پوری کہانی کا تاثر تو اس وقت ظاہر ہو سکے گا جب آپ "ریگم بالا" بھی پڑھ لیں۔

اس دوران میں خطوط کی بھرمار رہی۔ فرمائشات، مشورے اور عید کارڈ... عید کارڈوں کا
کریہ!

غالباً ایک بار عید کارڈوں کے سلسلے میں آپ کو کوئی نیک مشورہ دیا تھا میں نے...... کہئے
اد آیا...؟ لیکن مجھے افسوس ہے کہ آپ نے اس پر عمل نہیں کیا۔ اس بار بھی آپ نے مجھے
یے کارڈ بھیجے جن پر آپ نے اپنے قلم سے کچھ نہ لکھا ہو...... میں نے گزارش کی تھی کہ سادہ
کارڈ بھیجئے ان پر کچھ نہ لکھئے...... "مبارک باد" اور اپنا نام لفافے پر لکھ دیا کیجئے۔

عید کارڈوں پر "منجانب" چھپا ہوا ہوتا ہے۔ اسے چھاپنے والے کی جہالت پر محمول
یجئے۔ حقیقتاً یہ "منجانب" لفافے پر ہونا چاہئے۔ بعض عید کارڈ بڑی خوب صورت ہوتے
یں۔ انہیں فریم کرا کے دیوار پر لگانے کو جی چاہتا ہے لیکن چونکہ ان پر منجانب تفضل حسین
غیرہ لکھا ہوتا ہے اسلئے یہ ناممکن ہو جاتا ہے۔ ایسے میں دل ملول و افسردہ نہ ہو تو اور کیا ہو۔

ایسی عید سے بہتر تو بقر عید ہوتی ہے کہ ادھر اُدھر سے آنے والے گوشت پر بھجوانے
الے کا نام اور پتہ نہیں تحریر ہوتا اور ایک گھر کا گوشت دوسرے گھر میں بہ آسانی بھجوا کر میں
ہ توانا اور مجرب بکرا صاف بچا لیتا ہوں...... پھر کیا بتاؤں کہ ریفریجریٹر میں یہ بکرا کتنا حسین

اور دلآویز لگتا ہے۔ تو آپ اپنے دلآویز اور حسین عید کارڈوں پر اپنا نام اور پتہ ہرگز نہ کیجئے۔ شکریہ۔

اس بار پھر ایک صاحب نے ادب میں میرے ''مقام'' کا مسئلہ چھیڑا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ میں ''ادیب'' نہ سہی لیکن ''مشاہیر'' کے ساتھ میرا نام بھی لیا جاسکتا ہے۔

میں ان سے متفق نہ ہوتا لیکن اسی دوران میں کراچی کا ایک ماہنامہ نظر سے گزرا میں معلومات عامہ سے متعلق ایک سوال نامہ شائع ہوا ہے۔

اس کا پانچواں سوال اس طرح شروع ہوتا ہے۔

☆ کیا آپ کو ان مشہور شخصیات کے اصل نام یاد ہیں؟

(ا) داتا گنج بخش (ب) حافظ شیرازی (ج) مولانا ابو الکلام آزاد (د) ف
(س) شیر شاہ سوری (ط) شوکت تھانوی (ہ) بھولو پہلوان (ی) ابن صفی۔

ملاحظہ فرمائی آپ نے مرتب کی کوشش ..... ہے مجھ میں اتنی ہمت کہ بھولو پہلوان صاحب کو بیچ سے ہٹا کر شوکت تھانوی کے برابر کھڑا ہوسکوں۔

ایک ''ادبی بزرگ'' سے اس زیادتی کا شکوہ کیا تو بڑی سنجیدگی سے بولے ''تم ادب کے بھولو پہلوان ہو۔ جاؤ ریاض جاری رکھو۔ فضول باتوں میں نہ پڑو...... دنگل ہو کی بازی گری سب پیٹ کے لئے ہے۔

اس مرد قلندر کی بات دل کو لگی اور یہ حقیر ..... پر تقصیر بہ طیب خاطر دھندے سے لگ

بہرحال کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اب اس قصے کو ختم کیجئے۔ نہ مجھے ادیبوں میں کیجئے اور نہ مشاہیر میں...... آپ تو بس دیکھا کیجئے کہ کس کتاب میں کس حد تک آپ بہلانے میں کامیاب ہوا ہوں اور مجھے لکھ بھیجا کریں!

آپ زیرولینڈ کی دو بڑی شخصیتوں سے روشناس ہو چکے۔ تھریسیا اور نانوتہ کہانی میں آپ تیسری بڑی شخصیت سے ملئے۔

والسلام

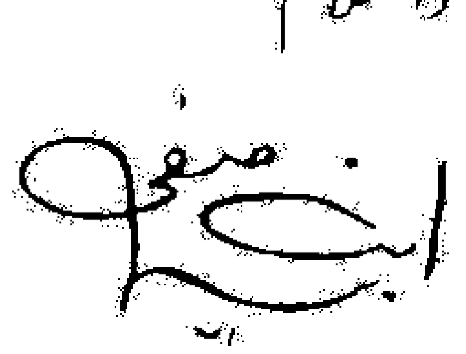

وہ دونوں

ریگم بالا شمال مشرقی پہاڑی سلسلے کا سب سے زیادہ خوبصورت شہر تھا۔ ایک طرف جدید آبادی تھی اور دوسری طرف قدیم خانقاہوں اور مٹھوں کی دنیا تھی۔ جدید آبادی ان قدیم خانقاہوں کے مقابل ایسی ہی لگتی تھی جیسے کسی نئی نسل نے پچھلوں سے ناتا توڑ کر اپنی الگ دنیا بسالی ہو۔

جدید آبادی میں وہ سب کچھ تھا جو ایک موڈرن شہر میں ہونا چاہئے اور حقیقت تو یہ ہے کہ جدید آبادی کا زیادہ تر انحصار ان سیاحوں پر ہی تھا جو ریگم بالا کی پرانی دنیا کی زیارت کے لئے آتے تھے۔

جدید آبادی میں ایک ایسی درسگاہ بھی تھی جہاں ملکی اور غیر ملکی طلباء کو آثار قدیمہ سے متعلق تعلیم دی جاتی تھی۔ غیر ملکی طلباء کے لئے ایک اعلیٰ درجہ کا بورڈنگ ہاؤز بھی تھا...... بنایا تو گیا تھا غیر ملکی ہی طلباء کے لئے لیکن وہاں مقامی طلباء بھی مقیم تھے۔

ٹلنی کار ماؤنٹ بلجیم سے آئی تھی اور بدھ تعلیمات پر ریسرچ کر رہی تھی۔ بلجیم کے محکمہ آثار قدیمہ نے اسے یہاں اسکالر شپ پر بھیجا تھا۔ اپنے ساتھ وہ کئی تعارفی خطوط بھی لائی تھی۔ ان سبھوں سے ملی جن کے نام خطوط لکھے گئے تھے۔ ولیم لیکا اس نامی شخص نے اسے بہت متاثر کیا۔ وہ بہت ہمدرد اور نرم دل آدمی ثابت ہوا تھا۔ فرانس کے محکمہ آثار قدیمہ سے تعلق رکھتا تھا اور یہاں وہ بھی بدھ مورتیوں پر ریسرچ کر رہا تھا۔ لیکن اس کا تعلق درسگاہ سے

نہیں تھا۔ اس نے تلنی کے لئے مزید مالی استفادہ کی راہ نکالی تھی۔ اس سے اپنے تحقیقی میں مدد لیتا تھا اور اس کے عوض ہر ماہ ایک معقول رقم ادا کرتا تھا۔

ہفتے میں دو بار دونوں ایک جگہ بیٹھ کر کام کرتے تھے۔ آج بھی تلنی درس گاہ لائبریری میں اس کی منتظر تھی۔ لیکن مقررہ وقت سے آدھا گھنٹہ زائد گزر جانے کے بعد نہ آیا...... یہ پہلا موقع تھا جب اس سے اس قسم کا کوئی بے اصولا پن سرزد ہوا تھا۔ ورنہ حالات میں اس سے زیادہ بااصول کوئی دوسرا آدمی تلنی کی نظروں سے نہیں گزرا تھا۔

آدھے گھنٹے کے بعد وہ لائبریری سے اٹھ گئی۔ بورڈنگ ہاؤس پہنچی اور جیسے ہی کمرے کا دروازہ کھولا اندر ایک لفافہ پڑا ملا جس پر اسی کا نام تحریر تھا۔

لفافے سے لیکراس کا ٹائپ کیا ہوا خط برآمد ہوا۔

''مس کارماؤنٹ

مجھے بے حد افسوس ہے کہ آج میں نہ آسکوں گا اور شائد دو ماہ تک نہ مل سکوں...... مشرق بعید کے سفر پر روانہ ہو رہا ہوں...... دو ماہ کے معاوضے کا چیک تمہیں دو تین دن میں مل جائے گا...... تم کہو گی کہ جب کام ہی نہیں تو معاوضہ کیسا...... لہٰذا کام بھی بتا رہا ہوں...... ان دنوں میرا ایک ہم پیشہ میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔ میرے تحقیقی کاموں میں روڑے اٹکا رہا ہے۔ اگر تم اس سلسلے میں میری مدد کرسکیں تو اسے ہر حال میں نیچا دیکھنا پڑے گا۔ تمہیں صرف اتنا کرنا ہے کہ دو مقامی افراد سے مل بیٹھو...... تم پر نظر انتخاب اس لئے پڑی ہے کہ اردو کی بھی ایک اچھی معلمہ ہو...... بہ آسانی اردو بول اور سمجھ سکتی ہو۔ تمہیں ان دونوں سے دوستی بڑھا کر ان کے ملنے جلنے والوں پر نظر رکھنی ہے۔ میرا نائب میتھوز تم سے رابطہ قائم رکھے گا۔ یہ دونوں مقامی افراد میرے اس حریف کے ملازم ہیں اور ایڈلفی کے کمرہ نمبر ستائیس میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ مرد کا نام قاسم ہے اور لڑکی کا نام رافعہ ابدالی ہے...... تم بہت ذہین ہو...... مجھے یقین ہے کہ یہ کام خوش اسلوبی سے انجام دو

گی۔

اگر تم یہ کام نہ کرنا چاہو تو میتھوز کو اپنے فیصلے سے آگاہ کرسکتی ہو۔''

تلنی نے کاغذ طے کر کے پھر لفافے میں رکھ دیا اور طویل سانس لے کر آگے بڑھ گئی۔

یہ کام اپنی نوعیت کے اعتبار سے دلچسپ بھی تھا اور مشتبہ بھی۔ تلنی سیدھی سادی زندگی گزارنے کی عادی تھی۔

وہ بڑی دیر تک اس کے متعلق سوچتی رہی پھر اس نے فیصلہ کیا کہ میتھوز سے رابطہ قائم کرکے کم از کم حالات کے رخ کو تو سمجھنا ہی چاہئے۔ اگر کوئی خطرناک مسئلہ نہ ہو تو اس آمدنی سے کیوں روگردانی کی جائے۔

وہ اپنے کمرے سے کامن روم میں آئی۔ یہاں ٹیلی فون تھا۔

اور وہ لیکراس کے فون نمبر سے واقف تھی۔ میتھوز اس کے ساتھ ہی رہتا تھا۔

اس نے میتھوز کو لیکراس کے خط کے بارے میں بتایا۔

''ہاں مس کارماؤنٹ......!'' دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''موسیو لیکراس نے مجھے ...ل سے متعلق ہدایات دی تھیں...... کل آپ کو چیک مل جائے گا۔''

''معاملہ کیا ہے......؟ میری تو ہمت نہیں پڑتی۔''

''ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے۔ دراصل میں خود یہ کام نہیں کرسکتا کیونکہ مسٹر لیکراس کا حریف مجھے پہچانتا ہے۔''

''اس سے بحث نہیں کہ حالات کیا ہیں۔'' تلنی بولی۔ ''میں تو معاملے کی نوعیت کو سمجھنا چاہتی ہوں۔''

''مسٹر لیکراس کے حریف کے ریسرچ ورک کا موضوع بھی وہی ہے جو مسٹر لیکراس کا ہے۔ مسٹر لیکراس اُس سے کئی قدم آگے جا رہے ہیں۔ انہوں نے ویران قلعے کے آس پاس ایک مدفون بستی کا پتہ لگایا ہے۔ موجودہ آثار قدیمہ کی تعمیر اس بستی کے زمین دوز ہو جانے کے تقریباً ایک ہزار سال بعد ہوئی تھی...... اوہو! ٹھہرئیے...... آپ کہیں اور ملئے...... فون پر اس طرح واضح نہیں کرسکوں گا۔''

''آپ درس گاہ کی لائبریری میں آجائیے...... میں وہاں آپ کا انتظار کروں گی۔ کتنی

دیر میں پہنچ جائیں گے۔"

"زیادہ سے زیادہ بیس منٹ بعد۔"

"اچھی بات ہے تو پھر وہیں جا رہی ہوں۔" تلنی نے کہا اور ریسیور کریڈل پر رکھ
تھوڑی دیر بعد وہ پھر اپنے کمرے سے نکل کر لائبریری کی طرف روانہ ہو گئی تھی۔
ٹھیک بیس منٹ بعد میتھوز سے ملاقات ہوئی۔ یہ چھوٹے قد اور مضبوط جسم کا
متوسط عمر کا آدمی تھا۔

"بات یہ ہے۔" وہ آہستہ سے بولا۔ "فون پر میں تفصیل میں نہیں جانا چاہتا تھا۔"

"میں سمجھ گئی تھی۔"

"موسیو لیکراس نے وہ مدفون بستی دریافت تو کر لی ہے لیکن ابھی تک یہاں کی حکو
کو اس سے مطلع نہیں کیا ہے۔"

"کیوں.....؟"

"موسیو لیکراس کا حریف بارسوخ آدمی ہے۔ وہ یقینی طور پر کوئی ایسا چکر چلا دے گا
موسیو لیکراس اپنے اس کارنامے کے انعام سے محروم ہو جائیں گے۔ یعنی اس دریافت کا
ان کے سر نہ بندھ سکے گا۔"

"اوہ.....اچھا.....!"

"اب صورت حال یہ ہے کہ اپنے خیال کی تصدیق کے لئے موسیو لیکراس چوری
کھدائی کرا رہے ہیں.....اس کے لئے انہوں نے کئی مقامی آدمیوں سے مدد لی ہے۔"

"میرے خیال سے انہوں نے یہ اچھا نہیں کیا۔"

"کیوں؟ مس کارماؤنٹ.....!"

"مقامی آدمی اپنی حکومت کو ضرور آگاہ کر دیں گے۔"

"ہرگز نہیں.....مس کارماؤنٹ! وہ ایسا نہیں کریں گے.....موسیو لیکراس نے
دانش مندی سے کام لیا ہے۔ انہوں نے انہیں بتایا ہے کہ وہ ایک صدیوں پرانے
خزانے کی تلاش میں ہیں لہٰذا اگر حکومت کو پتہ چل گیا تو ہم سب اس سے محروم ہو جائیں
گے.....ویسے وہ برابر کے حصہ دار ہوں گے۔"

وہ اپنی بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔

تلنی بھی مسکرائی تھی۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی تھی پھر بولی تھی۔

"مجھے کیا کرنا پڑے گا۔"

"موسیو لیکراس نے جن دو افراد کے بارے میں آپ کو لکھا ہے ان سے آپ کو دوستی
نی پڑے گی۔ لیکن آپ ان پر یہ ہرگز نہیں ظاہر ہونے دیں گی کہ آپ اردو بول اور سمجھ سکتی
ہیں.....ان سے ہمیشہ انگریزی میں گفتگو کیجئے گا۔"

"ہوں.....اچھا.....اور کچھ.....!"

"میں آپ کو ذرا اور تفصیل سے بتاؤں تو آپ پوری طرح سمجھ سکیں گی۔ آپ کو علم ہے
کہ موسیو لیکراس کا تعلق فرانس کے محکمہ آثار قدیمہ سے ہے۔ لیکن ان کا حریف آرا گاں غیر
کاری آدمی ہے۔ بہت دولت مند ہے اور آثار قدیمہ سے تعلق رکھتا ہے۔ مصر میں بھی
دائی کر چکا ہے۔ میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ یہاں بھی وہ خاصا بارسوخ ہے۔ لہٰذا
کاری اور غیر سرکاری ذرائع سے موسیو لیکراس کی راہ میں دیواریں کھڑی کر رہا ہے۔ یہاں کا
مشہور آدمی اس کی پشت پر ہے۔ دراصل ہمیں اسی آدمی کی مصروفیات سے باخبر رہنا
ہے۔ وہ کرنل فریدی کہلاتا ہے۔ یہ دو افراد جن کے بارے میں موسیو لیکراس نے آپ کو لکھا
ہے کہ کرنل فریدی کے خاص آدمی ہیں.....آپ کو ان دونوں کی گفتگو کو خاص طور پر نوٹ کرنا
کا جو وہ اردو میں کریں۔ اسی سے ہمیں کرنل فریدی کے متعلق معلومات حاصل ہو سکیں گی۔"

"میں سمجھ گئی۔ حقیقتاً مجھے اسی آدمی کرنل فریدی کے متعلق معلومات فراہم کرنی پڑیں گی۔"

"جی ہاں.....آپ ٹھیک سمجھیں۔" میتھوز نے کہا۔

اس کے علاوہ وہ رافعہ اور قاسم کا حلیہ اس کے ذہن نشین کرانے کی کوشش کرتا رہا تھا۔

کیپٹن حمید والا قافلہ ایڈلفی میں داخل ہوا۔ اُسے بہرحال لیری کراس اور اس کے
ساتھیوں کی ہمراہی میں سفر کرنا پڑا۔ اس کی گاڑی تو غائب ہی ہو چکی ہے۔

لیری کراس کی خوش مزاجی پر وہ راستے بھر قربان ہوتا آیا تھا اور ریما اُسے گھور رہی تھی۔ کبھی کبھی کہتی "اتنے زور سے نہ ہنسو کہیں ناک سے اسپرنگ نہ نکل جائیں۔"

لیکن وہ لیری کراس میں بڑی شدت سے دلچسپی لیتا رہا تھا۔

ایڈلفی میں انہیں کمرے مل گئے۔

شام تک وہ اپنے کمروں میں آرام کرتے رہے۔ ریما اور حمید ایک ہی کمرے میں اور وہ بات بات پر اسے بور کرتی رہی تھی۔ آخر حمید تھکی تھکی سی آواز میں کراہا تھا۔ "مجھے محسوس ہو رہا ہے جیسے معجزاتی طور پر میری شادی ہو چکی ہے۔"

"عورت کے بغیر مرد نامکمل ہے۔" ریما بولی۔

"ہاں ہاں...... اب دم نکل آئی ہے میرے۔"

"بچوں کی سی باتیں نہ کرو...... تمہیں اس قسم کی اداکاری کرتے رہنا ہے جیسے عنقریب ہم سچ مچ شادی کرلیں گے۔"

"اس کے لئے مجھے کیا کرنا پڑے گا۔"

"میں اگر تمہارے منہ پر جوتا بھی کھینچ ماروں تو بُرا نہ مانو میری ہاں میں ہاں ملاؤ۔"

"مقصد......؟" حمید نے سوال کیا۔

"لیری کراس پر یہ ظاہر کرنا کہ تم پوری طرح میری مٹھی میں ہو۔"

"اس سے کیا فائدہ۔"

"پھر وہی احمقانہ سوال۔"

"جوتا پھینک مارو منہ پر...... شائد سمجھ میں آجائے۔"

"وہ بات میں نے مثال کے طور پر کہی تھی......!" ریما جھلا کر بولی۔

"ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"وہ کیا ہے؟"

"تم اُس تنظیم سے چھٹکارا چاہتی ہو۔"

"یقیناً......!"

"کیا لیری کراس یا لیکراس کا خاتمہ اس کا سبب بن سکتا ہے۔"

"قطعی نہیں؟"

"پھر تم کیا کرنا چاہتی ہو۔"

"یہی تو سمجھ میں نہیں آتا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔ تم سے مل کر سازش تو کر بیٹھی ہوں۔"

"اس تنظیم میں شمولیت کس طرح ممکن ہے؟"

"یہ تنظیم کے کارکنوں کی مرضی پر منحصر ہے۔ جسے چاہیں تنظیم میں شامل کرلیں...... تم شریک نہ ہونا چاہو تو وہ زبردستی بھی کر سکتے ہیں۔"

"بھلا کس طرح۔"

"تمہیں زبردستی اٹھا لے جائیں گے اور برین واشنگ کر کے ایک ہفتے کے اندر ہی اندر نہیں اپنا بنالیں گے۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تم بھول جاؤ گے کہ تم کون تھے...... تمہیں اپنا نام ا یاد نہ آئے گا۔ پھر آہستہ آہستہ وہ صرف تمہاری صلاحتیں بیدار کریں گے۔ اکثر ایسا بھی تا ہے کہ صرف نظریات بدل دیئے جاتے ہیں۔ آدمی کی پچھلی شخصیت برقرار رہتی ہے۔ ال کے طور پر اگر وہ چاہیں تو فریدی کو تمہارے ہاتھوں قتل کرا سکتے ہیں۔ تم پوری طرح ہوش ں ہو گے۔ اپنے وجود اور شخصیت کا ادراک بھی رکھتے ہو گے لیکن تمہیں فریدی وہ نظر نہ آئے ا جو پہلے نظر آتا رہا ہے۔ تم اسے ایک اچھا آدمی سمجھنے کی بجائے درندہ سمجھنے لگو گے۔ ایسا ندہ جسے مار ڈالنے میں ہی تمہیں انسانیت کی فلاح و بہبود نظر آئے گی۔"

"خدا کی پناہ......!" حمید بوکھلا کر بولا۔

"لیکن میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔" ریما آہستہ سے بولی۔ حمید کو اس کی آنکھوں ں بے پناہ عزم کی چمک دکھائی دی تھی۔

وہ خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔ بے حد سنجیدہ نظر آرہی تھی۔ ہونٹ بھنچے ہوئے تھے اور تھنیاں سکڑ گئی تھیں۔

حمید نے تکئے کے نیچے سے پائپ نکالا اور اس میں تمباکو بھرنے لگا۔

"سنو......!" تھوڑی دیر بعد وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "کسی طرح کرنل کو آگاہ کر دو کہ اگر وہ دوبارہ ہاتھ آجائے تو اس پر ہرگز اعتماد نہ کرے۔"

"کیا مطلب......؟" حمید سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"اب وہ کرنل سے دغا کرے گا۔"

"صاف صاف کہو۔"

"اس بار تم لوگ چاروں طرف سے جکڑے جا رہے ہو۔ ناؤتہ سے جو غلطی ہو تھی وہ تیسری ناگن سے ہرگز نہ ہونے پائے گی۔ واجد کی بازیابی لیکراس کی اسکیم میں ہے۔ کسی نہ کسی طرح وہ دوبارہ کرنل کے ہاتھ لگے گا۔ اس کی یادداشت واپس آ گئی اس جگہ تک کرنل کی راہنمائی کرے گا جہاں میں اس سے ایک قدیم مصری دیوی کے میں ملا کرتی تھی اور وہاں پہنچنے کے بعد کرنل ایک بے بس چوہے کی طرح پھانس لیا جائے گا۔"

"خدا کی پناہ!" حمید نے بستر چھوڑ دیا۔

"زیادہ بوکھلانے کی ضرورت نہیں۔ بیٹھ جاؤ۔" ریما سرد لہجے میں بولی۔

"فی الحال میرے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے جس سے کرنل کو اس خطرے سے کر سکوں۔" حمید مضطربانہ انداز میں بولا۔

"فکر نہ کرو۔"

"کیا واجد دیدہ و دانستہ کرنل کو پھنسائے گا۔"

"دیدہ و دانستہ ہی سمجھو...... یہ بات اس کے ذہن نشین کرائی گئی ہوگی کہ فریدی میرے اور اس کے درمیان دیوار بن گیا ہے۔ لہٰذا اسے راستے سے ہٹائے بغیر وہ مجھے حا نہیں کر سکے گا۔"

"اور وہ دل میں کینہ رکھے ہوئے کرنل سے اظہار وفاداری کرتا رہے گا۔" حمید متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔

"تم ٹھیک سمجھے۔"

"بے حد خطرناک...... خدایا۔ میں کیا کروں!"

"ابھی سے ہمت ہار بیٹھے۔" وہ طنزیہ انداز میں مسکرائی۔

"نہیں مجھے کچھ کرنا چاہئے۔ ہم لوگ اسی کی اوٹ پٹانگ راہنمائی میں تو یہاں پہنچے ہیں۔"

"اسی لئے کہہ رہی تھی کہ اس بار شائد ان کا وار خالی نہ جائے...... اور ہاں سنو

جنم دوست بھی اسی ہوٹل میں موجود ہے۔"

"نہیں......!"

"ہاں...... اس کے ساتھ وہی لڑکی ہے جس کا ذکر میں نے کیا تھا۔"

"یہ تو بہت برا ہوا۔"

"کیوں......؟"

"میں خود کو اس پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔"

"تم میک اپ میں ہو۔"

"میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ میرے اس میک اپ سے واقف نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کبھی اس کے ساتھ رہ کر میں نے یہ اسپرنگ استعمال کئے ہوں۔"

"تب تو ہمیں ہوٹل فوری طور پر چھوڑ دینا چاہئے۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔" حمید طویل سانس لے کر بولا۔ اسے فریدی کی طرف سے فکر لاحق ہو گئی تھی۔

"اور تمہارا یہ کچا میک اپ بھی مجھے پسند نہیں...... چلو کہیں اور چلتے ہیں۔ میرے میک اپ میں تبدیلی کر دینا۔"

"اور وہ تمہاری پارٹی...... لیری کراس وغیرہ۔"

"میں اپنے طور پر کام کر رہی ہوں...... اسے صرف اپنی اس اسکیم سے آگاہ کر دوں گی۔ کہہ دوں گی میں مناسب نہیں سمجھتی کہ موٹا فی الحال کیپٹن حمید کو پہچان سکے۔"

"لیکن وہ یہاں مقیم ہیں۔"

"مجھے علم نہیں۔ میں کسی ایسے معاملے کے متعلق جس کا میری ذات سے تعلق نہ ہو کسی سے کچھ پوچھ بھی نہیں سکتی۔"

حمید پُرتفکر انداز میں آہستہ آہستہ اپنی بائیں کنپٹی سہلاتا رہا...... ریما چلی گئی۔ وہ غالباً اپنے ساتھیوں کو اس تبدیلی کی اطلاع دینے گئی تھی۔

اسپرنگ والا ریڈی میڈ میک اپ تکلیف دہ بھی تھا۔ زیادہ دیر تک برداشت نہیں کیا جا سکتا تھا۔ حمید نے سوچا چلو اچھا ہی ہوا کہ اب اس سے پیچھا چھوٹ جائے گا۔

ثلنی کارماؤنٹ ایڈلفی کے ڈائننگ ہال میں داخل ہوئی۔ آج وہ صرف حالات کا جائزہ لینے آئی تھی۔ ان دونوں کو دور سے دیکھنا تھا جن سے مل بیٹھنے کی ہدایت ملی تھی۔

لیکن اسے پسند تھا اس کے لئے وہ اس کام کو بخوبی انجام دے سکتی تھی اور بھی کیا تھا..... دو اجنبیوں سے دوستی...... ویسے بھی وہ مقامی آدمیوں سے ملنا چاہتی تھی گاہ میں زیادہ تر معمر قسم کے لوگ تھے جنہیں صرف پڑھنے کی دھن تھی...... ان میں سے کسی نے بھی اس کی طرف دوستی کا ہاتھ نہیں بڑھایا تھا۔

ڈائننگ ہال میں داخل ہوکر وہ صدر دروازے کے قریب ہی رک گئی۔ اچٹتی نظروں سے اس نے میزوں کا جائزہ لیا تھا اور پھر خود بھی ایک خالی میز کی طرف بڑھ گئی۔

سورج غروب ہو چکا تھا اور یہاں خاصی رونق تھی۔ قاسم اور رافعہ کو پہچان لینے میں اسے کوئی دشواری پیش نہ آئی کیونکہ میتھوز نے اس کے لئے ان کی تصاویر بھی فراہم کی تھیں۔

وہ دونوں اس سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھے۔ انکی آوازیں بخوبی سن سکتی تھی۔ اس نے بچپن میں دیوؤں کی کہانیاں پڑھی اور سنی تھیں لیکن کسی دیو کو دیکھنے کا اتفاق آج ہی ہوا تھا۔

عجیب سا خوف اس کے ذہن پر مسلط ہوگیا اور پھر جب اس نے اسے کھاتے دیکھا تو سوچنے لگی تھی کہ وہ یقینی طور پر شیطانی قوتوں کا حامل ہوگا۔

رافعہ اسے دلکش نظر آئی تھی۔ اس نے محسوس کیا کہ ہال میں موجود سارے آدمی دونوں کی طرف متوجہ ہیں۔ دونوں اپنی مثال آپ تھے۔ لڑکی بہت خوبصورت تھی اور مرد اس کا پوچھنا ہی کیا؟ گوشت کا پہاڑ تھا اور بکرے کی ایک مسلم ران کو اس بے دردی سے کھا رہا تھا جیسے اس میں ایک ریشہ بھی نہ لگا چھوڑنے کا تہیہ کر کے بیٹھا ہو۔

اب ثلنی سوچ رہی تھی کہ آخر ان دونوں سے دوستی کس طرح کی جا سکے گی۔ اسے دیوزاد سے بڑا خوف سا محسوس ہو رہا تھا۔

وہ ایک ران ختم کر کے دوسری کی طرف ہاتھ بڑھا رہا تھا کہ لڑکی بولی۔ "اب...

...ت ایسے نہیں رہے کہ تم اتنی فارغ البالی کے ساتھ کھا سکو۔"

"پرواہ مت کیجئے...... میں اپنا ایک آدھ اکاؤنٹ یہاں ٹرانسفر کرالوں گا...... اللہ کرے آپ بھی میری ہی طرح کھانے لگیں۔"

"ایسی بددعا نہ دو مجھے کہ جینے کے لالے پڑ جائیں۔"

"لالے پڑ جائیں چاہے کالے پڑ جائیں...... اللہ پاک نے آدمی کو کھانے ہی تے پیدا کیا ہے۔"

"اچھا خاموشی سے کھاؤ۔"

ثلنی ان کی گفتگو بخوبی سن رہی تھی۔

آخر کیوں کر ممکن ہے۔ اس نے سوچا۔ ان لوگوں سے کس طرح مل بیٹھا جائے اگر یہ خطرناک آدمی ثابت ہوا تو؟

دفعتاً اس نے اس کے ساتھ والی لڑکی کو چیخ مار کر کرسی سمیت الٹتے دیکھا اور خود بھی اٹھ کھڑی ہوگئی۔

کنفیشن چیئر

کئی اطراف سے لوگ دوڑ پڑے تھے۔ لڑکی فرش پر تڑپ رہی تھی اور اس کے حلق سے گھٹی گھٹی سی چیخیں نکل رہی تھیں۔ اس وقت یہاں اس ہوٹل میں زیادہ تر غیر ملکی لوگ تھے۔

رافعہ کے گرد انہیں کی بھیڑ لگ گئی۔ چیخوں کے درمیان ایک آدھ لفظ بھی اس کی زبان سے نکل جاتا تھا۔

"درد...... پیٹ...... درد...... پپ...... پیٹ......!"

ویٹر مقامی ہی تھے۔ انہوں نے غیر ملکیوں کو ان الفاظ کے معنی سمجھائے۔ ثلنی بھی اسی طرح آ ملی تھی اور قاسم کے قریب ہی کھڑی تھی۔

وہ سوچ رہی تھی کچھ بھی ہو اس سے بہتر موقع پھر ہاتھ نہیں آئے گا۔ لہٰذا وہ بات پکڑنے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔ ''تمہاری ساتھی کو کیا ہوا۔''

اس نے یہ بات انگریزی میں کہی تھی۔ قاسم نے چندھیائی ہوئی آنکھوں سے اُسے گھور کر کہا۔ ''ذرا رک رک کر بولئے تو میں سمجھ کر جواب بھی دے سکوں۔ میں انگریزی ... ہوں لیکن آپ لوگوں کی بولی میری سمجھ میں نہیں آتی۔''

ظلنی نے رک رک کر اپنا سوال دہرایا۔

''پتہ نہیں کھاتے کھاتے کیا ہوگیا...... بالکل ٹھیک تھیں۔''

''مجھے تم سے ہمدردی ہے۔''

''ہونی ہی چاہئے...... ہونی ہی چاہئے۔'' قاسم نے بوکھلا کر کہا۔ غالباً اب احساس ہوا تھا کہ وہ کسی عورت سے گفتگو کر رہا ہے اور صورت بھی ایسی تر و تازہ کہ بس ایسی تگڑی کہ ''قیا قہنا''

وہ رافعہ کی طرف سے توجہ ہٹا کر اس سے گفتگو کرتے رہنے پر کمربستہ ہوگیا۔

''آپ کی ہمدردی کا بہت بہت شکریہ...... ان کے پیٹ میں اکثر درد اٹھتا ہے اسی طرح تڑپنے لگتی ہیں۔''

''تو پھر تم کھڑے منہ کیا دیکھ رہے ہو...... ڈاکٹر کو فون کرو۔''

''ہم لوگ پردیسی ہیں...... آج ہی یہاں آئے ہیں...... کسی ڈاکٹر کو نہیں جانتے۔''

لیکن اتنی دیر میں وہاں اسٹریچر لایا جاچکا تھا۔ قاسم نے دیکھا کہ دوسرے اُسے اٹھا رہے ہیں تو جلدی سے آگے بڑھا اور دوسروں کو الگ ہٹا کر خود رافعہ کو اٹھانے لگا۔

وہ اپنے کمرے میں پہنچا دی گئی اور ہوٹل کے ذمہ داروں نے ڈاکٹر کو طلب کرلیا۔

اس وقت کمرے میں قاسم اور ظلنی کے علاوہ ہوٹل کا اسسٹنٹ منیجر اور ایک سفید فام غیر ملکی بھی موجود تھا۔ اس کے انگریزی بولنے کے انداز سے ظلنی نے اندازہ لگایا تھا کہ وہ فرانسیسی ہے۔

فرانسیسی! اوہ کہیں یہ لیکن اس کا وہی حریف تو نہیں ہے جس کا ذکر میتھوز نے کیا... اُسے اس کا نام بھی یاد آ گیا۔ آراگاں! یہ نام اس کی شخصیت سے ہم آہنگ بھی معلوم...

...جسمانی قوت اُس کی آنکھوں سے عیاں تھی اور جسم تو تھا ہی ورزشی۔

''کیا یہ تمہاری بیوی ہے۔'' ظلنی نے قاسم سے بہ آہستگی پوچھا۔ اس نے رافعہ کی طرف دیکھا جواب بالکل خاموش تھی۔ آنکھیں بند تھیں اور چہرہ پرسکون نظر آ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے مسلسل اذیت نے اسکے ذہن کو شل کر کے اعصاب پر بے حسی طاری کر دی ہو۔

''ن...... نہیں تو......!'' قاسم چونک کر بولا۔ ''میری تو ابھی شادی ہی نہیں ہوئی۔''

''اوہ...... تو گرل فرینڈ......!''

''نہیں جناب...... میں ان کا ملازم ہوں۔''

''یہ کیا کرتی ہے۔''

''پروفیسر ہیں۔''

''اوہو......!''

''میں ان کا اسسٹنٹ ہوں۔''

ظلنی کچھ اور کہنے والی تھی کہ ڈاکٹر آ گیا۔

ڈاکٹر اسسٹنٹ منیجر سے گفتگو کرنے لگا تھا۔ دفعتاً قاسم چونکا اور ان دونوں کی طرف متوجہ ہوگیا۔ ٹھیک اسی وقت اسسٹنٹ منیجر نے بھی قاسم ہی کی طرف اشارہ کیا تھا۔

''کیا پہلے کی بھی کوئی میڈیکل رپورٹ موجود ہے جناب۔'' ڈاکٹر نے قاسم سے پوچھا۔

''جی ہاں جناب پورا فائل موجود ہے۔'' قاسم نے کہا اور آگے بڑھ کر رافعہ کا سوٹ کیس کھولنے لگا۔

اس نے ایک فائل نکال کر ڈاکٹر کی طرف بڑھا دیا اور بُرا سا منہ بنائے ہوئے پھر ظلنی کے پاس آ کھڑا ہوا تھا۔

''فائل میں کیا ہے۔'' ظلنی نے پوچھا۔

''مختلف بیماریوں کے نقشے ہیں۔''

''نقشے......!''

''پتہ نہیں کیا...... جو کچھ بھی ہے۔ اس کی انگریزی بھول گیا ہوں۔''

قاسم نے بیزاری سے کہا اور ظلنی بیساختہ مسکرا پڑی۔ پھر قاسم بھنا کر بولا۔ ''...

میری نظر سے کوئی ایسی عورت نہیں گزری جو آئے دن بیمار نہ رہتی ہو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے
بیماریاں بھی ان پر عاشق ہو جاتی ہوں۔"

"تم بہت پریشان معلوم ہوتے ہو۔"

"ٹھینگے سے۔"

"کیا.....؟"

"مجھے ٹھینگے کی انگریزی نہیں معلوم۔"

ڈاکٹر نے مختلف اوقات کی رپورٹیں دیکھیں اور اسسٹنٹ منیجر بولا۔ "اکثر ایسے دورے پڑتے رہتے ہیں۔ کوئی مہلک یا متعددی بیماری نہیں ہے۔ اس لئے یہاں سے ہسپتال منتقل غیر ضروری ہوگا۔ البتہ ایک نرس بھیجی جا سکتی ہے۔"

"جرور..... جرور..... نرس تو بلقل جروری ہوغی..... آپ خرچے کی فکر نہ کریں" قاسم نے کہا۔

سفید فام غیر ملکی خاموش تھا۔ ڈاکٹر کے ساتھ وہ بھی باہر چلا گیا۔

اسسٹنٹ منیجر نے قاسم سے کہا۔ "ابھی نرس آ جائے گی جناب..... اس کے علاوہ جو خدمت ہمارے لائق ہو بے تکلفی سے فرما دیجئے گا۔"

"اچھا..... اچھا..... شقریہ۔" قاسم نے ایسے انداز میں کہا جیسے دل میں کہہ رہا ہو "اچھا اچھا..... اب تم بھی چلتے پھرتے نظر آؤ۔"

اسسٹنٹ منیجر چلا گیا۔

"میں کیا خدمت کر سکتی ہوں۔" ٹلنی بولی۔

"اب کیا بتاؤں..... یہ بے ہوش پڑی ہوئی ہیں..... اگر کوئی باتیں کرنے والا نہ ہو تو میرے پیٹ میں بھی درد ہونے لگتا ہے..... کیسی کھکھیڑ میں پڑا ہوں۔"

"کھکھیڑ کیا.....؟"

"مجھے کھکھیڑ کی انگریزی نہیں معلوم۔" قاسم نے بڑی معصومیت سے کہا۔

"تمہارا کمرہ کدھر ہے۔"

"برابر والا۔" قاسم بائیں جانب ہاتھ اٹھا کر بولا۔

پھر ٹلنی کو اندازہ لگانے میں دیر نہیں لگی تھی کہ وہ ایک بے ضرر اور سادہ لوح قسم کا آدمی ہے..... اس کے ڈیل ڈول کا خوف بھی ٹلنی کے ذہن سے محو ہو چکا تھا۔

وہ سوچنے لگی کہ اب اسے کس قسم کی گفتگو کرنی چاہیے۔ اتنے میں قاسم بولا۔ "میں پیٹ بھر کھانا بھی نہیں کھا سکا تھا۔"

"پھر کھا لینا۔"

"کیسے کھالوں گا..... ان کے پیٹ میں تو درد ہو رہا ہے۔"

"کیا تم اسی کے پیٹ میں کھا رہے تھے۔"

"آپ تو مذاق کرتی ہیں..... ہی ہی ہی۔"

"بہت بھولے آدمی ہو۔"

اس پر قاسم نے شرما جانے کی ایکٹنگ شروع کر دی تھی۔

اتنے میں نرس آ گئی۔ اسسٹنٹ منیجر اس کے ساتھ آیا تھا۔

"اب آپ لوگوں کی موجودگی غیر ضروری ہے۔" اس نے ان دونوں سے کہا۔

"جی ہاں..... جی ہاں.....!" قاسم بھنا کر بولا۔ "میں خود بھی اب یہاں نہیں رکنا چاہتا۔"

ٹلنی نے اسے حیرت سے دیکھا اور سوچنے لگی کہ آخر اُسے کس بات پر غصہ آ گیا ہے۔

وہ اٹھا تھا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے بعد ٹلنی اور اسسٹنٹ منیجر بھی کمرے سے نکلے تھے۔ قاسم راہداری میں کھڑا ملا۔

اسسٹنٹ منیجر تو آگے بڑھ گیا تھا لیکن ٹلنی وہیں رک گئی۔

"آخر تمہیں غصہ کس بات پر آیا تھا۔" اس نے قاسم سے پوچھا۔

"بدصورت نرسوں کو دیکھ کر مجھے بہت غصہ آتا ہے۔"

"کیوں.....؟"

"بدصورت تھی تو نرس کیوں بنی..... کسی سکول میں ٹیچری کر لی ہوتی۔"

"تم عجیب آدمی ہو۔"

"میں ڈائننگ ہال میں جانا چاہتا ہوں۔"

"تو چلو.....!"

وہ ڈائیننگ ہال میں آئے۔ یہاں قاسم والی میز اب بھی خالی تھی اور وہ اس پر جو
چھوڑ کر گیا تھا جوں کا توں موجود تھا۔ ایک ویٹر قریب ہی کھڑا غالباً اس کی نگرانی بھی کر رہا
قاسم نے نلنی کو کرسی پیش کی اور وہ شکریہ ادا کر کے بیٹھ گئی۔

دفعتاً وہ غیر ملکی پھر دکھائی دیا جسے اس نے رافعہ کے کمرے میں دیکھا تھا۔ وہ
آ کر قاسم سے رافعہ کی خیریت دریافت کرنے لگا۔

"نرس ہے اس کے پاس۔ اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں جانتا۔" قاسم نے بُرا سا
بنا کر کہا اور پھر ویٹر کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"اے یہ ران ٹھنڈی ہو گئی ہے...... پھر سے گرم کر لاؤ۔"

"بہت اچھا صاحب۔"

"ذرا ٹھہرو......!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ پھر نلنی سے پوچھا کہ وہ کیا کھائے گی۔

"شکریہ...... میں صرف کافی پیوں گی۔"

"اچھا تو قافی بھی لاؤ......!" قاسم نے ویٹر سے کہا۔

جب وہ چلا گیا تو نلنی بولی۔ "تم اتنے دلچسپ آدمی ہو کہ تم سے دوستی کرنے کو
چاہتا ہے۔"

"ضرور کرو...... میں بہت خوشی محسوس کروں گا۔"

غیر ملکی قاسم کی بے توجہی پر بور ہو کر پہلے ہی جا چکا تھا۔

"تم لوگ عجیب ہو۔" نلنی نے کہا۔ "یہاں لڑکیاں بھی پروسیکٹنگ کرتی ہیں۔ میرے
ملک کی لڑکیاں تو صرف آرٹسٹ بننا چاہتی ہیں۔"

"مقدر ہے اپنے اپنے ملک کا......!" قاسم ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "میرے ملک
کی لڑکیوں کا تو جواب ہی نہیں ہے...... سوکھی ساکھی مرگھلی...... اب مریں اور تب مریں۔"

"کیا مطلب......؟" وہ اسے حیرت سے دیکھتی ہوئی بولی۔

"اب مطلب کیا بتاؤں...... تم نہیں سمجھ سکو گی۔"

"کوشش کروں گی۔"

"یہ قیا قہہ دیا میں نے......!" قاسم اردو میں بڑبڑایا۔ "قہیں بھڑق نہ جائے۔"

"کیا کہہ رہے ہو۔"

"کچھ نہیں...... کچھ نہیں۔" وہ کھسیانی ہنسی کے ساتھ بولا۔

"کچھ تو...... کیا تم اپنی زبان میں مجھے گالیاں دے رہے ہو۔"

"ارے...... نہیں تو یہ لاحول ولا کوت......!"

"اس کے کیا معنی ہیں۔"

"مجھے تو یہ لاحول ولا کوت کی انگریزی نہیں معلوم۔" قاسم مسمسی صورت بنا کر بولا۔

"یہ تو دشواری کی بات ہوئی۔ میں تمہاری بہت سی باتیں نہ سمجھ سکوں گی۔"

"کیا تم میری باتیں سمجھنا چاہتی ہو۔"

"کیوں نہیں...... ہم دوست بن گئے ہیں نا۔"

"میں اس قابل نہیں ہوں۔" قاسم گلو گیر آواز میں بولا۔

"کیوں......؟ کیوں......؟"

"آج تک کسی لڑکی نے میری باتیں سمجھنے کی کوشش نہیں کی...... میں ایسا ہی اُلو کا پٹھا ہوں۔"

"اُلو کا پٹھا کیا......؟"

"سن آف این آؤل......!"

"اوہو...... تو کیا تمہارا نسبی نام آؤل ہے۔"

"نہیں تو......!"

"بعض اقوام میں اُلو کو برگزیدہ سمجھا جاتا ہے۔ کیا تم ایسی ہی کسی قوم سے تعلق رکھتے ہو۔"

"ارے قباپ رے...... یہ تو جان کو آ گئی۔" قاسم پھر اردو میں بڑبڑایا۔

"کیا کہا......!"

"کچھ نہیں...... کچھ نہیں...... تم بہت اچھی ہو۔"

"شکریہ...... تم بھی بہت اچھے ہو اور میں کسی طرح بھی تمہیں اُلو کا بیٹا تسلیم کر لینے پر
نہیں ہوں۔"

"میں تو یہی سمجھتا ہوں۔" قاسم جھنجھلا کر بولا۔

"تمہارا ذاتی مسئلہ ہے...... تم خود سمجھتے ہو۔"

"تو کیا ہم ہمیشہ دوست رہیں گے.....!" قاسم ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"بالکل ہمیشہ.....!" علنی نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

اس کے بعد قاسم ویٹر کی طرف متوجہ ہوگیا جو اس کے لئے بکرے کی ران گرم کر کے اور میز پر کافی کا سامان لگا رہا تھا۔

ران ہاتھ میں آئی تو قاسم علنی کے وجود ہی کو فراموش کر بیٹھا۔ وہ بھی خاموشی سے پیتی رہی۔ سوچ رہی تھی عجیب آدمی ہے۔ اتنا کیم شحیم آدمی اس نے پہلی بار دیکھا تھا۔ عقل کی کوئی چیز شائد اس کے قریب ہی سے نہیں گزری۔ بھلا یہ کیا کسی کے لئے کام کرے گا! شائد موسیو لیکر اس کو غلط فہمی ہوئی ہے۔

خیر وقت اچھا گزرے گا.....لیکن اسے اٹھ ہی جانا چاہئے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ دیدہ دانستہ خودکو بیوقوف ظاہر کر رہا ہو۔

پھر قاسم ران ابھی ختم نہیں کر پایا تھا کہ وہ اٹھ گئی تھی۔

قاسم کے منہ میں ایک بڑی سی بوٹی تھی۔ اس لئے وہ کچھ نہ کہہ سکا تھا۔

حمید اور ریما ٹوورسٹس ہیون میں منتقل ہو گئے تھے اور حمید نے اس سے پہلے نہ صرف مستقل میک اپ کیا تھا بلکہ ریما کا حلیہ بھی بالکل بدل کر رکھ دیا تھا۔

اپنا میک اپ دیکھ کر ریما نے بُرا سا منہ بنایا۔

"کیوں.....کیا ہوا.....؟" حمید اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"میں کوئی جاپانی لڑکی لگتی ہوں۔"

"اینگلو جاپانی.....تمہارا باپ انگریز تھا اور ماں جاپانی۔"

"آخر اتنے بیہودہ میک اپ کی کیا ضرورت تھی۔"

"مجھے ایسے ہی چہرے والی لڑکیاں پسند ہیں۔ ابھری ہوئی آنکھوں اور چپٹی ناک والیاں۔"

"اب میرا نام کیا ہے۔"

"وہی جو ہوٹل کے رجسٹر میں درج ہے؟"

"میں نہیں جانتی تم نے کیا لکھوایا ہے؟"

"مایوکو یوکی.....!"

"مجھے یاد نہیں رہے گا۔"

"میں صرف یوکی کہوں گا۔"

"تمہارا کیا نام ہے.....تم نے اپنا حلیہ جاپانیوں ہی جیسا کیوں نہیں بنایا۔"

"جاپانی زبان نہیں بول سکتا۔"

"مجھے بھی نہیں آتی جاپانی۔"

"تمہاری ماں بچپن ہی میں مرگئی تھی اور تمہارا باپ تمہیں انگلینڈ لے گیا تھا۔ وہیں تو پلی بڑھی تھیں اس لئے انگریزی کے علاوہ کوئی دوسری زبان تمہیں نہیں آتی۔"

"اور تمہاری پرورش کسی ریچھ کے غار میں ہوئی تھی۔"

"میری شکل ایسی تو نہیں ہے۔"

"ختم کرو یہ فضول باتیں.....میں تمہیں کس نام سے پکاروں گی۔"

"ہوٹل کے رجسٹر میں میرا نام.....!" حمید جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہوگیا۔ اسے اپنا چکراتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

"کیوں؟ کیا بات ہے!" ریما اسے غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔

"م.....میرا.....نن.....!" حمید نے جملہ پورا کرنے کی ناکام کوشش کی..... زبان لڑکھڑا رہی تھی اور پھر اس نے محسوس کیا کہ وہ ارادی طور پر کرسی سے اٹھ بھی نہیں سکتا۔

اب وہ بے بسی سے چائے کے برتنوں کو دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر قبل اس نے رہائشی کمرے میں چائے طلب کی تھی۔ تو کیا چائے میں کوئی نشہ آور چیز تھی۔

دفعتاً اُسے پھر ریما کی طرف متوجہ ہونا پڑا کیونکہ وہ کرسی سے فرش پر لڑھک آئی تھی۔

حمید نے اسے پکارنا چاہا لیکن حلق سے ایک عجیب بے ہنگم سی آواز نکل کر رہ گئی۔

ریما بے حس و حرکت فرش پر پڑی تھی۔ اب حمید کا ذہن تیزی سے تاریکی کی دلدل میں غرق ہوتا جارہا تھا۔ اندھیرا...... گہرا اندھیرا۔

پتہ نہیں کتنی دیر تک اسی کیفیت میں گزارے تھے لیکن ہوش آنے پر اس نے فوراً ہی محسوس کیا کہ وہ ٹورسٹس ہیون کے اقامتی کمرے میں نہیں ہے۔

اُسے وہ کیفیت بھی جلد ہی یاد آ گئی جو وہاں اس کے ذہن پر گزری تھی۔ ریما

ریما...... پر کیا گزری...... وہ بھی تو بے ہوش ہو کر گری تھی۔

وہ اٹھ بیٹھا...... بڑا آرام دہ بستر تھا اور خود اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے پوری نیند لینے کے بعد بالکل ترو تازہ بیدار ہوا ہو۔

ذہن آئینے کی طرح شفاف تھا۔ وہ سامنے والے دروازے کی طرف بڑھا۔ چند لمحے رک کر ہینڈل گھمایا اور آہستہ سے دھکا دیا۔ دروازہ کھلتا چلا گیا۔

یہ باتھ روم تھا۔ جہاں ضرورت کی ساری چیزیں موجود تھیں۔

کچھ دیر بعد جب وہ باتھ روم سے برآمد ہوا تو میز پر ناشتے کی ٹرے بھی رکھی دکھائی دی۔

اُسے کون لایا تھا؟ اس کا جواب اس کا ذہن کیوں کر مہیا کر سکتا۔ بظاہر اس باتھ روم کے علاوہ یہاں کوئی اور دروازہ موجود نہیں تھا۔

کافی پاٹ سے بھاپ نکل رہی تھی۔ گرما گرم نیم برشت انڈے خاص قسم کے فلیور دلیا...... ایک گلاس میں تازہ پھلوں کا رس بھی تھا۔

ناشتے کے بعد تمباکو کی خواہش جاگی تھی اور وہ مضطربانہ انداز میں اٹھ گیا تھا۔ ضروری نہیں تھا کہ انہوں نے اس کا بھی خیال رکھا ہو۔ ایک طرف اس کا سوٹ بڑے سلیقے سے پریس کیا ہوا رکھا تھا۔ اس کے قریب ہی تمباکو کی پاؤچ اور پائپ بھی مل گیا۔

دیکھئے یہ مہمان نوازی کیا گل کھلاتی ہے؟ حمید نے سوچا! لیکن وہ کچھ بھی تو نہیں جانتا فریدی کی اسکیموں کے متعلق...... وہ اس سے کیا معلوم کر سکیں گے۔

پائپ سلگا کر وہ بستر کے قریب پڑی ہوئی آرام کرسی پر نیم دراز ہو گیا۔

اب وہ پھر غنودگی سی محسوس کر رہا تھا۔ آہستہ آہستہ پپوٹے بوجھل ہوئے جارہے تھے۔

اُس نے غیر ارادی طور پر پائپ راکھ دان میں الٹ دیا۔

نیند ایک سرور آمیز گدگدی بن کر رگ و پے میں دوڑتی محسوس ہو رہی تھی۔ پل بھر میں گہری نیند سو گیا۔

پھر آنکھ کھلی تھی کسی کی چیخ سن کر...... کوئی عورت مسلسل چیخے جارہی تھی۔ بوکھلا کر اس نے اٹھ جانا چاہا لیکن ممکن نہ ہوا...... وہ ایک کرسی میں جکڑا ہوا تھا۔

پھر بھی چیخ کی سمت اس کا سر گھوم گیا۔ صرف سر ہی گھما سکتا تھا۔

"ریما......!" بے اختیار اس کی زبان سے نکلا۔

وہ بھی تھوڑے ہی فاصلے پر دوسری کرسی سے جکڑی نظر آئی۔ دو آدمی اس کے قریب کھڑے تھے اور وہ ہذیانی انداز میں چیخے جارہی تھی۔

دونوں میں سے ایک آدمی سوئچ بورڈ کی طرف بڑھا اور ایک سوئچ آف کر دیا۔

ریما کی چیخیں بتدریج مضمحل ہوتی جارہی تھیں اور آخر کار وہ بالکل خاموش ہو گئی۔

اس کا منہ دوسری طرف تھا اس لئے حمید اندازہ نہ کر سکا کہ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں یا خاموشی کا سبب بے ہوشی ہے۔

وہ دونوں آدمی آہستہ آہستہ گفتگو کر رہے تھے۔ دفعتاً حمید نے محسوس کیا کہ ان میں سے ایک اسے کینہ توز نظروں سے دیکھ رہا ہے۔

دوسرا پھر سوئچ بورڈ کی طرف بڑھا اور ایک سوئچ آن کر دیا۔ دوسرا آدمی اب ایک ٹرالی دھکیل کر ریما کے قریب لا رہا تھا۔ حمید نے اس ٹرالی پر ایک بڑا سا ٹیپ ریکارڈر رکھا دیکھا۔

اوہو...... تو یہ مردود اس کا اعتراف ریکارڈ کرانے کا ارادہ رکھتے ہیں......! حمید نے اب کچھ کرنا چاہئے۔ اگر وہ اس سے کچھ اگلوا لینے میں کامیاب ہو گئے تو دونوں کی خیر نہیں۔

اس نے چمڑے کے تسموں پر زور آزمائی شروع کر دی اور دفعتاً اس نے محسوس کیا کہ بائیں جانب والے تسموں سے وہ بہ آسانی اپنا ہاتھ نکال سکے گا۔

اس نے کنکھیوں سے ان دونوں آدمیوں کی طرف دیکھا۔ وہ ٹیپ ریکارڈر پر جھکے ہوئے تھے اور ان کا رخ بھی حمید کی جانب نہیں تھا۔

بایاں ہاتھ اس نے تسموں کی بندش سے نکال لیا اور بائیں پیر کا تسمہ کھولنے لگا جو پائے سے بندھا ہوا تھا۔

وہ دونوں اب بھی ٹیپ ریکارڈر پر جھکے ہوئے تھے۔ پھر ان میں سے ایک اسے ٹسٹ کرنے لگا۔

اتنی دیر میں حمید پوری طرح آزاد ہو چکا تھا۔

خوفناک غبارے

ریما کی آواز سن کر اس نے اس کی طرف سر گھما دیا۔ احتیاطاً ابھی اس نے اپنے ہاتھ تسموں کے اندر ہی رکھ چھوڑے تھے۔

ریما بول رہی تھی۔ "ہاں میں کیپٹن حمید کو دل و جان سے چاہتی ہوں۔ اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ میں نے اسے وہ کچھ بتا دیا ہے جس کا علم مجھے تھا۔ میں نے اسے بتا دیا ہے کہ تنظیم سے متنفر ہو چکی ہوں۔

کل کی بہتر دنیا کے لئے میں آج کی درندگی برداشت نہیں کر سکتی۔ آج کا لہو کل کے پھولوں کی سرخی بنے۔ میں اسے پسند نہیں کرتی۔ تنظیم کے سربراہوں نے میرے باپ کو محض اس لئے ختم کر دیا کہ وہ ان کے کام کا نہیں رہ گیا تھا...... تم لوگ آدمی کو مشین سمجھتے ہو۔ تم سب پر لعنت بھیجتی ہوں۔ کرنل فریدی کے ساتھ مل کر میں تنظیم کے پرخچے اُڑا دوں گی۔"

وہ خاموش ہو گئی اور سامنے والی دیوار سے آواز آئی۔ "مقامی سربراہ کے متعلق تم نے کیپٹن حمید کو کیا بتایا ہے؟"

دفعتاً حمید اپنی کرسی سے اٹھا اور ان دونوں پر ٹوٹ پڑا جو ریما کی کرسی کے قریب کھڑے ہوئے تھے۔

ایک کے جبڑے پر اس کا گھونسہ پڑا تھا اور دوسرے کے پیٹ پر ٹھوکر لگی تھی۔

ٹھوکر کھانے والا تو پھر اٹھ ہی نہ سکا لیکن دوسرا جوابی حملہ کر بیٹھا تھا۔

حمید نے محسوس کیا کہ وہ طاقتور بھی ہے۔ وہ اس سے لپٹ پڑا تھا۔

اچانک سامنے والی دیوار سے آواز آئی۔ "کیا ہو رہا ہے...... وہ خاموش کیوں ہو گئی۔"

حمید کے حریف نے کچھ کہنا چاہا تھا کہ حمید نے اس کا منہ دبا دیا۔ دوسرا آدمی بے حس و حرکت فرش پر پڑا رہا۔ غالباً وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ حمید نے بڑی بیدردی سے اس کے پیٹ پر ٹھوکر رسید کی تھی۔ ایسی ضرب تو کسی کو موت کے گھاٹ بھی اتار سکتی تھی۔

اب وہ دوسرے کا منہ دبائے ہوئے اس کا گلا گھونٹنے کی کوشش کر رہا تھا۔

دیوار سے پھر آواز آئی۔ "کمرہ نمبر تیرہ میں کیا ہو رہا ہے۔"

"ٹیپ ریکارڈر خراب ہو گیا ہے۔" حمید نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"جلدی کرو۔" آواز آئی۔

"بس ایک منٹ۔"

حمید کے حریف کی مدافعت کمزور پڑتی جا رہی تھی اور بالآخر وہ بھی بے حس و حرکت ہو کر گرفت سے پھسل گیا۔

حمید بڑی پھرتی سے ریما کی کرسی کے تسمے کھولنے کے لئے جھکا تھا۔ ریما نے کھنکار کر اپنی طرف متوجہ کیا اور اس میں کامیاب ہو جانے کے بعد آنکھوں سے اشارہ کیا کہ پہلے سامنے والی دیوار کے سارے سوئچ آف کر دے۔

حمید نے اس میں دیر نہیں لگائی تھی۔ پھر ریما کو آزاد کیا تھا اور وہ اس سے لپٹ کر کسی ننھی بچی کی طرح زار و قطار رونے لگی تھی۔

"ارے...... بس......!" حمید نروس ہو کر بولا۔ "اب یہاں سے نکل بھاگنے کی فکر کرو...... کہیں ہم نہ پھنس جائیں۔"

"اس کمرے میں ان دونوں کی اجازت کے بغیر کوئی بھی داخل نہیں ہو سکتا۔" وہ ہچکیاں لیتی ہوئی بولی۔

"تو پھر ان دونوں کے اٹھ بیٹھنے کے امکانات ختم کر دیئے جائیں۔" حمید نے کہا اور الٹ کر کے ان دونوں بے ہوش آدمیوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔

پانچ منٹ کے اندر ہی اندر اس نے ان دونوں کو کرسیوں سے جکڑ دیا تھا۔

اس دوران میں ریما بھی اپنی حالت پر قابو پا چکی تھی۔

"اب ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہئے۔" وہ اس کے قریب آ کر آہستہ سے
"ورنہ وہ......!"

اس نے سامنے والی دیوار کی طرف اشارہ کیا تھا اور خاموش ہوگئی تھی۔ پھر
پکڑ کر وہ دروازے کی طرف بڑھی۔

دروازہ کھول کر وہ ایک کاریڈور میں داخل ہوئے جس میں دو رویہ کمرے تھے۔

راہداری کے سرے تک کوئی بھی دروازہ کھلا ہوا نہیں ملا تھا۔

راہداری کے سرے پر رک کر ریما آہستہ سے بولی۔ "نکل جانا آسان کام نہ
دروازے میں اوپر جانے کے لئے زینے ہیں۔"

"اوپر جا کر ہم کیا کریں گے۔"

"ہیلی کاپٹر ہی کے ذریعے فرار ممکن ہوگا۔ اوپر دو ہیلی کاپٹر ہر وقت موجود رہتے

ریما نے کہا اور دروازے کا ہینڈل گھمانے ہی والی تھی کہ حمید اُسے روکتا ہوا بولا۔ "ٹھہرو

"کیا بات ہے۔" وہ چونک پڑی۔

"یہاں اندازاً کتنے آدمی ہوں گے۔"

"اوپر دو مسلح محافظوں سے مڈبھیڑ ہو سکتی ہے۔"

"میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے......کم از کم ایک ریوالور ہی ہوتا۔"

"کوئی تدبیر کی جائے گی۔ میں نے تم سے صرف محتاط رہنے کو کہا تھا۔"

"کیا ان محافظوں کو اس کا علم ہوگا کہ اب تمہاری حیثیت ایک قیدی کی سی ہے۔"

"ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی ہو سکتا۔" ریما نے کہا اور ہینڈل گھما کر دروازے کو دھکا

لیکن دروازہ کسی قدر کھل کر دوسری طرف کسی چیز سے ٹکرایا تھا۔ پھر فوراً ہی ایک
دروازے کے پیچھے سے نمودار ہوا۔

ان پر نظر پڑتے ہی اُس کا منہ حیرت سے کھل گیا......لیکن ہی لمحہ
کسی خونخوار بھیڑیے کی طرح اس پر جھپٹ پڑا تھا اور اس کی گردن اس کی گرفت میں
پر وہ اس حد تک دباؤ ڈال رہا تھا کہ غشی طاری ہو جائے۔

اس کے بے حس و حرکت ہو جانے میں دیر نہیں لگی تھی۔ حمید نے ہولسٹر اور کار

اس کے جسم سے الگ کر لی۔

"واقعی تم حیرت انگیز ہو۔" ریما ہانپتی ہوئی بولی۔ "اب چپ چاپ اوپر چلے چلو۔"

اٹھارہ سیڑھیاں طے کر کے وہ چھت پر پہنچے تھے۔ یہ عمارت چاروں طرف سے اونچی چٹانوں کے درمیان گھری ہوئی تھی اور چٹانوں سے بھی زیادہ بلندی ہی سے دیکھی جا سکتی تھی۔

یہاں دو ہیلی کاپٹر ضرور موجود تھے لیکن کوئی آدمی نہ دکھائی دیا۔

"کیا تم پائلٹ کر سکو گے۔" ریما نے اس سے پوچھا۔

"اگر یہ معمولی قسم کے ہیں۔"

"عام ہیلی کاپٹروں جیسے ہیں۔ ان کے نظام میں کوئی پیچیدگی نہ پاؤ گے۔ بس یہی دو ہیں یہاں۔"

"اچھا تو پھر ایک کو میں اس قابل نہ رہنے دوں کہ فوری طور پر ہمارا تعاقب کیا جا سکے۔"

"کیا تم ایسا کر سکو گے۔" ریما کا لہجہ مسرت سے بھرپور تھا۔

"یقیناً......!"

"تم تو سچ مچ مجھے حیرت میں ڈالے دے رہے ہو۔"

حمید ایک ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھا اور دو منٹ کے اندر ہی اندر اس کے انجنوں کو ناقابل استعمال بنا دیا۔ اس کے بعد وہ دوسرے ہیلی کاپٹر میں جا بیٹھے تھے۔

ریما قہقہہ مار کر ہنسی جب دوسرا ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہونے لگا۔

"کدھر......!" حمید نے کمپاس پر نظر جمائے ہوئے پوچھا۔

"مشرق کی طرف۔"

"آخر یہ ہوا کیونکر......!" حمید نے پرواز کی سمت متعین کرتے ہوئے پوچھا۔

"میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں۔ میں تو ورسٹس بیون کے کمرے میں بے ہوش ہوئی تھی اور پھر خود کو کنفیشن چیئر پر پایا تھا۔ ان کرسیوں کا عجیب حال ہے۔ یہ انسانی اعصاب کو جھوٹ بولنے کے قابل رہنے ہی نہیں دیتیں۔"

"تم انہیں میرے متعلق بہت کچھ بتا چکی تھیں۔"

"ہاں...... میں کسی طرح بھی...... زبان کو نہیں روک سکی تھی۔ تم نے بیک وقت دونوں پر حملہ کیا تھا۔ اگر وہ مجھ سے یہ بھی معلوم کر لیتے کہ میں نے تمہیں کیا کیا بتایا ہے کرنل فریدی پر ہاتھ ڈالنے کے لئے تمہیں ذریعہ بنانے کا ارادہ ملتوی کر دیتے۔"

"کیا مطلب......؟"

"تمہیں فوراً ختم کر دیتے اور شائد میرا بھی یہی حشر ہوتا۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ ریما تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولی۔ "اب شائد ہی وہ مجھ پر ہاتھ ڈال سکیں"

"کیا واقعی تم ایسی ہی ہو۔"

"دیکھ لینا......!" ریما مسکرائی۔

"تو تم میرے متعلق سچ بول رہی تھیں۔"

"تمہیں اس میں شبہ نہ ہونا چاہئے۔"

"آخر یہ عورتیں اتنی جلدی چاہنے کیوں لگتی ہیں۔"

"ہر عورت اپنے آئیڈیل کی تلاش میں رہتی ہے۔"

"خدا کی پناہ! تو کیا میں کسی کا آئیڈیل بننے کی بھی صلاحیت رکھتا ہوں۔"

"بہت زیادہ کیپٹن! تمہیں اب تک کتنی عورتیں چاہ چکی ہیں۔"

"تعداد یاد نہیں...... لیکن یہ ضرور بتا سکوں گا کہ بہت زور شور سے چاہتی ہیں۔ پھر دو دن اتنی ہی شدت سے بور ہو کر اپنی راہ لیتی ہیں۔"

"تم سے بور ہو کر......!"

"ہاں...... ہاں......!"

"میں یقین نہیں کر سکتی...... دنیا کی کوئی عورت کم از کم تم سے بور نہیں ہو سکتی۔"

"ہر عورت ابتداء میں مجھے اس پر یقین دلانے کی کوشش کرتی ہے۔"

"تم جھوٹے ہو۔"

"مت یقین کرو...... خود ہی دیکھ لوگی۔"

ریما خاموش ہو گئی۔ ہیلی کاپٹر کی پرواز جاری تھی۔ حمید اب بولنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ حلق پھاڑنا پڑتا تھا۔ لیکن پھر بھی ایک سوال تو باقی ہی تھا۔ آخر وہ اس طرح اسے کہاں

چاہتی ہے۔"

جواب میں ریما بولی تھی۔

"بس خاموشی سے چلے چلو...... کمپاس پر میری نظر ہے۔ جہاں لینڈ کرنے کو کہوں اُتار اس طرح ایک ہیلی کاپٹر بھی ہمارے قبضے میں آ جائے گا۔"

"اوہو...... تو کیا تم اسے دوبارہ استعمال بھی کر سکو گی۔"

"دیکھا جائے گا...... تم بات بات پر بحث کیوں کرنے لگتے ہو۔"

"بور ہونا شروع ہو گئیں آخر......!" حمید ہنس کر بولا۔

"ٹھہرو...... ہاں...... ہمیں یہیں اترنا ہے۔"

"اچھی طرح اطمینان کر لو......!" حمید نے کہا۔

ہیلی کاپٹر فضا میں تھم گیا تھا۔

ریما نے ہنس کر کہا۔ "میں اتنی اناڑی نہیں ہوں...... چلو...... اتارو نیچے۔"

آخر کار وہ ایک جگہ ٹک گیا۔ حمید ڈر رہا تھا کہ کہیں وہ کسی غیر مسطح جگہ سے نہ ٹکرا جائے۔

"تم نے دیکھا......!" ریما اس کے چہرے کے قریب انگلی نچا کر بولی۔

حمید نے انجن کا سوئچ آف کر دیا۔

"نیچے اُترو......!" ریما نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا اور ہیلی کاپٹر سے اترنے کے بعد وہ اس کی صحیح اندازہ کرنے کی صلاحیت کا قائل ہو گیا۔

چٹان کا یہ حصہ اتنا سپاٹ اور مسطح تھا جیسے خاص طور پر اسی کام کے لئے تراشا گیا ہو۔

"میں ذاتی طور پر ایسی کئی جگہوں سے واقف ہوں۔" ریما مسکرا کر بولی۔

"میرے ساتھیوں کو ان کا علم نہیں۔ بہت عرصہ سے یہ چیز میرے ذہن میں تھی کہ کبھی تنظیم سے انحراف کا موقع مجھے ضرور ملے گا۔ لہٰذا میں ایسی کمین گاہوں کی تلاش میں رہا کرتی تھی۔"

"کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ ہیلی کاپٹر یہاں ان کی نظروں سے محفوظ رہ سکے گا۔"

"قطعی نہیں...... میں ابھی اس کو وہاں لے جاؤں گی جہاں پرندہ بھی پر نہ مار سکے۔"

حمید نے طویل سانس لی اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"ذرا ادھر آؤ میرے ساتھ۔" ریما اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف بڑھتی ہوئی بولی۔

وہ اسے اس چٹان کے سرے پر لے آئی۔

"نیچے دیکھو.....!"

حمید بتائی ہوئی سمت دیکھنے لگا۔ ایک گہرا غار تھا..... اتنا گہرا کہ اس کی تہہ تاریکی میں ڈوب گئی تھی۔

"میں اسے نہ صرف نیچے اتار لے جاؤں گی بلکہ دس منٹ بعد پھر یہیں تمہارے ... موجود ہوں گی۔"

"اب میرے متحیر ہونے کی باری آئی ہے۔" حمید طویل سانس لے کر بولا۔

"اچھا تم بھی چلو میرے ساتھ! لیکن اس بار میں پائلٹ کروں گی۔" ریما نے کہا اور پھر ہیلی کاپٹر کی طرف پلٹ آئے۔

حمید اس وقت اس کی مہارت پر دنگ رہ گیا تھا۔ جب وہ ہیلی کاپٹر کو اس غار میں ... رہی تھی۔ غار میں اندھیرا تھا۔ اسلئے اس نے ہیلی کاپٹر کے سارے بلب روشن کر دیئے تھے۔

آخر کار ہیلی کاپٹر کا نچلا حصہ زمین سے لگا اور اس کا انجن بند کر دیا گیا۔

بلب اب بھی روشن تھے۔

"اب اس کے بعد ہم کہاں جائیں گے۔" حمید نے سوال کیا۔

"ہم یہیں کافی دنوں تک قیام کر سکتے ہیں۔" ریما بولی۔ "یہ ہیلی کاپٹر ایمرجنسی کے لئے ہے۔ اس میں ضروریات زندگی کی قریب قریب ساری چیزیں موجود ہیں۔ ڈبوں میں محفوظ کی ہوئی اغذیہ، پانی، شراب اور ایندھن کافی، چائے، دودھ کے ڈبے وغیرہ وغیرہ۔"

"اور تم لوگ ان ہیلی کاپٹروں کو علانیہ استعمال کرتے رہے ہو۔"

"روز روشن میں.....!" ریما ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولی۔

"مجھے حیرت ہے کہ کسی نے بھی ان کا نوٹس نہیں لیا۔"

"تمہیں یہ سن کر بھی حیرت ہوگی کہ اکثر ان میں تمہارے یہاں کے اعلیٰ سرکاری ... بھی موجود ہوتے ہیں۔"

"بات میری سمجھ میں نہیں آئی؟"

"آخر ہماری کوئی ظاہری پوزیشن بھی تو ہوگی۔ ورنہ ہم یہاں اس طرح قیام کیوں کر سکتے؟"

"ظاہری پوزیشن......؟"

"ہاں..... بڑی معزز حیثیت کے حامل ہیں ہم لوگ! تمہارے ملک میں معدنی تیل ... کر رہے ہیں۔ گیس کے ایک بڑے ذخیرے کی دریافت کا سہرا بھی ہمارے ہی سر ہے۔"

"اوہو..... تو یہ بات ہے؟"

"لیکن لیکر اس کی سربراہی راز ہے۔ اُسے ہمارے سربراہ کی حیثیت سے کوئی نہیں جانتا۔ بیالوجسٹ دوسرا آدمی ہے اور اسکے فرشتوں کو بھی ہماری پوشیدہ مصروفیات کا علم نہیں۔"

"بظاہر جس ملک کی طرف سے کام کر رہے ہو اس کے وفادار بھی ہو یا نہیں؟"

"صرف پچیس فیصد......!"

"کیا مطلب......؟"

"معدنی تیل سے متعلق حاصل ہونے والی معلومات کا صرف چوتھا حصہ تمہارے یا اس کے حوالے کیا جائے گا۔ پچھتر فیصد زیرولینڈ کے لئے ہوگا۔ مثال کے طور پر ہم نے چار ... جگہوں پر گیس کے ذخائر دریافت کئے تھے لیکن صرف ایک ذخیرہ تمہارے ملک کے علم ... لایا گیا ہے۔ بقیہ تین سے زیرولینڈ فائدہ اٹھائے گا۔"

حمید اپنی کنپٹیاں سہلانے لگا اور ریما ہنس پڑی تھی۔

"تو اب باہر نکلو نا......!" حمید بولا۔

"یہیں کیا بُرے ہیں۔"

"کیا مطلب......؟"

"اس طرح سردی سے بھی بچے رہیں گے...... اس ہیلی کاپٹر میں ایک ایسا نظام موجود ہے جو اوپر سے تازہ ہوا کھینچ کر ہیلی کاپٹر تک لا سکے اور کثیف ہوا کو باہر نکال سکے...... کیا تم گھٹن محسوس کر رہے ہو۔"

"قطعی نہیں......!"

"دو ایک دن یہیں رکنا ہمارے لئے بہتر ہوگا۔"

حمید لمبی سانس لے کر پھر کنپٹیاں سہلانے لگا۔ ریما بڑی دلآویز مسکراہٹ کے ساتھ

اُسے دیکھ رہی تھی۔

رافعہ نے پچھلی رات سے اب تک بستر نہیں چھوڑا تھا اور قاسم بور ہوتا پھر رہا تھا۔ ...سے رافعہ کی حالت معلوم ہو جاتی تھی۔ وہ بھی ایسے انداز میں گفتگو کرتی جیسے قاسم ہی را... اس مرض کا سبب رہا ہو۔

شام کو ڈائننگ ہال میں آ بیٹھا۔ اسے یقین نہیں تھا کہ ٹلنی کار ماؤنٹ اپنا وعدہ پورا کرے گی۔ اس کا خیال تھا کہ محض اس کے تن و توش نے اُسے اس کی طرف متوجہ کیا تھا۔ وہ ذرا سی دیر کے لئے مل بیٹھی تھی۔

وہ خاموش بیٹھا بور ہوتا رہا۔ نظریں دروازے کی طرف تھیں۔ ریگم بالا پہنچ کر اس نے سوچا تھا کہ رافعہ کے ساتھ گھومنے پھرنے میں خاصا لطف رہے گا لیکن وہ اچانک بیمار پڑ گئی۔ اچھا ہی ہوا کہ ہوٹل والوں نے اس کے لئے نرس کا انتظام کر دیا تھا۔ ورنہ اسے ہی بو... پڑتا۔ بیمار عورتیں اُسے ایک آنکھ نہ بھاتی تھیں...... اٹھتے ہائے اور بیٹھتے ہائے۔

"نہیں تو بس جرا سا نجلہ جکام ہوا اور مرجایا قریں۔" وہ بُرا سا منہ بنا کر بڑبڑایا۔ بیمار عورتوں ہی کے سے لہجے میں "ہائے ہائے" کرنے لگا۔

سوچتے سوچتے ذہنی رو بہک گئی تھی۔

اب حلیہ یہ تھا کہ بھنویں سکڑی ہوئی، ناک پر شکنیں اور ہونٹوں میں نیچے کی جانب کھچاؤ...... پھر ایسے درد ناک لہجے میں ہائے ہائے کی صدائیں کہ قریب سے گزرتا ہوا ویٹر وہیں رک گیا۔

قاسم ویسے ہی ہر ایک کی نظر میں آ گیا تھا۔ پھر رافعہ پر پڑنے والے دورے نے اسے پورے ہوٹل میں مشہور کر دیا تھا۔

"کیوں جناب...... کیا آپ کو کوئی تکلیف ہے؟" ہیڈ ویٹر نے بڑے ادب سے پوچھا

قاسم چونک پڑا۔

چونکا اور ساتھ ہی جھینپا بھی...... فوری طور پر "ہی ہی ہی" شروع ہوئی اور پھر اس میں اچانک بریک لگانا پڑا۔ ان سب کیفیات نے سچ مچ اس کا حلیہ ایسا ہی بنا دیا جیسے کسی بڑی تکلیف کو ہنس کھیل کر جھیل لے جانے کی کوشش کرتا رہا ہو۔

"کیا میں آپ کی کوئی خدمت کر سکتا ہوں۔" ہیڈ ویٹر نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"میری باسی بیمار ہے...... میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"باسی...... میں نہیں سمجھا جناب۔"

"باسی نہیں سمجھتے...... باس کی وہ...... یعنی کہ مادہ...... نہیں کیا کہتے ہیں اسے...... باس مؤنث...... میں اس کا سیکریٹرا ہوں...... لاحول ولا کوت...... میں اتنی بکواس کر رہا ہوں...... تم اپنا کام دیکھو جی۔"

"بہت بہتر جناب......!" ویٹر نے کہا اور مسکراتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

قاسم پھر صدر دروازے کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ دفعتاً اس کی باچھیں کھل گئیں۔ ٹلنی ہال میں داخل ہو رہی تھی۔

قاسم نے کرسی سے اٹھ کر اس کا استقبال کرتے ہوئے کہا......" آپ کا بہت بہت شکریہ...... آپ آ گئیں...... میں بہت بور ہو رہا تھا...... یہاں کسی کو بھی نہیں جانتا۔"

"یہی حال میرا بھی ہے۔"

"یعنی کہ آپ بھی......!"

"ہاں...... ہاں...... میں بھی یہاں کسی کو نہیں جانتی۔" قاسم کے چہرے پر اداسی چھا گئی۔ اس نے سمجھا تھا شائد وہ بھی اس کے لئے اپنی بے قراری ظاہر کرے گی۔ کہے گی وہ بھی اس سے ملنے کیلئے بے چین تھی اور جدائی کے لمحات اس نے بھی "بوریت" میں گزارے ہیں۔

"ارے تم یک بیک مضمحل کیوں ہو گئے۔" ٹلنی نے تبدیلی محسوس کر کے کہا۔

"بس یونہی...... کبھی کبھی ہو جاتا ہوں۔"

"کوئی خاص سبب......!"

"بہت چھوٹا سا سبب ہے۔"

"ہاں...... ساڑھے چار فٹ کا سبب......؟"

"کہیں تم نشے میں تو نہیں ہو۔"

"میں شراب نہیں پیتا۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ تمہارے ملک کی یہی بات مجھے پسند ہے۔ ہر آدمی شراب نہیں پیتا۔ نشے کو نشہ رہنے دیا ہے...... پیاس نہیں بنایا ہے۔"

"میں سگریٹ بھی نہیں پیتا۔"

"یہ تو اور بھی اچھی بات ہے! مجھے تمباکو کی بو سے نفرت ہے۔"

"ارے تو کوئی میں ہر وقت آپ کے پاس بیٹھا رہوں گا۔"

"میری تو یہی خواہش ہے۔"

"آپ سچ کہہ رہی ہیں۔" قاسم نے حد سے زیادہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں...... ہاں یقین کرو۔"

"میں کتنا خوش نصیب ہوں۔"

"تمہیں ہونا ہی چاہئے۔ اتنے لمبے چوڑے ہو۔"

"آپ میرا مذاق اڑا رہی ہیں۔"

"تم اتنے اچھے آدمی ہو۔ میں تمہارا مذاق کیسے اڑا سکتی ہوں۔ کتنی معصومیت ہے تمہارے چہرے پر۔ کیا تم نے کبھی کسی کو چاہا بھی۔"

"کسے چاہوں! کون پسند کرے گا کہ کوئی گوشت کا پہاڑ اُسے چاہے۔"

"آدمی محض ہڈی اور گوشت ہی تو نہیں ہے۔"

"پھر کیا ہے؟"

"پتا نہیں...... دراصل مجھے اس قسم کی گفتگو کرنی نہیں آتی۔" ٹلنی نے کسی قدر جھینپ کر کہا۔ "ویسے کوشش کرتی ہوں۔"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ مجھے بھی گفتگو کرنی نہیں آتی۔" قاسم خوش ہو کر...

"میری بیوی کہتی ہے...... اررر...... ہپ......!"

اس نے دونوں ہاتھوں سے منہ دبا لیا۔

"کیوں...... کیا بات ہے...... بیوی۔"

قاسم بدستور دونوں ہاتھوں سے منہ دبائے پٹر پٹر پلکیں جھپکائے جا رہا تھا۔

"بولو...... تم خاموش کیوں ہو گئے؟ کیا تم نے جھوٹ کہا تھا کہ تمہاری شادی ابھی نہیں ہوئی۔"

قاسم دل ہی دل میں خود کو گالیاں دیتا رہا۔ پھر اس نے سوچا کہ وہ تو اردو جانتی ہی نہیں۔ لہٰذا وہ بآواز بلند بھی خود کو گالیاں دے سکتا ہے۔

"میں آخر اتنا اُلو کا پٹھا کیوں ہوتا جا رہا ہوں۔" اس نے خود سے سوال کیا۔

"کیا کہا تم نے...... انگلش میں دہراؤ۔" ٹلنی بولی۔

"میں سوچ رہا تھا......!"

"کیا سوچ رہے تھے؟"

"یہی کہ مجھے سب کچھ سچ سچ آپ کو بتا دینا چاہئے۔"

"تو بتاؤ نا......!"

"میں شادی شدہ ہوں۔"

ٹلنی کے چہرے پر مایوسی کے آثار دکھائی دیئے۔ آنکھیں کسی قدر غمگینی کا تاثر دینے لگیں۔

"میں بڑا بدنصیب ہوں۔" قاسم بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

سچ مچ اپنی بے بسی پر اس کا دل بھر آیا تھا۔ آنکھوں سے دو موٹے موٹے قطرے گالوں پر ڈھلک آئے۔

"اوہو...... ارے...... تم رو رہے ہو۔"

قاسم نے دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپ کر باقاعدہ طور پر سسکیاں لینی شروع کر دی تھیں۔

"تم عجیب آدمی ہو۔" ٹلنی کھسیانی ہنسی کے ساتھ بولی۔

لیکن قاسم بدستور روتا رہا۔

"میں اٹھ کر چلی جاؤں گی۔ کیا مجھے بھی تماشہ بنانے کا ارادہ ہے۔"

"نن...... نہیں...... میں...... ابھی...... ٹھیک ہو جاؤں گا...... آپ نہ جائیے...... خدا کے لئے رک جائیے...... میں آپ کو درد بھری کہانی سناؤں گا۔"

"اچھا تو اب بالکل خاموش ہو جاؤ۔ منہ پر سے ہاتھ ہٹاؤ۔"

بدقت تمام قاسم اپنی حالت پر قابو پا سکا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں اور بڑی قدر متورم نظر آنے لگے تھے۔

"ہاں...... میں نے آپ سے جھوٹ بولا تھا" وہ کچھ دیر بعد بھرائی ہوئی آواز بولا۔ "وہ میری بیوی ضرور ہے لیکن پھر بھی میری بیوی نہیں ہے۔"

"کیا مطلب......؟"

"اب میں آپ سے کیا بتاؤں...... مجھے شرم آتی ہے...... مطلب یہ کہ...... بس سمجھ جائیے"

"آخر کیوں؟"

"ساڑھے چار فٹ کی ہے...... اور وزن پچاس پونڈ سے زیادہ نہ ہوگا۔ ایک ٹھیک ہے اور دوسری صرف ساڑھے آٹھ انچ کی ہے۔"

"اوہو...... پیدائشی......!"

"جی ہاں...... پیدائش کے وقت دو ڈھائی انچ کی رہی ہوگی۔"

"مجھے بے حد افسوس ہے۔ لیکن تم نے اس سے شادی کیوں کر لی۔"

"بس کیا بتاؤں...... ایک یتیم خانے میں چندہ دینے گیا تھا۔ یتیم خانے کے منیجر کہا۔ اگر ثواب کمانا ہے تو کسی یتیم لڑکی سے شادی ہی کر لیجئے۔ میں نے کہا اچھی بات ہے"

"بڑے احمق ہو تم......!" فلنی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"بس کیا بتاؤں...... گھپلا ہو گیا۔"

"گھپلا کیا......!"

"مجھے گھپلے کی انگریزی نہیں معلوم۔"

"واقعی تم بہت نیک آدمی ہو۔"

"میری ہر نیکی میرے گلے میں پھانسی کا پھندہ بن جاتی ہے۔"

"پھر اب تم نے کیا سوچا ہے۔"

"کسی دن سمندر میں کود کر جان دے دوں گا۔"

"یہ آخری اور سب سے بڑی حماقت ہوگی...... تم دوسری شادی کیوں نہیں کر

تو چار چار شادیاں کر سکتے ہو۔"

"اب نہیں کر سکتے...... فیملی پلاننگ والوں نے گھپلا کر دیا ہے۔"

"اچھا بس ختم کرو...... کوئی اور بات کرو۔"

"کھانے پینے کی بات کروں۔" قاسم نے لہک کر پوچھا۔

"کیا یہاں تمہارا کوئی دوست نہیں ہے۔"

"مجھے کوئی اپنا دوست بنانا پسند ہی نہیں کرتا۔"

"آخر کیوں......؟"

"مجھ سے کون دوستی کرے گا...... اتنے لمبے اور بے ڈول آدمی سے۔"

"میں کروں گی...... میرے اچھے دوست......!" فلنی اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتی ہوئی پیار سے بولی اور قاسم پھر رو پڑا...... اس بار بناوٹ نہیں تھی۔ سچ مچ رو رہا تھا۔ ساتھ ہی سوچ رہا تھا کہ واقعی وہ اُلو کا پٹھا ہی ہے۔

❖

ابھی سورج غروب نہیں ہوا تھا۔

کرنل فریدی نے رائفل اٹھائی اور اس بڑے غبارے پر فائر کر دیا جو چٹانوں کی اوٹ ابھر کر فضا میں بلند ہو رہا تھا۔ فائر بے آواز تھا لیکن گولی لگتے ہی غبارہ ایسے دھماکے کے پھٹا کہ آس پاس کی چٹانیں لرز کر رہ گئیں۔

اس نے جیبی ٹرانسمیٹر نکالا اور جیسے ہی اس کا سوئچ آن کیا آواز آئی۔ "ہیلو...... ہارڈ ٹار...... ہیلو ہیلو...... بی ایٹ کالنگ سر......!"

"ہیلو...... بی ایٹ...... اسٹون...... اوور......!"

"تعجب خاطر خواہ رہا جناب...... کھدائی کرنے والوں میں سراسیمگی پھیل گئی ہے اب

دوسرا غبارہ ہم اسپاٹ تھری سے چھوڑ رہے ہیں۔"

"اُوور......!"

"میں اسپاٹ ٹو پر پہنچ کر تمہیں آگاہ کردوں گا......اُوور اینڈ آل......!"

سوئچ آف کرکے اس نے ٹرانسمیٹر کو جیب میں ڈال لیا اور مخالف سمت میں مڑ کر تیزی سے چل پڑا۔

یہ دراڑ اتنی کشادہ نہیں تھی کہ دو آدمی برابر سے چل سکتے۔ کچھ دور چلنے کے بعد وہ کھلے میں نکل آیا اور مغرب کی سمت رخ کرکے ایک بڑے پتھر کی اوٹ میں کھڑے ہو ہوئے دوبارہ ٹرانسمیٹر نکالا۔

"ہیلو بی ایٹ......!" سوئچ آن کرکے بولا۔

"یس سر......!" آواز آئی۔

"ٹھیک ہے۔"

"اسپاٹ تھری سر......!"

"رائٹ......!"

سوئچ آف کرکے اس نے ٹرانسمیٹر جیب میں ڈالا اور رائفل سیدھی کرنے ہی والا تھا کہ کسی ہیلی کاپٹر کی گرج دار آواز سنائی دی اور جیسے ہی ایک غبارہ سامنے والی چٹانوں کے اٹھا ہیلی کاپٹر بھی نظر آگیا۔

آہستہ آہستہ اوپر اٹھنے والے غبارے کے گرد اس نے چکر کاٹنا شروع کردیا تھا۔

فریدی چٹان کی اوٹ لیتا ہوا آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ ہیلی کاپٹر یکساں رفتار سے غبارے کے گرد چکر لگائے جارہا تھا۔

فریدی ایک جگہ رک گیا۔ اسے غالباً یقین تھا کہ اس جگہ سے وہ اسے نہ دیکھ سکیں گے۔

اس نے رائفل سیدھی کی اور غبارے کا نشانہ لے کر فائر کردیا۔ یہ غبارہ بھی زور قسم کے دھماکے کے ساتھ پھٹا تھا۔ ہیلی کاپٹر یہ چکر پورا کئے بغیر مغرب کی طرف اڑتا چلا گیا اس کی آواز اب بھی سنائی دے رہی تھی۔ لیکن خود نظروں سے اوجھل ہوچکا تھا۔

اب فریدی اسی چٹان کی اوٹ لیتا ہوا دراڑ کی طرف واپس ہوا۔ اچانک ہیلی کا

آواز پھر قریب محسوس ہونے لگی اور جب وہ دراڑ میں داخل ہو رہا تھا ہیلی کاپٹر اس کے اوپر سے گزر گیا۔

لیکن پرواز اونچی تھی۔ اگر نیچی ہوتی تب بھی کوئی فرق نہ پڑتا۔ وہ اس دراڑ میں تو نہیں دیکھا جاسکتا تھا۔ کیونکہ کافی اونچائی پر دونوں چٹانیں اتنی قریب ہوگئی تھیں کہ دن کی روشنی بھی اندر نہیں پہنچ سکتی تھی۔

دراڑ کے دوسرے سرے پر فریدی رک گیا۔ ہیلی کاپٹر کی آواز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اب وہ نیچی پروازیں کررہا ہے۔ پھر یک لخت اس کی آواز بہت تیز ہوکر بند ہوگئی۔ شاید اسے کہیں قریب ہی اتارا گیا تھا۔ فریدی نے رائفل وہیں دراڑ میں چھوڑ دی اور پھر اس سرے کی طرف چل پڑا جدھر سے داخل ہوا تھا۔

آواز کی بناء پر اس کا اندازہ تھا کہ وہ اسی سمت اتارا گیا ہوگا۔

خنجر کے وار

ہیلی کاپٹر سے تین آدمی اُترے تھے ان میں پائلٹ بھی شامل تھا۔ پائلٹ غیر ملکی تھا۔ دونوں دیسی آدمی اسکے پیچھے ہاتھ باندھے اس طرح کھڑے تھے جیسے پشتینی غلام ہوں۔

دفعتاً غیر ملکی غرایا۔ "غبارہ خود سے نہیں پھٹا تھا......کوئی خارجی سبب تھا۔"

"کچھ بھی ہو......ہمیں فوری طور پر پتہ لگانا پڑے گا......ورنہ......!" ایک مقامی آدمی

"ورنہ کیا......؟" غیر ملکی نے سخت لہجے میں سوال کیا۔

"اس جگہ کے مزدور پہلے ہی بھاگ گئے تھے اور اب ادھر کے بھی بھاگ گئے ہوں گے۔"

"ہوں......تم ٹھیک کہتے ہو۔" غیر ملکی سر ہلا کر بولا۔ "تم میں سے ایک یہیں ٹھہرے زرین خاں تم میرے پاس آؤ۔"

پھر ایک آدمی ہیلی کاپٹر کے پاس ہی ٹھہرا رہا تھا اور دوسرا غیر ملکی کے ساتھ ایک طرف چل پڑا تھا۔

آہستہ آہستہ تاریکی پھیلتی جا رہی تھی۔ وہ نشیب میں اترنے لگے۔ کچھ دور چل کر وہ رک گیا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے تھے۔" اس نے زین خاں کی طرف مڑ کر کہا۔ "لیکن مزدور گئے کہاں؟"

"آس پاس کے غاروں میں جا چھپے ہوں گے۔"

"کہاں ہیں وہ غار...... مجھے وہاں لے چلو...... میں کسی بات سے بھی لاعلم نہیں رہنا چاہتا۔"

"آپ نے کبھی اس کی خواہش ہی نہیں ظاہر کی مسٹر لیکراس......" زین خاں بولا۔

"ہوں......ہوں......چلو اب دکھا دو۔"

زین خاں سیدھا راستہ چھوڑ کر بائیں جانب مڑ گیا۔ یہ جگہ بھی ڈھلوان ہی تھی۔ اس طرح اچانک مڑ کر توازن برقرار رکھنا صرف انہیں کے بس کا کام تھا جو اس کے عادی رہے ہوں۔ لیکراس فوری طور پر زین خاں کی تقلید نہیں کر سکا تھا۔

احتیاط کے باوجود بھی وہ گرتے گرتے بچا۔ زین خاں نے پھرتی سے مڑ کر اسے سنبھال لیا تھا۔

چار چھوٹے چھوٹے غاروں سے انہوں نے اٹھائیس آدمی برآمد کیے۔ زین خاں نے انہیں ایک جگہ جمع کر کے اونچی آواز میں کہنا شروع کیا۔ "تم لوگ ڈرو نہیں! اس قسم کے دھماکے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ تیل تلاش کرنیوالوں نے کوئی تجربہ کیا تھا۔ اب ہم کوشش کریں گے کہ انہیں ایسی جگہوں پر اس قسم کے تجربے نہ کرنے دیں جہاں ہمارا کام ہو رہا ہو۔"

"ہمیں کچھ بتایا بھی تو نہیں جاتا۔" مجمع سے ایک آدمی آگے بڑھ کر بولا۔

"تم بالکل فکر نہ کرو......اب ایسی کوئی بات نہ ہونے پائے گی۔"

انہیں سمجھا بجھا کر زین خاں لیکراس کی طرف متوجہ ہوا۔

"موسیو لیکراس...... اس وقت میں نے انہیں دوبارہ کام شروع کرنے پر آمادہ کر لیا ہے۔ لیکن اگر دوبارہ اس قسم کی کوئی واردات ہوئی تو یہ یقینی طور پر چھوڑ بھاگیں گے۔"

"میں دیکھوں گا...... میں دیکھوں گا۔" لیکراس نے پُرتشویش لہجے میں کہا۔

"مگر اس سلسلے میں ہم کسے تلاش کر رہے تھے۔" زین خاں نے سوال کیا۔

"ہمارا کوئی بھی دشمن ہو سکتا ہے۔"

"اس لئے...... کیا ہمارے علاوہ کسی اور کو بھی علم ہے کہ ہم یہاں حقیقتاً کیا کر رہے ہیں۔"

"ہاں...... ایک خطرناک آدمی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تم اس کا نام سن کر گھبرا جاؤ۔"

"موسیو لیکراس تم زین خان کو کیا سمجھتے ہو۔"

"پھر بھی نہیں چاہتا کہ تم میں ہراس پھیلے۔"

"بس موسیو لیکراس...... اس سے زیادہ کی اجازت نہیں دے سکتا۔" زین خاں کی آواز میں غضب کی لرزش تھی۔

"چلو......!" لیکراس دوسری طرف مڑتا ہوا بولا۔

زین خاں اس کے پیچھے رہا تھا۔ ٹارچ ہاتھ میں تھی اور وہ لیکراس کو راستہ دکھاتا جا رہا تھا۔

"کیا تمہیں علم ہے کہ آج ہمارا ایک ہیلی کاپٹر غائب ہو گیا۔" لیکراس نے چلتے چلتے کہا۔

"نہیں...... میں نہیں جانتا۔"

"دشمنوں میں سے ایک ہمارے ہاتھ آ گیا تھا۔ لیکن وہ فرار ہو گیا اور ہیلی کاپٹر بھی لے گیا۔"

"میں اب اس کے بارے میں کچھ نہیں پوچھوں گا...... موسیو لیکراس!" زین خاں نے ناگوار لہجے میں کہا۔

"وہ کرنل فریدی کا اسسٹنٹ تھا۔"

"کون......!" زین چلتے چلتے رک کر بولا۔ "کرنل فریدی۔"

"ہو سکتا ہے تم نے اس کا نام نہ سنا ہو۔"

"صرف ایک ہی کرنل فریدی پورے ملک میں شیطان کی طرح مشہور ہے۔" زین خاں کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔

"اور اتفاق سے میں اُسی کرنل فریدی کا ذکر کر رہا تھا۔" لیکراس نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں خائف نہیں ہوں موسیو لیکراس...... میں اس کے بارے میں سب کچھ جانتا ہوں۔ لیکن اسے کیوں کر معلوم ہوا۔ ہم تو حکومت کی اجازت سے کھدائی کر رہے ہیں۔"

''حکومت کی اجازت سے ہم قدیم آثار کے لئے کھدائی کر رہے ہیں لیکن ...
مقصد یہی ہے۔''

''مقصد کا علم ہمارے علاوہ کسی اور کو کیسے ہوا'' زین نے کسی قدر ناخوشگوار لہجے ...

''لمبی کہانی ہے زین خان! لیکن میں تمہیں مختصراً بتاؤں گا۔ فرانس سے ایک ... تھی۔ اس کے پاس چمڑے پر ایک قدیم تحریر تھی۔ وہ تحریر دراصل اسی خزانے سے متعلق ... جس کی ہمیں تلاش ہے۔ برما کے دو بھکشوؤں نے اس تحریر کو پڑھا اور لڑکی سمیت رنگم ... لئے چل پڑے...... راستے میں کسی طرح فریدی کے ہاتھ لگے۔ اب تحریر کے لئے ... درمیان رسہ کشی شروع ہو چکی تھی۔ کیپٹن حمید لڑکی کو لے بھاگا...... تحریر اکرام کے ہو... جل کر خاک ہو گئی...... دونوں بھکشو بھی جل مرے۔''

''اوہو...... تو یہ قصہ تھا اکرام کے ہوٹل کا......!'' زین خاں بڑبڑایا۔

''بعد میں لڑکی اور کیپٹن حمید ہمارے ہاتھ لگے۔ لیکن پھر نکل بھاگے اور ہیلی کا... لے گئے۔''

''وہ تو کہیں بھی پکڑے جا سکیں گے۔ ہیلی کاپٹر کہاں چھپائیں گے؟''

''دیکھو کیا ہوتا ہے...... ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ غباروں والی حرکت کرنل فرید... علاوہ اور کسی کی نہیں ہو سکتی۔ اسی لئے میں تمہارے ساتھی کو ہیلی کاپٹر کے قریب چھوڑ آیا ...

''موسیو لیکراس! اگر وہ حرکت کرنل فریدی ہی کی تھی تو آپ کو پہلے ہی بتا دینا ... تھا'' زین مضطربانہ لہجے میں بولا۔

''کیا واقعی تم ڈر رہے ہو۔''

''سنو موسیو لیکراس!'' زین غرایا...... ''میں ایک تعلیم یافتہ آدمی ہوں۔ اگر تم ... جملہ میرے قبیلے کے کسی دوسرے فرد کے سلسلے میں کہا ہوتا تو وہ تمہیں زندہ نہ چھوڑتا۔''

''اوہو...... تم خفا ہو گئے میرے دوست!''

''ہم صرف کسی معاہدے کا احترام ہی کرنا جانتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور ... خزانے کے سلسلے میں تمہیں پارٹی کا لیڈر تسلیم کر چکے ہیں۔ صرف اسی کی حد تک ... اطاعت گزار رہیں گے اور تمہارا ہر فیصلہ ہمارے لئے قابل قبول ہوگا۔''

''میں یہی نہیں سمجھ سکا کہ تمہاری خفگی کس بناء پر ہے۔''

''کرنل فریدی کی بناء پر۔''

''کیا وہ تمہارے قبیلے سے تعلق رکھتا ہے۔''

''نہیں......!''

''تو پھر......!''

''اگر اس کو خزانے کی سن گن مل گئی ہے تو وہ اسے ہمارے ہاتھ ہرگز نہ لگنے دے گا۔''

''میں نے غلط تو نہیں کہا تھا'' لیکراس ہنس پڑا۔

''نہیں......!'' زین پیر پٹخ کر بولا۔ ''اس سے کھلم کھلا ٹکراؤ سے تم ہمیں روکو گے...... چاہو گے کہ سارا کام خاموشی سے ہوتا رہے۔''

''ہاں...... میں تو یہی چاہوں گا۔''

''اگر کرنل فریدی سچ مچ ہمارے مقابل ہے تو میرے قبیلے کا کوئی آدمی چوہوں کی طرح مرنا پسند نہ کرے گا۔''

''میں تم سے وجہ پوچھ رہا ہوں زین خاں۔'' لیکراس نے نرم لہجے میں کہا۔

''اس کے اور ہمارے قبیلہ کے درمیان ہمیشہ سے چلتی آئی ہے۔''

''فریدی کا قبیلہ......!'' لیکراس کے لہجے میں حیرت تھی۔ ''وہ تو قبائلی نہیں ہے۔''

''قبائلی ہی ہے...... زمانہ گزرا...... اس کے آباؤ اجداد پہاڑوں کو چھوڑ کر میدانوں میں آئے تھے...... مغلوں کے دور کی بات ہے۔ مغل دربار میں انہوں نے اچھی اچھی ملازمتیں کیں۔ انہیں خطابات ملے۔ انہوں نے جاگیریں حاصل کیں...... اور مہذب کہلائے۔ لیکن رنجشیں اب بھی باقی ہیں۔''

''اوہو...... اچھا اچھا...... اب میں کچھ کچھ سمجھ رہا ہوں۔'' لیکراس کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ''فی الحال ہمیں یہ تذکرہ یہیں ختم کر دینا چاہئے۔ آج سردی بھی بہت بڑھ گئی ہے۔ آسمان کا رنگ بتا رہا ہے کہ برف باری ہو سکتی ہے۔''

وہ پھر چل پڑے۔ دونوں نے اوور کوٹ کے کالر اٹھا رکھے تھے۔

ہیلی کاپٹر کے قریب ان کا ساتھی کھڑا نظر آیا۔

"زین خاں......کل صبح ہم دیکھیں گے کہ کیا کر سکتے ہیں......!" لیکراس نے
کاک پٹ میں جا بیٹھا۔ زین خاں اور اس کا ساتھی پچھلی سیٹ پر جا بیٹھے تھے۔ زین خاں
اپنی اور لیکراس کی گفتگو کے بارے میں بتانے لگا۔

اس کے خاموش ہونے پر ساتھی نے کھانستے ہوئے کہا تھا۔ "یہ اچھا نہیں ہوا"

پھر زین خان چونکا کیونکہ لیکراس نے ابھی تک ہیلی کاپٹر کا انجن اسٹارٹ نہیں کیا تھا۔
اس نے لیکراس کو آواز دی۔ جواب نہ ملا۔ پھر اٹھ کر دیکھا۔ وہ کاک پٹ میں نہیں تھا۔

"اس کا بھی جواب نہیں ہے۔" وہ بڑبڑاتا ہوا بیٹھ گیا۔ پھر بولا۔ "اپنے سائے
بھڑکتا ہے......فریدی کے نام سے سٹی گم ہوگئی ہے۔"

اس کے بعد اس نے قہقہہ بھی لگایا تھا۔ اس کا ساتھی کچھ نہ بولا۔

اتنے میں باہر سے لیکراس کی آواز آئی۔

"دونوں نیچے اُتر آؤ۔"

"چلو بھئی......اسلم خاں......اترو نیچے۔" زین خان ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "
بھی آج ہی ٹوٹ پڑے گی۔"

وہ دونوں نیچے اُترے۔

"کیا بات ہے موسیو!" زین خان نے لیکراس سے پوچھا۔

"میرے ساتھ آؤ" وہ آہستہ سے بولا اور وہ دونوں اوورکوٹ کے اونچے کالر
اپنے کان دبائے اس کے پیچھے چلنے لگے۔ اس وقت ہوا بھی تیز تھی اور سردی کا یہ عالم تھا
ہواؤں نے یہاں پہنچنے سے پہلے کسی بھی برف زار میں دیر تک قیام کیا ہو۔

ایک جگہ رک کر لیکراس بولا۔ "وہ اوپر دیکھو......!"

سامنے والی چٹان کے اوپری حصہ پر ہلکی سی روشنی نظر آرہی تھی۔ لیکراس بائیں
مڑا اور چٹان پر چڑھنے لگا۔ اوپر پہنچ کر وہ بڑی احتیاط سے روشنی کی طرف بڑھنے لگا
نے ریوالور بھی نکال لئے تھے۔

بالآخر وہ ایک پتلی سی دراڑ کے قریب جا پہنچے اور تب اس روشنی کا راز کھلا۔

ایک بڑی سی روشن ٹارچ پتھر سے ٹکی کھڑی پچھتر ڈگری کا زاویہ بنا رہی تھی۔

اس کی روشنی انہیں نیچے سے نظر آئی تھی۔ ٹارچ کے قریب ہی کچھ اور سامان بھی ملا جس
محفوظ کی ہوئی غذا کا ایک ڈبہ بھی شامل تھا۔

وہ ہر قسم کے حملے کا مقابلہ کرنے کے لئے پوری طرح تیار تھے۔

دفعتاً زین خاں بولا۔ "میں اس دراڑ میں جاکر دیکھتا ہوں۔"

اب اس نے خود اپنی ٹارچ نکالی اور دراڑ میں داخل ہوگیا۔

لیکراس نے زین خاں کے ساتھی سے کہا۔ "تم اس راستے کی نگرانی کرو۔ جدھر سے ہم
یہاں تک پہنچے ہیں۔"

وہ اس طرف چلا گیا اور لیکراس دراڑ کے سرے پر ٹھہرا رہا۔

کچھ دیر بعد زین خان کی ٹارچ کی روشنی نظر آئی اور پھر وہ اسی دراڑ سے برآمد ہوا۔

"کوئی اس دراڑ میں تھا۔" وہ لیکراس کے قریب رک کر بولا۔ "اور بہت جلدی میں
یہاں سے بھاگا ہے۔"

"دراڑ میں تمہیں کیا ملا......!"

"تازہ جلی ہوئی چند دیا سلائیاں اور سگار کے ٹکڑے۔"

زین خاں نے اپنی مٹھی کھول کر اس پر ٹارچ کی روشنی ڈالتے ہوئے کہا۔ "اوہ......
......!" لیکراس ایک ٹکڑے کو چٹکی سے اٹھاتا ہوا فکرمندانہ لہجے میں بڑبڑایا۔ پھر اس نے
آہستہ سے کہا۔ "بس چپ چاپ نکل چلو......یہ فریدی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوسکتا۔"

"موسیو لیکراس پلیز......!"

"زین خاں بحث کا وقت نہیں۔ اندھیرا کسی کو بھی نہیں چھوڑتا۔ جتنی جلدی ممکن ہو ہمیں
یہاں سے نکل چلنا چاہئے۔"

لیکراس کہتا ہوا آگے بڑھا۔

کچھ دیر بعد ہیلی کاپٹر فضا میں پرواز کر رہا تھا۔ زین خاں اور اس کا ساتھی خاموش بیٹھے
سفر زیادہ طویل نہیں تھا۔ پرواز کے پانچ یا چھ منٹ بعد ہیلی کاپٹر نیچے اترنے لگا۔

"تم دونوں اتر جاؤ......!" دفعتاً لیکراس نے کہا۔

ان میں سے کوئی کچھ نہ بولا۔

ہیلی کاپٹر لینڈ کر چکا تھا۔ اس کا انجن بھی بالآخر خاموش ہو گیا۔

لیکراس ہیلی کاپٹر کے اندر روشنی کر کے ان کی طرف مڑا۔

"میں نے کہا تھا کہ تم دونوں نیچے اُتر جاؤ۔" اس نے کسی قدر ناخوشگوار لہجے میں انہیں مخاطب کیا اور دوسرے ہی لمحے میں زین خاں کا ریوالور ہولسٹر سے نکلا اور ساتھی کے پہلو سے جا لگا۔

"موسیو...... اس کا کالر گرا دیجئے اور تم اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ ورنہ شوٹ کر دوں گا۔"

لیکراس کے چہرے پر تحیر کے آثار نظر آئے۔

"جلدی کیجئے موسیو! یہ مجھے اپنا ساتھی معلوم نہیں ہوتا۔"

لیکراس نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کے اوورکوٹ کا کالر نیچے گرا دیا اور بھونچکا رہ گیا۔

"تم کون ہو؟" زین خاں اس کے پہلو پر ریوالور کا دباؤ ڈالتا ہوا غرایا۔

"میں گونگا ہوں۔" وہ آدمی ہنس پڑا۔

"میرا ساتھی کہاں ہے۔"

"تم ڈرو نہیں! میں نے اپنے کپڑے اسے پہنا دیئے ہیں۔ وہ بھی خاصے گرم تھے۔ تمہارا ساتھی سردی سے محفوظ رہے گا۔"

"اوہو...... ٹھہرو......!" لیکراس بول پڑا۔ "تم اسے کور کئے رکھو۔ ہم ویران قلعہ کی طرف چلتے ہیں۔"

"نہیں موسیو!" زین خاں سخت لہجے میں بولا۔ "پہلے میرے ساتھی کا پتہ چلنا چاہئے۔"

"بیوقوفی کی باتیں نہ کرو۔" وہیں چل کر معلوم کر لیں گے۔

"میں اپنے ساتھی کی زندگی خطرے میں نہیں ڈال سکتا موسیو۔"

"اچھی بات ہے تو اسے نیچے اُتار دو۔ یہیں سمجھ لیتے ہیں۔"

"نیچے اُترو......!" زین خاں غرایا۔ ساتھ ہی اس نے اسے راستہ دینے کے لئے جگہ سے پوزیشن بدلی تھی۔

اس کا ساتھی خاموشی سے نیچے اُتر گیا۔ پھر وہ بھی اُترا۔

"تم کون ہو......؟" زین خاں نے کسی قدر نرمی اختیار کرتے ہوئے اس سے سوال کیا۔

"میں اگر اپنا نام بھی بتا دوں تو تمہیں کیا...... تمہیں صرف اپنے ساتھی کی خیریت

معلوم ہونی چاہئے۔"

لیکراس اس کے قریب آ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے زین خاں سے پوچھا۔ "یہ کیا کہہ رہا ہے۔"

"تمہاری آسانی کیلئے میں تمہاری ہی زبان میں گفتگو کرنے کو تیار ہوں۔" اجنبی بولا۔

"تم کون ہو......؟" لیکراس نے مکا تان کر پوچھا۔

"بدتمیزی سے پیش نہ آؤ ورنہ اس قبائلی کے ہاتھ میں جو ریوالور ہے اسی کی گولی تمہارے سینے میں پیوست ہو جائے گی۔"

"زیادہ باتیں نہ بناؤ...... ہماری بات کا جواب دو۔" زین خاں غرایا۔

"میرا نام...... خاور ہے......!"

"تم نے میرے ساتھی کی جگہ لینے کی کوشش کیوں کی۔"

"اگر اس کی جیب سے کوئی معقول رقم برآمد ہو جاتی تو اپنی راہ لیتا۔"

"ادھر کے راہزنوں سے میں واقف ہوں۔" زین خاں تیز لہجے میں بولا۔ "لیکن ان میں سے کوئی بھی تمہاری طرح انگلش میں گفتگو نہیں کر سکتا۔"

"میں نے کب کہا کہ میں پیشہ ور راہزن ہوں۔ مجھے ضرورت ہے کچھ رقم کی۔"

"اسے نیچے لے چلو۔" لیکراس آہستہ سے بولا۔ "اس کی طرف سے مطمئن ہو جانے کے بعد ہی میں کہیں جا سکوں گا۔"

ہیلی کاپٹر کسی عمارت کی چھت پر اُترا تھا۔

"تم میرے ساتھ کوئی بُرا برتاؤ نہیں کر سکتے۔" اجنبی نے پُراعتماد لہجے میں کہا۔

"موسیو لیکراس...... مجھے فوری طور پر اپنے ساتھی کے بارے میں معلوم ہونا چاہئے۔"

"زین خاں...... یہ مجھے اسی کا کوئی آدمی معلوم ہوتا ہے۔" دفعتاً لیکراس بھی ریوالور نکالتا ہوا بولا۔

"اخاہ...... یک نہ شد دو شد!" اجنبی نے ہلکے سے قہقہے کے ساتھ کہا۔ "تم نے بھی ریوالور نکال لیا...... ہاں دوستو میں اسی کا آدمی ہوں۔"

"کس کا......!" زین نے بے صبری سے پوچھا۔

"اپنے موسیو لیکراس سے پوچھو۔"

”میں غلط نہیں کہہ رہا۔ زین خان اسے نیچے لے چلو۔“

”لیکراس...... میں فی الحال یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ تمہاری دوسری پوزیشن کیا ہے میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ عمارت جیولوجیکل سروے کے سلسلے میں ہیڈ کوارٹر کا کام دیتی ہے۔ ہیلی کاپٹر بھی سرکاری ہے۔ میرا چیف تمہارے خلاف ثبوت فراہم کرنے میں مصروف ہے۔“

”دیکھا تم نے...... یہ کرنل فریدی کی بات کر رہا ہے۔“

”میرا ساتھی......!“ زین خاں دانت پیس کر بولا۔

”تمہارا ساتھی اسی صورت میں واپس مل سکتا ہے جب مجھے کوئی گزند نہ پہنچے۔“

”اس سے پہلے تم مجھے یہ بتاؤ گے کہ فریدی کہاں ہے۔“ لیکراس پیر پٹخ کر بولا۔

”اگر معلوم بھی ہوتا تو تم مجھ سے نہ اگلوا سکتے۔“

”زین خاں اسے نیچے لے چلو۔“

”جتنی دیر کرو گے تمہارا ساتھی اتنے ہی زیادہ عذاب میں مبتلا ہوتا جائے گا۔“

”میں کہہ رہا ہوں اسے نیچے لے چلو۔“

”نیچے چلو......!“ زین خاں دہاڑا۔

”کیوں حلق پھاڑ رہے ہو۔ مجھے نیچے اتارنے کے لئے تمہیں کرین کا انتظام کرنا ہوگا۔ تم جیسے تو شائد مجھے ایک انچ بھی نہ ہٹا سکیں۔“

”موسیو! اسے کور کیے رکھئے...... میں دیکھتا ہوں۔“ زین نے اپنا ریوالور ہولسٹر میں رکھتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

پھر وہ اسے دھکیل کر آگے بڑھانے کے لئے پیش قدمی کر ہی رہا تھا کہ اجنبی بڑی تیزی سے جھکا اور اسے اپنے اوپر اٹھا کر لیکراس پر الٹ دیا۔

دونوں گرے تھے اور اجنبی نے اپنی جیب سے کوئی چیز نکال کر ان کے قریب پھینک دی۔ ہلکے سے دھماکے کے ساتھ کثیف دھواں انکے گرد پھیل گیا تھا۔ پھر وہ کھانستے رہے ...... دھواں ...... دھواں ...... گہرا دھواں ...... دونوں کھانستے رہے اور بے بسی سے سنتے رہے جو ہیلی کاپٹر کا انجن فضا میں منتشر کر رہا تھا۔

لیکراس نے کھانستے ہوئے اپنے ریوالور کے سارے چیمبر خالی کر دیئے تھے۔
لیکن ہیلی کاپٹر ہوا میں بلند ہو کر اتھاہ تاریکی میں گم ہو گیا۔

وہ کسی قسم کی جسمانی اذیت ہی تھی جس نے کیپٹن حمید کو بیدار کیا تھا۔ عجیب طرح کا شور اس کے کان میں گونج رہا تھا اور آنکھوں کے سامنے آگ کی اونچی اونچی لپٹیں تھیں۔

آہستہ آہستہ سماعت اور بصارت ادراک کی سرحدوں میں داخل ہو گئیں اور کچھ دیر بعد اس نے محسوس کیا کہ وہ رسیوں سے جکڑا پڑا ہے۔ قریب ہی الاؤ جل رہا ہے اور وحشیانہ انداز میں ڈھول پیٹے جا رہے ہیں۔ کچھ اور ہوش آیا تو ریما دکھائی دی وہ ڈھول کی بے ہنگم آوازوں میں اچھل کود رہی تھی اور اس کے قریب ہی ایک قبائلی چمڑے کا چابک لئے کھڑا تھا اور جب بھی اس کے قدم سست پڑنے لگتے قبائلی چابک پھٹکارتا۔

لیکن یہ ہوا کیونکر...... وہ تو اس ہیلی کاپٹر میں سویا تھا۔ دونوں نے ڈبوں میں محفوظ کی ہوئی اغذیہ سے پیٹ بھر لینے کے بعد ادھر اُدھر کی باتیں کی تھیں اور ہیلی کاپٹر میں سو گئے تھے۔ ہیلی کاپٹر بھی اسی گہرے غار میں تھا جہاں دوسروں سے پوشیدہ رکھنے کیلئے اتارا گیا تھا۔ پھر یہ کیوں کر ہوا...... کیا ریما بھی اسی طرح بے خبر سوئی تھی۔

ڈھولکوں کی تھاپ پر ریما بدستور وحشیانہ رقص کئے جا رہی تھی۔ اس کے چہرے پر کچھ ایسے تاثرات تھے جیسے ہوش میں ہی نہ ہو۔ بس وہ ڈھولکوں کی ”دھما دھم“ پر ناچے جا رہی تھی۔ دنیا سے بے خبر......

اس کی از خود رفتگی کی تصدیق اس طرح بھی ہو گئی کہ اچانک ایک قبائلی نے اٹھ کر اس کی طرف ریوالور سے فائرنگ شروع کر دی۔

ساری گولیاں ریما کے قریب سے نکل گئی تھیں۔ لیکن نہ تو اس کے چہرے پر اس کا اثر نظر آیا تھا اور نہ ایکشن ہی میں کسی قسم کی تبدیلی ہوئی تھی۔

پھر ایک آدمی قبائلیوں کے مجمع سے نکلا...... یہ قبائلیوں کے سے لباس میں ضرور تھا لیکن
قبائلی نہیں معلوم ہوتا تھا۔ کوئی سفید فام غیر ملکی تھا۔

اس نے جیسے ہی اپنا داہنا ہاتھ اوپر اٹھایا...... چاروں طرف سکوت چھا گیا۔ ڈھول کی
دھما دھم اچانک سناٹے میں تبدیل ہوگئی۔ الاؤ میں لکڑیوں کے چٹخنے کی آواز کے علاوہ اور کسی
کی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔

ریما کے پیر تھم گئے تھے اور اب وہ ایک ہی جگہ کھڑی جھومے جارہی تھی۔ آنکھیں کھلی
ہوئی تھیں۔ لیکن یہ لگتا تھا جیسے اسے کچھ دکھائی نہ دے رہا ہو۔

حمید حیرت سے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتا رہا۔ یہ ایک بہت بڑا غار تھا...... اتنا
کہ بیک وقت سینکڑوں آدمی بھی یہاں جگہ کی تنگی محسوس نہ کرسکتے۔

حمید کے جسم پر رسی کی بندشیں سخت تھیں۔

اسے بس یونہی باندھ کر زمین پر ڈال دیا گیا تھا...... انفرادی طور پر وہ اپنے اعضاء کو
جنبش بھی نہیں دے سکتا تھا۔ لیکن پورے جسم سے جدھر چاہتا لڑھکیاں کھاتا پھر سکتا تھا۔

دفعتاً سفید فام آدمی اس کی طرف دیکھ کر بولا۔

"کیپٹن حمید مرنے کے لئے تیار ہوجاؤ۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ یہ لڑکی ٹرانس میں ہے۔ اس سے جو کچھ بھی کہا جائے گا کرے گی۔
اسکے ہاتھوں تمہیں قتل ہونا ہے...... یہ تمہیں قتل کرے گی۔ حالانکہ عام حالات میں تمہارے
لئے جان دینے سے بھی گریز نہ کرتی۔ یہ اس وقت پوری طرح میرے تابع فرمان ہے۔

وہ خاموش ہوکر ریما کی طرف بڑھا اور بولا۔ "لڑکی تم سو رہی ہو...... لیکن آنکھیں کھلی
ہوئی ہیں۔ "جو میں تمہیں سمجھانا چاہوں گا تم سمجھو گی...... جو دکھانا چاہوں گا دیکھو گی...... اور
مجھ سے سچ بولو گی...... بولو گی سچ...... جواب دو۔"

"جواب دوں گی۔" ریما کے ہونٹ ہلے۔

لیکن حمید کو ایسا لگا تھا جیسے وہ کسی اور کی آواز ہو...... ریما کی آواز تو ہرگز نہیں تھی۔

"کیپٹن حمید سے تمہارا کیا رشتہ ہے۔"

"ابھی کوئی قانونی رشتہ نہیں ہے۔"

"اس کے لئے کیسے جذبات رکھتی ہو۔"

"میں اسے تہہ دل سے چاہتی ہوں...... اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔"

"وہ دیکھو سامنے ایک کتا بندھا ہوا ہے۔"

حمید نے محسوس کیا کہ ریما براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی ہے۔

دفعتاً غیر ملکی نے اس سے پوچھا۔

"تم کیا دیکھ رہی ہو۔"

"ایک کتا بندھا پڑا ہے۔"

"تمہیں اس کتے پر خنجر سے وار کرنا چاہئے۔" حمید کو جھرجھری سی آئی۔

"اس کتے کو خنجر سے ہلاک کردو۔"

ریما آگے بڑھی اور جھک کر حمید پر وار کیا...... حمید نے بڑی پھرتی سے کروٹ لی اور
کھاتا ہوا اس سے دور نکل گیا۔

"لڑکی ٹھہر جاؤ......!" غیر ملکی نے گونجیلی آواز میں اسے حکم دیا اور وہ سیدھی کھڑی ہوگئی۔

پھر وہ حمید سے بولا۔ "تم زیادہ دیر تک خود کو نہ بچا سکو گے اس کا خنجر بالآخر تمہارے
میں پیوست ہوجائے گا۔"

"کیا تم خود مجھے گولی نہیں مار سکتے۔" حمید کسی زخمی درندے کی طرح غرایا۔

"کرنل فریدی کا پتہ بتا کر تم زندگی بطور انعام حاصل کرسکتے ہو۔" غیر ملکی مسکرا کر نرم لہجے
بولا۔

"بڑی عجیب بات ہے۔" حمید کا لہجہ زہریلا تھا۔

"تم کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"مجھے بھی ٹرانس میں لا کر تم مجھ سے میرے چیف کا پتہ پوچھ سکتے تھے۔ آخر اس
کی ضرورت کیوں پیش آئی۔"

"تم ٹرانس میں نہیں آؤ گے...... پختہ قسم کی قوت ارادی کے مالک ہو۔"

"یہ بات تو ہے؟"

"یقین کرو کیپٹن حمید...... اگر تم نے کرنل فریدی کا پتہ نہ بتایا تو اس بار خنجر کی زد سے نہ

بچ سکو گے۔"

حمید نے سوچا اگر اس بار اس نے ریما کے ساتھ ہی ساتھ کچھ آدمیوں کو بھی اس پر

لگا دیا تو وہ سچ مچ دوسرے دن کا سورج نہ دیکھ سکے گا۔

پھر کیا کرنا چاہئے۔ فی الحال صرف جھوٹ ہی کام آسکتا ہے۔ وہ بہرحال اس

کی تصدیق ہو جانے تک اسے زندہ رکھیں گے۔ اتنی مہلت تو ملنی ہی چاہئے کہ وہ گلوخلاصی

لئے کوئی تدبیر کر سکے۔

"بولو..... کیا خیال ہے؟" کچھ دیر بعد غیر ملکی نے پھر اسے مخاطب کیا۔

"اگر میں تمہیں اس کا پتہ بتا بھی دوں تو تم اس پر ہاتھ نہ ڈال سکو گے۔" حمید

جواب دیا۔

"تم اس کی فکر نہ کرو۔"

"اس کی کیا ضمانت ہے کہ پتہ معلوم کر لینے کے بعد تم مجھے قتل نہیں کرو گے۔"

"میری بات پر یقین کرو۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ مجھے ہر حال میں مرنا پڑے گا۔ لہٰذا میں ایک بے ضمیر

کی طرح کیوں مروں..... تم شوق سے مجھے مار ڈالو۔ چیف کا پتہ نہیں بتاؤں گا۔"

غیر ملکی کسی سوچ میں پڑ گیا۔ پھر قبائلیوں کی طرف مڑ کر کسی قسم کا اشارہ کیا۔

دو آدمی آگے بڑھے اور انہوں نے حمید کو کھولنا شروع کیا۔ پل بھر میں وہ آزاد تھا۔

جہاں رکی تھی وہیں اب بھی کھڑی تھی۔ خنجر اس کے ہاتھ میں تھا۔

"لڑکی خنجر زمین پر ڈال دو۔" غیر ملکی اس کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔

خنجر کے گرنے کی آواز غار میں گونجی تھی۔

"کیپٹن حمید.....!" وہ اس کی طرف مڑا۔

"کیا کہتے ہو۔"

"تم اس غار سے باہر نکلنے کی کوشش کرو گے تو تمہارا جسم چھلنی ہو کر رہ جائے گا۔"

"مجھے خطرے کا پورا پورا احساس ہے۔"

"کیا تم بھی اس لڑکی کو چاہتے ہو۔"

"میں ابھی فیصلہ نہیں کر سکا۔"

"کیا مطلب.....؟"

"میرے ساتھ ایک ٹریجڈی ہے۔"

"معموں میں باتیں نہ کرو۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

"میں لڑکیوں کو چاہنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن وہ جلد ہی میرے ذہن سے پھسل جاتی ہیں۔"

"تم اب بھی کھل کر گفتگو نہیں کر رہے۔"

"وہ کچھ دنوں سنجیدگی سے مجھے چاہتی ہیں۔ پھر بے وقوف بنانے لگتی ہیں۔"

"کیا تم نے اس کے متعلق بھی یہی محسوس کیا ہے۔"

"کچھ کچھ.....!"

"تم وہمی معلوم ہوتے ہو کیپٹن حمید! تمہارے لئے اس نے تنظیم سے غداری کی ہے اور

ظیم سے غداری کی عام سزا موت ہے۔"

"کچھ بھی ہو..... میں دنیا کی کسی لڑکی پر اعتماد نہیں کر سکتا۔"

"یہ تمہارے معیار کے مطابق قابل اعتماد بھی بنائی جا سکتی ہے۔"

"وہ کس طرح میرے دوست.....!"

"میں عمل تنویم کا ماہر ہوں..... پندرہ دن کے اندر اندر میں اسے تمہاری زرخرید کنیز بنا

ہوں۔"

"زرخرید! کمال کرتے ہو دوست! میں تو بالکل مفلس ہوں۔ اسے خریدوں گا کہاں سے۔"

"لفظ زرخرید محاورۃً استعمال کیا گیا ہے۔ یہ ایسی ہی تابعدار ثابت ہوگی جیسی ایک

خرید کنیز ہو سکتی ہے۔"

"آخر میں چاہتا کیا ہوں۔" حمید خود کلامی کے سے انداز میں بولا۔

"میں معلوم کر سکتا ہوں۔"

"مجھے خوشی ہوگی اگر تم میری اس ذہنی کیفیت کا تجزیہ کر سکو۔"

"ممکن ہے..... لیکن تمہیں خود کو میری قوت ارادی کے سپرد کرنا پڑے گا..... میں تمہیں

اس میں لا کر تمہارے وہموں کا سبب معلوم کر لوں گا۔"

"میں تیار ہوں میرے اجنبی دوست......!" حمید نے طویل سانس لے کر کہا۔

اس نے سوچا چلو اچھا ہے۔ وہ اس پر عمل تنویم کر کے فریدی کا پتہ معلوم کرنے کی کوشش کرے اور مطمئن ہو جائے کہ یقیناً وہ اس سے لاعلم ہے۔ اس طرح وہ کم از کم ان کی اذیت رسانیوں سے تو بچا رہ ہی سکے گا۔ رہی قتل کر دینے کی بات تو اس سے بڑی کوئی حماقت ہو نہیں سکتی تھی اگر وہ فریدی کو پکڑنا چاہتے تھے تو اس کے لئے اس سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہ تھا۔

غیر ملکی نے اسے لیٹ جانے کا مشورہ دیا اور اس پر ہپنوسس طاری کرنے کے لئے سجیشن دینے لگا۔

حمید نے اپنے ذہن کو ڈھیل دے دی اور آہستہ آہستہ غنودگی کا شکار ہوتا گیا۔

پھر پتہ نہیں کتنی دیر تک بے خبر رہا تھا...... دوبارہ جاگا تو سر ریما کے زانو پر تھا اور وہ بڑی دلآویز مسکراہٹ کے ساتھ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔

الاؤ پہلے ہی کی طرح روشن تھا لیکن آس پاس ریما کے علاوہ اور کوئی نہ دکھائی دیا۔

"سو جاؤ۔" وہ اس کا گال سہلاتی ہوئی بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"میں ساری رات یونہی بیٹھی رہوں گی۔"

حمید بڑی پھرتی سے اٹھ بیٹھا...... خود کو بالکل ترو تازہ محسوس کر رہا تھا۔

"وہ کہاں گئے۔" اس نے آہستہ سے پوچھا۔

"کون کہاں گئے؟" ریما کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جنہوں نے ہمیں اس حال کو پہنچایا ہے۔"

ریما کچھ سوچنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔

"تم کیا سوچنے لگیں، میری بات کا جواب دو۔"

"مم...... میں یہ سوچ رہی ہوں کہ آخر ہم لوگ کہاں ہیں۔"

"تو کیا تم نے یہاں کسی کو بھی نہیں دیکھا......؟"

ریما نے سر کو منفی جنبش دی۔ آنکھوں میں تفکر آمیز الجھن کی جھلکیاں بدستور قائم رہیں۔

کچھ دیر بعد بولی۔ "میں سوچ رہی ہوں کہ ہم تو ہیلی کاپٹر میں سوئے تھے۔"

پھر اس نے سہمی ہوئی نظروں سے چاروں طرف دیکھنا شروع کیا۔ الاؤ کی روشنی کا حلقہ یہاں خاصا وسیع تھا۔

"مم...... مجھے خوف معلوم ہو رہا ہے......!"

"ڈرو نہیں...... پہلے میں مروں گا...... پھر تم پر کوئی آنچ آئے گی۔"

"اپنے مرنے کی بات نہ کرو۔" وہ اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر رونے لگی۔

حمید اس کی پیٹھ تھپکتا ہوا تسلیاں دینے لگا۔ اسے اس وقت تک کا ہوش تھا جب وہ غیر ملکی سجیشن دینے بیٹھا تھا۔ نیند میں کیا گزری تھی اس سے قطعی طور پر لاعلم تھا۔ ذہن پر لاکھ زور ڈالا کہ خواب ہی کی سی کوئی کیفیت یاد آ جائے لیکن ممکن نہ ہوا۔

کچھ دیر بعد انہوں نے غار کا دہانہ تلاش کرنا شروع کیا...... خاصی تگ و دو کے بعد بالآخر انہیں کامیابی ہو ہی گئی۔

حمید نے گھڑی دیکھی۔ رات کے تین بجے تھے۔

حمید کہہ رہا تھا کہ اب وہ لوگ ان پر پوری طرح نظر رکھیں گے اور یہی ایک طریقہ فریدی تک پہنچنے میں کارگر بھی ہو سکتا تھا۔

اس نے طویل سانس لی اور وہ دوبارہ الاؤ کی طرف پلٹ آئے۔

پکنک

"اب کیا ہوگا۔" ریما نے مضمحل آواز میں پوچھا۔

"دیکھا جائے گا۔" حمید کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔

ریما نے اُسے حیرت سے دیکھا اور پھر اس کی آنکھوں میں غم کے سائے لہرانے لگے اس نے درد ناک لہجے میں کہا۔ "تم تو اس طرح پیش نہ آؤ۔ اب تمہارے علاوہ اور کون ہے دنیا میں میرا۔"

"تم غلط سمجھیں۔" حمید نے نرم لہجے میں کہا۔ "میں دراصل ان حالات سے کچھ پریشان ہوگیا ہوں۔"

"پھر بتاؤ...... اس میں میرا کیا قصور...... میں تو حتی الامکان تمہاری مدد کرتی رہی ہوں۔ میں خود بھی نہیں جانتی کہ یہاں تک کیوں کر پہنچی۔"

"تم نے یہاں کسی کو بھی نہیں دیکھا تھا۔"

"نہیں میں جاگی تھی...... تم میرے قریب ہی سو رہے تھے۔ میں نے تمہیں اٹھانا چاہا لیکن تمہاری نیند تو بے ہوشی معلوم ہو رہی تھی...... پھر میں تمہارے ہوش میں آنے کا انتظار کرتی رہی تھی۔"

"ہوں...... اچھا بیٹھ جاؤ۔"

ریما الاؤ کے قریب بیٹھ گئی۔ خالی خالی آنکھوں سے حمید کو دیکھے جا رہی تھی۔

"صبح ہونے تک یہیں ٹھہریں گے۔" حمید نے کچھ دیر بعد کہا۔

"یہ سوچو کہ آخر ہم یہاں تک کیونکر پہنچے! ہیلی کاپٹر کہاں گیا۔ یہ وہ غار تو نہیں جہاں ہم نے ہیلی کاپٹر اتارا تھا۔"

"اس سے تم کس نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کر رہی ہو۔"

"ان لوگوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ لیکن یہاں اس طرح چھوڑ دینے کا مقصد کیا ہوسکتا ہے۔"

"ہماری نگرانی...... اس وقت تک جب تک کہ میرا چیف بھی ہاتھ نہ آجائے۔"

"یہی بات ہوسکتی ہے ورنہ وہ اس فرار کے بعد ہمیں زندہ نہ چھوڑتے۔"

حمید اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا...... تمباکو کی پاؤچ اور پائپ محفوظ تھے۔ اس نے اطمینان کا سانس لیا۔

صبح ہوتے ہی وہ غار سے باہر نکلے۔ سرد ہوا ہڈیوں میں پیوست ہوتی معلوم ہو رہی تھی۔

"ہم کہاں جائیں گے۔" ریما نے بے بسی سے پوچھا اور حمید کو پھر تاؤ آ گیا۔

"جہنم میں......!" وہ غرایا۔

"تم پھر مجھ پر خفا ہونے لگے۔"

"آخر تم نے خود پر اتنی مظلومیت کیوں طاری کر لی ہے۔"

"میں نہیں جانتی! کچھ بھی تو سمجھ میں نہیں آتا۔ پتہ نہیں کیوں میرا دل چاہتا ہے تمہارے قدموں پر سر رکھ دوں۔"

حمید چلتے چلتے رک گیا اور اسے گھورنے لگا اور وہ سچ مچ اسکے قدموں پر جھکتی چلی گئی۔

"یہ کیا لغویت ہے۔" وہ اس کے بازو پکڑ کر اٹھاتا ہوا بولا۔

"میں کچھ بھی نہیں جانتی۔" وہ اسکے سینے پر سر ٹکا کر بچوں کی طرح سسکیاں لینے لگی۔

"اب کیا میں گدھے کی بولیاں بولنا شروع کر دوں...... دیکھو مجھے عورتوں کو روتے دیکھ کر شدت سے غصہ آتا ہے۔"

"ایسی باتیں نہ کرو کہ میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے۔"

دفعتاً حمید کو یاد آیا۔ غیر ملکی نے اسے یہی تو باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ وہ ریما کو متاثر کر کے اسے اس کی غلامی پر آمادہ کر دے گا۔ کہیں اس کی بہکی ہوئی ذہنی حالت میں اس کا ہاتھ تو نہیں۔

"ریما......!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "مجھے اپنے رویے پر افسوس ہے۔ آئندہ میں محتاط رہوں گا۔"

"خود میں نے تم سے محبت کی بھیک مانگی تھی اس لئے تم مجھے ٹھکرا رہے ہو۔"

"بھئی ایسے سستے قسم کے ڈائیلاگ بھی نہ بولو...... محبت...... بھیک...... ٹھکرانا...... ہونہہ بکواس......!"

"چلو بکواس ہی سمجھ کر میرے حال پر رحم کرو۔"

"کر دیا رحم...... اب خاموش رہو۔"

"میں تمہاری ہی قوم کی کسی لڑکی کی طرح تمہارے قدموں میں پڑی رہوں گی۔"

حمید اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر بولا۔ "کیا تم یہ چاہتی ہو کہ میں کسی چٹان سے چھلانگ لگا دوں۔"

"میں سمجھ گئی!" ریما نے اس کے ہاتھوں کو پکڑ کر کانوں سے الگ کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "بالکل یہی بات ہے۔"

''کیا بات ہے؟''

''انہوں نے تمہیں میرے خلاف بھڑکانے کی کوشش کی ہے۔''

''بے وقوفی کی باتیں نہ کرو بلکہ میرا خیال تو یہ ہے کہ تم بیویوں کی سی باتوں پر اتر آئی ہو۔ مجھے اس انداز گفتگو سے سخت نفرت ہے۔ خدا انہیں غارت کرے، خدا انہیں غارت کرے۔''

حمید دانت پیس کر رہ گیا۔ سردی اتنی شدید تھی کہ اس کے غصہ کی عمر دراز نہ ہوگی۔ غار میں تو الاؤ کی گرمی تھی۔ اتنے سویرے سردی میں کیوں نکل کھڑے ہوئے۔ وہاں کیا مصیبت تھی۔

''واپس چلو......!'' اس نے ریما سے کہا اور وہ کچھ پوچھے بغیر غار کی طرف مڑ گئی۔

پھر وہ خاموشی سے الاؤ کے قریب جا بیٹھے تھے۔ دفعتاً حمید اپنی جیب ٹٹولنے لگا۔

''کیا بات ہے۔'' ریما نے پوچھا۔

''میرا پرس......!'' حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ ''اب شاید ہم انہیں چٹانوں سے سر ٹکراتے پھریں گے۔''

''یہ بہت بُرا ہوا...... میرے پاس بھی کچھ نہیں ہے۔''

''اس باران چکروں سے نکل گیا تو......!''

''تو کیا کرو گے۔''

''ضروری نہیں کہ تمہیں ہر بات سے آگاہ کیا جائے۔''

''جو دل چاہے کرو۔ میں تو خود کو تم پر قربان کر ہی چکی۔''

''پھر وہی گھٹیا باتیں شروع کردیں۔''

''میں نے تہیہ کرلیا ہے کہ تمہارے غلاموں کی سی زندگی بسر کروں گی۔''

''کچھ دیر خاموش رہو...... مجھے کچھ سوچنے دو۔''

''میری ذات سے تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔''

''اچھا...... اچھا...... کچھ دیر زبان بند رکھو۔'' حمید سر ہلا کر بولا۔

اس کا خیال تھا کہ غیر ملکی نے یقینی طور پر اسے اس قسم کا بھی کوئی ٹیکشن دیا ہے لیکن اس کا مقصد......؟

اس نے تنظیم سے غداری کی تھی اسے تو مار ہی ڈالنا چاہئے تھا۔ ظاہر ہے کہ فریدی کی ...میں وہ تو کسی قسم کی مدد نہیں دے سکتی تھی۔ پھر اسے اسکے سر پر کیوں مسلط کر دیا گیا تھا۔

وہ سوچتا رہا اور اس نتیجہ پر پہنچ سکا کہ ان کا یہ رویہ لاپرواہی کے اظہار کے علاوہ اور کچھ ...۔ غالباً اب وہ ان پر یہی جتانا چاہتے ہیں کہ تنظیم سے برگشتہ ایک فرد کی مدد بھی فریدی ...ی کام نہیں آسکتی۔ انہیں صرف اتنا ہی تو کرنا پڑے گا کہ ان جگہوں کو چھوڑ دیں جو ریما ...م میں رہی ہوں۔

وہ ریما کے چہرے پر نظر جمائے سوچتا رہا۔

ریما الاؤ کو کرید رہی تھی۔ پھر اس نے اٹھ کر کچھ سوکھی لکڑیاں اس میں ڈال دیں۔

حمید خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ اس وقت تک کوئی ایسی عورت لگ رہی تھی جس کو ...ح طرح کے تفکرات کا سامنا ہو۔ انداز میں اتنا گھریلو پن تھا کہ حمید نفرت سے ہونٹ ...ڑے بغیر نہ رہ سکا۔

وہ الاؤ میں چٹختی ہوئی لکڑیوں کو پلکیں جھپکائے بغیر گھورے جا رہی تھی۔

''مجھے بھوک لگ رہی ہے۔'' دفعتاً حمید نے اسے مخاطب کر کے کہا۔

''میری بوٹیاں کاٹو اور بھون کر کھاؤ...... مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔'' وہ اس کی طرف ...ھے بغیر بولی۔

''اچھی بات ہے...... اب تم میری کسی بات کا جواب ہرگز نہ دینا۔''

''بس خفا ہو گئے۔'' وہ اٹھتی ہوئی بولی اور اس کے قریب آ بیٹھی۔

حمید نے ایک طرف کھسکنا چاہا لیکن ریما نے مضبوطی سے اس کا بازو پکڑتے ہوئے ...۔ ''ذرا ذرا سی بات پر روٹھ جاتے ہو۔''

''روٹھنے کی صلاحیت نہیں ہے مجھ میں...... میرا بازو چھوڑو۔''

''نہیں چھوڑوں گی......!'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

''مجھے لڑکیوں کی مسکراہٹ زہر لگتی ہے اگر معدہ خالی ہو۔''

آج موسم اس قابل تھا کہ سیاح ہوٹلوں سے باہر نکل سکیں۔

رافعہ کی طبیعت تو سنبھل گئی تھی لیکن ڈاکٹر نے اسے آرام کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ وہ کمرے سے باہر نہیں نکلی تھی۔ نرس اب بھی اس کی دیکھ بھال کر رہی تھی۔

قاسم اس کا ناشتہ کمرے میں بھجوا کر خود ڈائننگ ہال میں بیٹھا تھا۔

تلنی اب تک صرف شام کو ملتی رہی تھی۔ لیکن آج کیلئے وہ ناشتے کے بعد آنے کا وعدہ کر گئی تھی اور اس کی باتوں میں ایسی دلچسپی تھی جیسے وہ اس کو کسی نئی دنیا کی کہانی سنا رہا ہو۔

کچھ دیر بعد تلنی آ گئی اور اس نے ایک ایسی تجویز پیش کی۔ قاسم کو بے ساختہ اچھل پڑنے کی خواہش کو دبانا پڑا...... بے ساختہ اچھل پڑنا اس کے بس کی تو بات نہیں تھی۔

تلنی نے کہا تھا کہ قاسم کو اپنی مالکہ کی دیکھ بھال تو کرنی نہیں پڑتی...... پھر کیوں نہ کہیں باہر گھومیں پھریں...... آخر یہاں اس کی آمد کا مقصد آثارِ قدیمہ ہی تو دیکھنا تھا۔

"آثارِ قدیمہ...... ہاں ہاں۔" قاسم خوش ہو کر بولا۔ "میرے پاس بھی کچھ آثارِ قدیمہ ہیں۔"

"تمہارے پاس...... کیا ہے۔"

"میرا باپ...... اس کا ڈنڈا...... اور دقیانوسی باتیں۔"

"دقیانوسی کیا......؟"

"مجھے دقیانوسی کی انگریزی نہیں معلوم۔" قاسم نے شرما کر کہا۔

"کیا تم اپنے باپ سے نفرت کرتے ہو۔"

"بہت زیادہ...... اگر میں خود اس کا باپ ہوتا تو اب تک عاق کر چکا ہوتا۔"

"عاق کیا......!"

"جو سمجھ میں نہ آئے اسے گول کر جایا کرو۔"

"گول کیا......؟"

"راؤنڈ......!" قاسم نے انگلی نچا کر خلاء میں دائرہ بناتے ہوئے کہا۔

"بعض اوقات کچھ بھی تو سمجھ میں نہیں آتا۔"

"انگریزی میری قومی زبان نہیں ہے۔"

"خیر ختم کرو...... باہر چلنے کی کیا رہی۔"

"یہاں میں نے دیکھا ہے کہ لوگ ٹٹوؤں یا گھوڑوں پر بیٹھ کر آثارِ قدیمہ دیکھنے جاتے ہیں۔ ٹٹو پر میں اس لئے نہیں بیٹھ سکتا کہ خود ٹٹو بیٹھ جائے گا یا میں کھڑا رہ جاؤں گا...... اور میری ٹانگوں کے نیچے سے نکل جائے گا۔"

"ہم گھوڑے لے لیں گے۔" تلنی ہنستی ہوئی بولی۔

"کوئی جیپ کیوں نہ حاصل کریں کرائے پر......!"

"بہتیری جگہوں پر جیپ پہنچ نہیں سکے گی۔"

"ایسی جگہوں پر جائیں ہی کیوں؟"

"بہت کاہل آدمی معلوم ہوتے ہو۔"

قاسم کو تاؤ آ گیا۔ کہنے لگا۔ "میں پیدل چل سکتا ہوں لیکن گھوڑے پر نہیں بیٹھوں گا۔"

"آخر کیوں......؟"

"مجھے شرم آتی ہے...... گھوڑا کیا سوچے گا دل میں۔"

"گھوڑا سوچے گا۔"

"بالکل سوچ سکتا ہے۔"

"فضول باتیں نہ کرو...... گھوڑے سوچتے نہیں ہیں۔"

"بات دراصل یہ ہے کہ پچھلے سال ایک ہل اسٹیشن پر مجھے بہت شرمندہ ہونا پڑا تھا۔"

"پتہ نہیں کیا کہہ رہے ہو۔"

"ہاں میں نے وہاں ایک گھوڑا حاصل کرنا چاہا تھا۔ گھوڑے کے مالک نے کہا میں اپنا گھوڑا کسی ہاتھی کو کرائے پر نہیں دے سکتا۔"

"بہتر ہے تم یہیں بیٹھے مسخرہ پن کرتے رہو اور میں ہنستی رہوں۔" تلنی نے بے بسی سے کہا۔

دفعتاً قاسم نے سوچا کہ انگریزی میں تو وہ خاصا دلچسپ آدمی ثابت ہو رہا ہے۔ اردو میں کیوں ڈیوٹ ہو جاتا ہے۔ ڈھنگ کی کوئی بات زبان سے نکلتی ہی نہیں۔

"جھینگے پر ہے اردو وررو" وہ اردو میں بڑبڑایا۔

"کیا کہہ رہے ہو۔"

"کچھ نہیں! کچھ نہیں۔" وہ جلدی سے بولا اور احمقانہ انداز میں ہنسنے لگا۔

"تمہیں گھوڑے پر بیٹھنا پڑے گا..... جیپ کا انتظام نہیں ہو سکتا اور میں تہیہ کر کے سے نکلی تھی کہ آج آؤٹنگ ہوگی۔"

"جیسی آپ کی مرضی.....!" قاسم مردہ سی آواز میں بولا۔

"تم ڈرو نہیں..... سدھائے ہوئے بہترین نسلوں کے گھوڑے ہوتے ہیں..... تمہارے لئے کوئی ویلر تلاش کروں گی۔"

"ویلر کیا.....؟"

"آسٹریلوی نسل کا گھوڑا..... بہت توانا اور لحیم شحیم ہوتا ہے..... تمہارا بار آسانی سنبھال سکے گا۔"

پھر کچھ دیر بعد قاسم نے ہوٹل ہی سے لنچ بکس تیار کرائے تھے اور وہ نکل کھڑے ہوئے تھے۔

"تم کو میرے ساتھ چلتے ہوئے شرم تو نہ آئے گی۔" دفعتاً قاسم نے مغموم لہجے میں کہا

"نہیں قطعی نہیں! میں ساڑھے چار فٹ کی تو ہوں نہیں۔"

"کاش میرا پیچھا اس سے چھوٹ سکتا۔" قاسم کی آواز گلوگیر تھی۔

"تم واقعی ڈرپوک ہو..... طلاق کیوں نہیں دے دیتے۔"

"لولی لنگڑی ہے..... کہاں جائے گی۔"

"اسی کا وظیفہ مقرر کر دینا۔"

"میرا باپ اس پر تیار نہیں ہوتا۔"

"تم آخر اپنے باپ سے اتنا ڈرتے کیوں ہو؟"

"اس سے نہیں..... کروڑوں کی جائیداد سے ڈرتا ہوں۔"

"کیا مطلب.....؟"

"اب مجھے سب کچھ بتانا پڑے گا.....؟" قاسم نے کہا اور ہکلا ہکلا کر اپنی داستان سنانے لگا..... خاموش ہوا تو تلنی ہنسنے لگی۔

"تم ہنس کیوں رہی ہو..... کیا یہ سب بے وقوفی کی باتیں تھیں۔" قاسم بُرا مان گیا۔

"ہنسنے کی بات ہی ہے۔ اتنے دولت مند ہونے کے باوجود بھی عورتوں کی ملازمتیں کرتے پھر رہے ہو۔"

"تمہیں ضرورت ہو تو نوکر رکھ لو..... میں رافعہ ابدالی کی نوکری چھوڑ دوں گا۔"

"میں اتنی دولت مند نہیں ہوں کہ کسی کو ملازم رکھ سکوں۔ میں خود یہاں وظیفے پر آئی ہوں۔"

"وہ ویلر گھوڑے کہاں ملیں گے۔ اب مجھ سے پیدل نہیں چلا جاتا۔"

"بس تھوڑی دور اور.....!"

پھر وہ اس جگہ پہنچے تھے جہاں سے گھوڑے کرائے پر حاصل کئے جاتے تھے۔ قاسم نے اپنے لئے ایک گھوڑا منتخب کیا اور لنچ بکس زین سے لٹکے ہوئے تھیلے میں ڈال دیئے۔ تلنی پہلے گھوڑے پر سوار ہو چکی تھی۔

قاسم اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے پیدل چل پڑا۔

"تم بھی بیٹھ جاؤ.....!" تلنی نے کچھ دور چلنے کے بعد کہا۔

"کوئی مناسب اونچی جگہ بھی تو ملے۔"

"ارے رکاب میں پیر ڈال کر چڑھ جاؤ۔"

"رکاب کا تسمہ ٹوٹ جائے گا..... کئی بار ایسا ہو چکا ہے۔"

"تم سچ مچ مصیبت ہو۔" وہ ہنس کر بولی۔

"نہیں..... بدنصیب ہوں۔" قاسم چلتے چلتے رک کر بولا۔

"اوہو..... میں نے تو یونہی کہہ دی تھی یہ بات۔"

"اچھا تو دیکھو.....!" قاسم نے رکاب میں پاؤں رکھ کر گھوڑے پر چڑھنے کی کوشش کی اور دھڑام سے دوسری طرف الٹ گیا۔ سچ مچ رکاب کا تسمہ ٹوٹ گیا تھا۔

وہ گرا..... سر میں چوٹ آئی۔ لیکن یہ سب کچھ خاموشی سے نہ صرف برداشت کر گیا بلکہ

اتنی دیر تک انگریزی میں چلتی رہنے والی کھوپڑی میں فوری طور پر ایک شرارت کو بھی جنم [illegible] بیٹھا۔

دانت سختی سے بھینچ لئے..... آنکھیں تو بند ہی تھیں..... ٹلنی پہلے تو ہنسی تھی لیکن جب [illegible] بے حس و حرکت پڑا ہی رہا تو بوکھلا کر گھوڑے سے اُتر آئی۔

قریب پہنچ کر اسے آوازیں دینے لگی۔ جب اس سے بھی کچھ نہ ہوا تو بیٹھ کر جھنجھوڑنے لگی۔ قاسم کی ذہنی رو بہک چکی تھی۔ اگر وہی فر فر انگریزی والا ذہن قائم رہا ہوتا تو [illegible] ہنسی آ چکی ہوتی۔

جب اسے ہوش میں لانے کے سارے جتن کر کے تھک ہار چکی تو بڑبڑانے لگی۔ "[illegible] کیا کروں..... آس پاس کوئی اور بھی نہیں دکھائی دیتا کہ اسی سے مدد مانگوں۔"

قاسم دم سادھے پڑا رہا۔ کبھی کبھی ایک آدھ گہری سانس لیتا تھا۔

دفعتاً اس نے قدموں کی چاپ سنی اور پھر کسی کو کہتے سنا۔ "کیا بات ہے؟"

لہجے سے یہ مردانہ آواز بھی غیر ملکی سی تھی۔

"اوہ..... مسٹر میتھوز..... یہ گھوڑے سے گر کر بے ہوش ہو گیا ہے۔"

اس نے ٹلنی کی آواز سنی۔

پھر وہ آنے والے کو اس کے گرنے کی تفصیل بتانے لگی تھی۔ دونوں کے انداز گفتگو [illegible] قاسم جیسے کوڑھ مغز کی سمجھ میں یہ بات آ گئی کہ دونوں ایک دوسرے کیلئے اجنبی نہیں ہیں۔

اس نے مرد کو کہتے سنا..... "کوئی بات نہیں۔ تم گھوڑے چھوڑ دو..... تھوڑی دیر [illegible] یہاں ایک جیپ پہنچ جائے گی۔"

"یہ میرے بس سے باہر ہے کہ ان دونوں گھوڑوں کو ان کے مستقر تک پہنچا سکوں۔" ٹلنی بولی۔

"اچھی بات ہے..... تم یہیں ٹھہرو! میں خود لئے جا رہا ہوں۔"

قاسم نے دل میں کہا۔ "تمہارا بہت بہت شکریہ بیٹا..... جیپ بھجوا دو گے تو اور [illegible] شکریہ ادا کروں گا۔"

پھر اچانک اس کے ذہن پر جمی ہوئی برف پگھلنے لگی..... ہائیں ایک مرد ایک [illegible]

[illegible] ساتھ بھیج رہا ہے..... کوئی چکر ضرور ہے۔

پھر اسے اپنی موجودہ حیثیت یاد آئی۔ وہ لوگ یاد آ گئے جنہوں نے پروفیسر ابدالی کو مار [illegible] اور رافعہ ابدالی ان سے انتقام لینے کے لئے کرنل فریدی سے تعاون کر رہی تھی۔ [illegible] زیدی کی ایک اسکیم کے تحت ہی تو ان دونوں نے اس ہوٹل میں قیام کیا تھا۔ کہیں یہ معاملہ نہ ہو..... وہی لوگ نہ ہوں۔

اس سے پہلے بھی تو کئی بار قاسم ایسے حادثات کا شکار ہو چکا تھا۔ حمید کی دوستی کی بناء پر [illegible] بار اُسے عجیب عجیب جہانوں کی سیر کرنی پڑی تھی۔ نہ جانے کتنے واقعات خود اس [illegible] ذہن سے محو ہو چکے تھے۔

تو پھر یہ لڑکی اسے کہاں لے جانا چاہتی ہے؟ ٹھینگے سے..... دیکھا جائے گا لڑکی ہی تو ہے..... کوئی شیر ببر نہیں۔

وہ بدستور آنکھیں بند کئے پڑا سوچتا رہا۔ اس دوران میں اس نے دونوں گھوڑوں اور [illegible] کے رخصت ہو جانے کی آوازیں بھی سنی تھیں۔

ٹلنی پھر اُسے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر آوازیں دینے لگی اور اس بار اس نے آنکھیں کھول ہی [illegible] کیونکہ اسے یک بیک وہ لنچ بکس یاد آ گئے تھے جو اس نے گھوڑے کی زین سے لٹکے [illegible] تھیلے میں بڑی احتیاط سے رکھ دیئے تھے۔ کہیں وہ بھی نہ چلے گئے ہوں۔ گھوڑوں کے [illegible] اتنی دور پیدل چلنے سے کسی قدر بھوک لگ آئی تھی۔

"کیا بات ہے..... تم.....؟" ٹلنی نے جھک کر مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"گھوڑے کہاں ہیں..... میرا گھوڑا....." قاسم اٹھنے کی کوشش کرتا ہوا۔

"گھوڑے گئے..... ان کی جگہ جیپ آئے گی۔"

"اور..... اور..... وہ لنچ بکس.....!"

"مجھے نہیں معلوم تم نے کہاں رکھے تھے۔"

"میرے والے گھوڑے کے تھیلے میں۔"

ٹلنی ہنس پڑی..... ہنستی رہی اور قاسم جھلا کر بولا۔ "میرا مذاق کیوں اڑا رہی ہو۔"

"اب تم کیا کھاؤ گے؟"

”مجھے کھانے پینے کے معاملہ میں مذاق بالکل پسند نہیں اور جیسا چاہو مذاق کرو۔“

”بھی مذاق نہیں......تمہاری بے ہوشی کی وجہ سے اتنی پریشان ہوگئی تھی کہ......“

”بس بس......!“ قاسم ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”میں مر بھی جاؤں تو کسی کو پریشانی نہیں ہوسکتی۔ زیادہ بے وقوف بنانے کی کوشش نہ کرو۔“

”واقعی تم بہت بدنصیب ہو۔ تمہیں میرے خلوص پر یقین نہیں ہے۔“

”خلوص سالا پیٹ نہیں بھرتا۔“

”سالا کیا......؟“

”ہوگا کچھ......ٹھینگے سے۔“

”اپنی زبان کے الفاظ کم از کم استعمال کرو۔ مجھے سمجھنے میں دشواری ہوتی ہے۔ ٹھینگا کیا ہے؟“

قاسم نے انگوٹھا دکھایا وہ حیرت سے پلکیں جھپکاتی رہی۔

اتنے میں وہاں ایک جیپ آ پہنچی جسے کوئی مقامی آدمی ڈرائیو کر رہا تھا۔ جیپ روک کر کے اس کی کنجی نلنی کے حوالے کی اور پیدل واپس چلا گیا۔

”تمہیں ڈرائیونگ تو آتی ہی ہوگی۔“ نلنی نے کہا اور آگے بڑھ کر جیپ کی اگلی نشست پر نظر ڈالتی ہوئی بولی۔ ”خوش ہو جاؤ......تمہارے لنچ بکس جیپ میں موجود ہیں۔“

”ہاں ہاں! میں ڈرائیو کرسکتا ہوں۔“ قاسم خوش ہو کر اٹھتا ہوا بولا۔

کچھ دیر بعد وہ نلنی کی راہنمائی میں جیپ کو اونچے نیچے راستوں پر لئے جا رہا تھا۔

آدھے گھنٹے بعد وہ ایک بالکل سنسان جگہ پر جا پہنچے۔ قاسم نے اس کی ہدایت پر جیپ روکی اور بے ساختہ لنچ بکس کی طرف ہاتھ بڑھا ہی تھا کہ اس کے کان کے قریب جانا پہچانا قہقہہ گونج کر رہ گیا۔

قاسم کے پیروں تلے زمین نہیں تھی۔ اس لئے کیپٹن حمید کی شکل دیکھ کر جیپ ہوا میں تیرتی محسوس ہونے لگی۔

ہلکی گالی

قاسم کبھی حیرت سے حمید کو دیکھتا تھا اور کبھی بوکھلا کر نلنی کو دیکھنے لگتا تھا۔

دفعتاً حمید جھک کر آہستہ سے اس کے کان میں بولا۔ ”میرے ساتھ اس سے بھی زیادہ خوبصورت لڑکی ہے۔ تم بالکل پرواہ نہ کرو......ہم دونوں بہت بھوکے ہیں......کچھ کھانے کو دو......!“

”کہاں ہے لڑکی......!“ قاسم اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی بول پڑا۔

”ادھر......اس غار میں۔“ حمید بائیں جانب ہاتھ اٹھا کر بولا۔

”دیکھے بغیر یکین نہیں کرسکتا۔ جاؤ......جرور......باہر لاؤ......!“

حمید غار کے دہانے کی طرف لپکا۔

”یہ کون تھا کیا کہہ رہا تھا۔“ نلنی نے پوچھا۔

”کھانا مانگ رہا تھا......بھوکا......!“

”پھر تم نے کیا کہا۔“

”اپنی ’اس‘ کو لینے گیا ہے۔“

”اس کو سے کیا مطلب......؟“

”تم سے کیا مطلب......؟“ قاسم جھنجھلا گیا۔

”میں نلنی ہوں......!“

”وہ بھی ہوگی کوئی......میں نام نہیں جانتا۔“

”اوہو......تو اس کے ساتھ کوئی عورت ہے۔“

”میں دیکھے بغیر یقین نہیں کرسکتا۔“

”کیا تم دونوں ایک دوسرے سے واقف ہو۔“

”بدقسمتی سے۔“ قاسم نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

”آخر تم بور کیوں ہو رہے ہو......؟“

"ان دونوں کے لئے کھانا کہاں سے مہیا کروں گا۔"

"ایسی گھٹیا باتیں نہ کرو...... میں اپنا لنچ بکس انہیں دے دوں گی۔"

قاسم ٹھنڈی سانس لے کر بڑبڑایا۔ "یہ تو ہونا ہی ہے۔"

"تم اس سالے کے لئے پاگل ہو جاؤ گی...... حمید پمید ٹمید...... خدا گارت کرے"

"کیا بڑبڑا رہے ہو۔"

"اپنی ایسی کی تیسی......!"

"انگریزی میں کہو۔"

اس پر قاسم جھلا کر اردو ہی میں انگریزی کی والدہ محترمہ کی شان میں گستاخی کر بیٹھا۔

"پتہ نہیں کیا کہہ رہے ہو تم......!"

قاسم نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے اور غار کے دہانے کی طرف دیکھتا رہا۔ اتنے میں

لڑکی سمیت برآمد ہوا۔

"اوہو...... کتنی خوبصورت لڑکی ہے۔" نلنی بولی۔

"ہاں ہے تو......؟" قاسم نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں ضرور ان کی مدد کروں گی۔"

"تم کچھ مت کرنا.... سب کچھ مجھے کرنے دینا.... وہ تمہاری آواز بھی نہ سنے تو بہتر ہے"

"آخر تم کہنا کیا چاہتے ہو۔"

"اگر تمہاری آواز اس لڑکی کی آواز سے زیادہ سریلی ہوئی تو میں کیا کروں گا۔"

"پتہ نہیں کیا بک رہے ہو...... اچھا خاموش رہو...... وہ قریب آ گئے ہیں۔"

حمید قریب پہنچ کر رک گیا اس کی ساتھی اس کے پیچھے تھی۔

"یہ ریما ہے۔" حمید نے قاسم سے کہا۔

"بڑی خخ...... خوشی ہوئی۔"

ریما سر جھکائے کھڑی رہی۔ نلنی اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

"کیا اس لڑکی کے ساتھ کوئی بدسلوکی ہوئی ہے۔" دفعتاً اس نے قاسم سے پوچھا۔

"نہیں محترمہ...... اس کی شکل ہی ایسی ہے۔" حمید بول پڑا۔

اس پر بھی ریما نے کسی سے نظر نہ ملائی۔

قاسم نے نلنی سے کہا۔ "کھانا دینا ہے تو دے دو...... فضول باتوں سے کیا فائدہ۔"

نلنی نے اپنا لنچ بکس اٹھا کر حمید کی طرف بڑھا دیا۔

"بہت بہت شکریہ...... اے نیک دل خاتون۔"

"زیادہ باتیں نہ بناؤ...... جا قرز ہر مار کرو۔"

حمید جیپ کی پچھلی سیٹ کی طرف بڑھا ہی تھا کہ قاسم دہاڑا۔

"خبردار...... دور کی صاحب سلامت رکھنا چاہتا ہوں...... بس......!"

حمید رک کر ریما کی طرف مڑا اور مسکرا کر بولا۔ "ریما سویٹ! یہ میرا وہی پیارا دوست

ہے جس کا ذکر میں نے تم سے کیا تھا۔"

"اچھا......!" ریما نے سر اٹھا کر قاسم کی طرف دیکھا جس کا چہرہ جذباتی کشمکش کی بناء

پر زیادہ مضحکہ خیز نظر آنے لگا تھا۔

"آؤ پچھلی سیٹ پر آ جاؤ۔" حمید نے ریما کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔

قاسم چوکڑی بھول چکا تھا۔ ریما کی مسکراہٹ ایسی ہی تھی۔

وہ کچھ نہ بولا۔ ریما اور حمید پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ نلنی نے ان سے پوچھا۔ "کیا ان کی

گاڑی خراب ہو گئی ہے۔"

"پچھلی رات کوئی ہمارے گھوڑے چرا لے گیا۔" حمید نے جواب دیا۔

"گھوڑوں پر کیا مرنے آئے تھے۔" قاسم نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"ہم بدھ یادگاریں تلاش کر رہے تھے۔ میری ساتھی ماموزیل ریما بدھ مت پر اتھارٹی ہیں۔"

"اوہو......!" نلنی نے دلچسپی کا اظہار کیا اور شوخ نظروں سے ریما کو دیکھتی رہی۔

حمید نے لنچ بکس کھولا اور ریما کو بھی کھانے کا اشارہ کر کے ایک سینڈوچ اٹھا لیا۔

قاسم اردو میں بڑبڑا رہا تھا۔ "سالے بھوتوں کی طرح چمٹ گئے ہیں۔ لانت ہے ایسی

زندگی پر...... کہاں چلا جاؤں قہاں مر جاؤں۔"

"لڑکی زوردار ہے پیارے۔" حمید نے بھی اردو ہی میں کہا۔

"خبردار!" قاسم مڑ کر غرایا۔ "ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکلے...... زوردار ہے بھی تو

اب تیرے باپ کا قیا۔"

"کیا تمہیں کسی بات پر غصہ آ گیا ہے۔" ظلنی نے اس کا شانہ تھپک کر کہا۔ "بہ

کہ تم اپنا لنچ بکس کھول لو۔"

"اس آدمی سے بچ کر رہنا...... خطرناک ہے۔" قاسم اس کی طرف جھک کر آ

سے بولا۔ "بہت خطرناک...... بہت کمینہ۔"

"ہوگا ہمیں کیا......؟" ظلنی بُرا سا منہ بنا کر بولی۔

"ابے کیوں شامت آئی ہے۔" حمید نے قاسم کو مخاطب کیا۔

"ابے تبے سے بات نہ قرنا۔"

"کیا اردو سمجھتی ہے۔"

"سمجھتی ہوتی تو میں تمہارا گلا نہ گھونٹ دیتا۔"

"چپاتی بیگم......!"

"نہیں چلے گی...... میں اسے بتا چکا ہوں...... چپاتی بیغم ہونہہ۔"

"خود ہی کیوں بتا دیا۔ کچھ میرے لئے بھی تو چھوڑا کرو۔"

"قرنل صاحب سے میری ملاقات ہو چکی ہے...... میں جانتا تھا کہ تم سے بھی کبھ

کہیں جرور ملاقات ہوغی...... اس لئے بتا دیا...... اب دیکھتا ہوں تمہاری قیسے چلتی ہے۔"

"وہ کہاں ہیں......!"

"ہوں غے کہیں...... قیا میں کسی کے باپ کا نوکر ہوں کہ ہر بات بتاتا پھروں۔"

دفعتاً ظلنی بولی۔ "جب تم دونوں ہی انگریزی میں گفتگو کر سکتے ہو تو پھر دوسروں کو ا

میں مبتلا کرنے سے کیا فائدہ۔"

"کوئی خاص بات نہیں محترمہ...... بس یونہی رسمی سی باتیں تھیں۔" حمید نے بڑی ش

سے کہا۔

"لیکن قاسم تو غصے میں معلوم ہوتے ہیں۔"

"اس نسل کا عام حالات میں بھی غراتا رہتا ہے۔"

"دیکھو...... دیکھو...... جبان سنبھالو...... تم خود کتے ہوگے سالے غرانے والے۔"

تو پھر میں سب کچھ اسے بتا دوں۔"

"جرور بتاؤ......!"

لیکن حمید صرف پیٹ بھرنے میں مشغول رہا۔ ریما تو بالکل ہی خاموش تھی۔ ایسا معلوم

جیسے اس کے لئے یہ آوازیں کوئی معنی نہ رکھتی ہوں۔ چہرے پر کچھ عجیب سا تاثر تھا۔

خلقی تو صرف ایسے ہی چہروں پر ہوتی ہے جو ذہن سے کٹ گئے ہوں۔

بکس خالی ہو چکا تھا۔ حمید نے اسے باہر پھینک دیا۔ پھر قاسم سے پوچھا۔ "کچھ کافی

ہے۔"

"کیا تم میرے مہمان ہو...... جہنم میں جاؤ میری طرف سے...... کافی پئیں گے

جان جلاتے ہیں۔"

ر حمید نے یہی سوال ظلنی سے کیا اور وہ ہنس پڑی۔ کچھ دیر ہنستے رہنے کے بعد بولی۔

ے دوست کو کھانے کے علاوہ اور کسی چیز کی پرواہ نہیں۔ پینے کو کچھ ملے یا نہ ملے۔"

"آثار قدیمہ میں سے ہے۔"

"تم خود ہو آثار قدیمہ سالے پھٹیچر......!" قاسم دہاڑا۔

"پھٹیچر کیا......؟" ظلنی نے ٹوکا۔

"میں پھٹیچر کی انگریزی نہیں جانتا۔" قاسم لہجے کی تبدیلی کے بغیر بولا اور حمید بے

ہنس پڑا۔ ظلنی بھی ہنس رہی تھی۔

"میں ان سے کہتی ہوں ایسے الفاظ تمہاری زبان سے نکلیں ہی کیوں جن کی انگریزی

معلوم نہ ہو۔" ظلنی نے ہنسی پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

م ہے۔" حمید بولا۔

ام کیا......!"

ید کے کچھ کہنے سے پہلے ہی قاسم گاڑی سے اُتر کر اسے بھی نیچے کھینچ لینے کیلئے جھپٹا۔

چونک کر اسے گھورنے لگی تھی۔ جیسے ہی دونوں کی نظریں ملیں قاسم کا آگے بڑھنا

گیا۔

"تم کیسے آدمی ہو۔" ریما بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "مصیبت زدگان سے اظہار

ہمدردی کی بجائے لڑ مرنے پر آمادہ ہو۔"

"یہ......یہ بھی۔" قاسم ہکلا کر رہ گیا۔

"تمہیں چاہئے کہ ہم کو شہر تک پہنچا دو...... ہمیشہ احسان مند رہیں گے۔"

"آپ مم......میری بات بھی تو سنئے۔" قاسم نے کھسیانے انداز میں کہا۔ "یہ ہ پرانے دوستوں میں سے ہے۔ کبھی کبھی ہمارے درمیان جنگ بھی ہو جاتی ہے۔"

"اس وقت تو ہمیں ہمدردی ہی کا مستحق سمجھو۔"

"جی ہاں......جی ہاں......!" قاسم بوکھلا کر رہ گیا اور پھر اپنی جگہ پر جا بیٹھا۔

پھر ریما نے شلنی سے کہا۔ "اگر ہم جلد ہی شہر نہ پہنچے تو میری حالت خراب ہو جائے گی سینے میں درد محسوس کر رہی ہوں۔"

"تم فکر نہ کرو...... ہم آج کی تفریح کل پر اٹھا رکھیں گے۔" شلنی نے جلدی سے کہا پھر اس نے قاسم سے واپسی کے لئے کہا۔

"اللہ کی مرضی۔" اس نے اردو میں ٹھنڈی سانس لی۔

حمید اب خاموش ہو گیا تھا۔ قاسم نے انجن اسٹارٹ کیا اور جیپ حرکت میں آ گئی۔

"لیکن ہمارے پاس تو کچھ ہے نہیں۔ ہم جائیں گے کہاں۔" ریما آہستہ سے حمید کے کان میں بولی۔

"دیکھا جائے گا۔"

"مجھے الجھن ہو رہی ہے۔ اتنی بے بسی میں نے کبھی نہیں محسوس کی۔"

"بے بسی کا نام نہ لو میرے سامنے۔" حمید نے پائپ میں تمباکو بھرتے ہوئے کہا "مجھے اس لفظ سے نفرت ہے۔"

دفعتاً قاسم نے ایک گندی سی گالی کے ساتھ بریک لگائے۔ جیپ رک گئی۔ حمید چونک کر دیکھا۔ ایک آدمی جیپ کے سامنے دونوں ہاتھ اٹھائے کھڑا تھا۔

"کیپٹن حمید پلیز......!" اس نے اونچی آواز میں کہا۔

"کیا بات ہے......تم کون ہو۔" حمید جیپ سے اتر کر اس کی طرف بڑھتا ہوا بولا

"میرے ساتھ آیئے۔" اجنبی نے دوسری طرف مڑتے ہوئے کہا۔ "آپ کیلئے پیغام ہے"

36

پھر قاسم نے انہیں ایک چٹان کے پیچھے غائب ہوتے دیکھا۔

"ان لوگوں سے اسی لئے مجھے الجھن ہوتی ہے۔" اس نے شلنی سے کہا۔

"کن لوگوں سے؟"

"ارے سالے سرکاری جاسوس ہیں۔ قدم قدم پر چار سو ہیں۔ پتہ نہیں یہ کون اُلو کا پٹھا تھا۔"

"اُلو کا پٹھا کیا......!"

قاسم دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پیٹ کر بولا۔ "میں اُلو کے پٹھے کی انگریزی نہیں جانتا۔"

"خدا تم پر رحم کرے۔" شلنی ہنس پڑی۔

"مجھے خوف معلوم ہو رہا ہے۔" ریما کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی اور شلنی کو سنجیدگی اختیار ہاس کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔

قاسم بھی مڑ کر اسے غور سے دیکھنے لگا تھا۔ اس کے چہرے پر اسے کچھ ایسی بے چارگی کہ خود بھی اپنی آنکھوں میں غم کا تاثر پیدا کرنے بیٹھ گیا۔ پھر بولا۔ "تم فکر نہ کرو یہ ل فریدی کا اسسٹنٹ ہے۔ مار پیٹ میں کسی سے پیچھے نہیں رہے گا۔"

"کرنل فریدی کون ہے۔" شلنی نے آہستہ سے پوچھا۔

"بہت خطرناک آدمی ہے...... ہزاروں کا تنہا مقابلہ کر سکتا ہے۔ مجھ جیسے دیو کی بھی ڑ دے۔"

"میں نے آج تک کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھا۔ صرف کہانیوں میں ایسے کرداروں کے ڑھتی رہتی ہوں۔ یقین نہیں آتا۔"

"میں تمہیں دکھا دوں گا۔ دنیا کے بہت بڑے بڑے مجرم اس کے نام سے کانپتے ہیں۔"

"حمید کہاں رہ گیا...... اتنی دیر کیوں ہوئی...... میں بھی جا رہی ہوں۔" ریما مضطربانہ نہ بولی۔

"آ جائے گا...... آ جائے گا...... وہ تمہیں چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتا...... اس کا باپ کہے ہے۔" قاسم اسے دلاسہ دینے لگا۔

"اور اگر تمہارا باپ کہے کہ مجھے چھوڑ دو تو......!" شلنی نے مسکرا کر پوچھا۔

"کہہ کر تو دیکھے۔ میں کسی کنوئیں میں چھلانگ لگا دوں گا۔"

"اس طرح میں تنہا رہ جاؤں گی۔"

"ہاں یہ تو ہے۔" قاسم متفکرانہ لہجے میں بولا۔ "اچھا تو پھر میں تمہارے ساتھ ہو جاؤں گا۔"

"آخر تم اپنے باپ سے اتنا کیوں ڈرتے ہو۔"

"اس لئے کہ اسے انگریزی نہیں آتی۔ جو کچھ بھی کہنا ہوتا ہے اردو میں کہتا ہے اور کی بعض گالیاں اگر پتھر پر بھی رکھ دی جائیں تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔"

"گالیاں دیتا ہے تمہیں۔"

"اردو میں......!" قاسم ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"مجھے بھی سکھا دو اردو کی گالیاں۔"

"ارے جاؤ...... تم سے تو بنیں گی بھی نہیں۔"

"تم بتاؤ بھی تو......!"

"نہیں...... مجھے شرم آتی ہے۔"

"اب تو سکھانی ہی پڑیں گی...... ورنہ دوستی ختم۔"

"ارے ارے...... نہیں اچھا...... ایک ہلکی قسم کی گالی بتاتا ہوں...... تم شاید ادا کر سکو...... حرام زادہ۔"

"حرام زادہ...... حرام زادہ...... حرام زادہ۔" وہ رٹتی رہی اور قاسم ہی ہی کرتا پھر وہ حرام زادہ کا مطلب پوچھ بیٹھی۔

"اور اس کا محل استعمال بھی بتاؤ۔" ٹلنی نے کہا۔

"جہاں چاہو استعمال کر ڈالو...... کوئی پابندی نہیں۔"

"قاسم حرامزادہ۔"

"دیکھو دیکھو...... یہ ٹھیک نہیں...... واہ وا...... مجھے ہی کہہ دیا۔"

"صوتی اعتبار سے یہ گالی مجھے اچھی لگی ہے...... لہٰذا میں پیار سے تمہیں حرامزادہ کروں گی۔"

"اچھا اچھا کہہ لینا...... لیکن اکیلے میں۔"

"میں اردو نہیں سمجھتی پیارے حرام زادہ۔"

"ہی ہی ہی...... نہیں...... دیکھو یہ نہیں۔"

"تو پھر حرام زادہ کے معنی بتاؤ۔"

"مجھے حرام زادہ کی انگریزی نہیں معلوم......!" قاسم بھنا کر بولا۔

"اچھا حرامزادہ۔"

"دیکھو حمید کے سامنے مجھے حرام زادہ نہ کہنا...... اکیلے میں کوئی حرج نہیں۔"

"تم نے تو کہا تھا یہ ہلکی قسم کی گالی ہے۔"

"اس سے کیا ہوتا ہے...... تم تو بہت پریشان کرتی ہو۔" قاسم نے نخریلے پن سے لچکنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ لیکن پھر اسے فوری طور پر سنبھل جانا پڑا۔ حمید چٹان کی اوٹ سے برآمد ہوا تھا اور تیزی سے جیپ کی طرف بڑھتا آ رہا تھا۔

جب وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا تو ٹلنی قاسم کے شانے پر ہاتھ مار کر بولی۔ "چلو حرامزادہ۔"

"کیا مطلب...... ابے میں کیا سن رہا ہوں۔" حمید نے قاسم کی پشت پر ہاتھ مار کر کہا قاسم ڈھٹائی سے ہنس کر بولا۔ "مجھ سے محبت کرتی ہے...... سب چلتا ہے۔"

"تو تم محبت میں حرامزادہ ہو۔"

"کتے کا پلا بھی ہوں...... تم سے مطلب۔" قاسم جھلا گیا۔

"اس باپ کو تو تم چھوڑ چکے۔ اب مجھ سے مطلب نہ ہوگا تو پھر کس سے ہوگا۔"

"بس آپ بکواس بند کیجئے...... ورنہ میں تو صرف ان کھاتون کی وجہ سے خاموش ہوں کبھی کا آپ کو دھکا دے چکا ہوتا۔"

"اچھا...... اچھا بڑے بھائی!" حمید جلدی سے بول پڑا۔ "میں آپ کا بہت احترام کرتا ہوں۔ جلدی سے مجھے شہر پہنچا دیجئے۔"

"تو کیا شہر چلیں۔" قاسم نے ٹلنی سے پوچھا۔

"ہاں تفریح کل ہوگی...... آج یہی ضروری ہے۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔" قاسم نے بڑے پیار سے کہا۔

جیپ اونچے نیچے راستے پر ہچکولے کھاتی آگے بڑھتی رہی...... حمید نے بالکل خاموشی

اختیار کر لی تھی اور ریما اس کے شانے سے سر ٹکائے خلاء میں گھورے جا رہی تھی۔

بڑی دشوار گزار چٹانیں تھیں لیکن فریدی کسی پیشہ ور کوہ پیما کی طرح تیزی سے راستے طے کر رہا تھا..... اس کے پیچھے واجد تھا۔ بار بار وہ رکتا اور پھر گرتا پڑتا چلنے لگتا۔

ایک جگہ رک کر فریدی اس کا انتظار کرنے لگا۔ وہ اس وقت میک اپ میں تھا اور واجد کے لئے اجنبی۔

اپنے مستقر سے روانگی سے پہلے اس نے واجد سے کہا تھا کہ وہ اس کے ایک خاص آدمی کے ساتھ ویران قلعے تک جائے اور پھر تھوڑی دیر بعد خود ہی اس خاص آدمی کے روپ میں اس کے ساتھ ہو لیا تھا۔

واجد نے اس کے قریب پہنچ کر ہانپتے ہوئے کہا۔ ''بھائی..... میں تمہاری طرح عادی قسم کا راہرو نہیں ہوں..... ذرا آہستہ چلو۔''

''کیا تم تھک گئے ہو۔'' فریدی نے نرم لہجے میں پوچھا۔

''یقیناً.....!'' واجد بدستور جلدی جلدی سانسیں لیتا ہوا بولا۔ ''دل چاہتا ہے کچھ دیر بیٹھ کر دم لے لوں۔''

''ارے تو بیٹھ جاؤ..... تکلف کیا۔ چیف دراصل یہ چاہتا ہے کہ ایک بار تمہارے ساتھ بھی کوئی ویران قلعے تک جائے۔ کیوں چاہتا ہے اس کا علم مجھے بھی نہیں..... چلو بیٹھ جاؤ۔''

وہ دونوں بیٹھ گئے۔ واجد کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا۔ ''کیا تم چیف کو پسند کرتے ہو۔''

''نوکری ٹھہری..... پسند یا ناپسند کا سوال ہی نہیں۔''

واجد پھر کچھ سوچنے لگا۔ فریدی بغور اس کے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے پوچھا۔ ''کیا تم نے کبھی نفرت نہیں محسوس کی۔''

''نفرت.....!'' فریدی کا لہجہ پُرتفکر تھا۔ ''ہاں اکثر جب وہ وجہ بتائے بغیر کوئی الٹا حکم دے بیٹھتا ہے۔''

''تمہارا نام کیا ہے۔''

''محراب خان.....!''

''محراب خان..... تم بہت اچھے آدمی معلوم ہوتے ہو۔''

''پتہ نہیں۔'' فریدی نے لاپرواہی سے کہا۔ ''میں اس قسم کی رسمی گفتگو سے دلچسپی نہیں رکھتا۔''

''کیا تم کبھی چیف کو دھوکہ دے سکتے ہو۔''

''کیا ہے تمہارے دل میں۔'' دفعتاً فریدی ریوالور کے دستے پر ہاتھ رکھ کر غرایا۔ ''کیا ...لئے تمہیں میرے ساتھ بھیجا گیا ہے کہ تم میرے دل کا بھید لو۔''

''نہیں محراب خان۔'' واجد بڑی لجاجت سے بولا۔ ''ایسی کوئی بات نہیں۔ دراصل میں ...ے شدید ترین نفرت کرتا ہوں۔''

''تمہارا اپنا معاملہ ہے..... مجھے اس سے کیا۔''

''مجھے ایک ہمدرد چاہئے۔ یہاں سب میرے دشمن ہیں۔ حتیٰ کہ چیف بھی مجھ سے ...ت کرتا ہے کہ کسی وقت بھی گولی مار سکتا ہے۔'' واجد دردناک لہجے میں بولا۔

''آخر کیوں؟''

''میں نہیں جانتا..... لیکن نہیں..... میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ میری محبوبہ کا دشمن ...ہے۔ ہائے وہ چہرہ..... اس کی یاد قبر تک میرے ساتھ جائے گی۔ دھواں..... پیچ دار مہکتا ...دھواں..... اور وہ چہرہ۔''

وہ اس طرح اٹھ کر جھپٹا تھا جیسے کسی پر حملہ کرنا چاہتا ہو اور پھر ایک بڑے سے پتھر سے ٹکرا گیا تھا۔

فریدی خاموش بیٹھا اسے دیکھتا رہا۔ واجد اس کی طرف مڑا۔ اس کے چہرے پر ...ندگی کے آثار تھے۔ ''ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ابھی جاگا ہو۔''

''چوٹ تو نہیں آئی۔'' فریدی نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔

''نہیں بعض اوقات، یہ نفرت اتنی شدت اختیار کرتی ہے کہ میں خواب دیکھنے لگتا ہوں۔ ...ں اس چہرے کو تلاش کرتا ہوں لیکن وہ ہنس کر ٹال دیتا ہے..... آج بھی دیکھ لو..... خود ...نہیں آیا..... تمہیں بھیج دیا۔ میں نہیں جانا چاہتا..... جب وہ ساتھ ہوگا، تب ہی جاؤں

گا۔ کیا خیال ہے تمہارا۔"

فریدی اپنی آنکھوں میں فکرمندی کے آثار پیدا کر کے اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔

"بولو...... کیا تم مجھ پر اتنا کرم کرو گے۔" واجد نے سوال کیا۔

"کیا...... کچھ کہو بھی تو۔"

"یہیں سے واپس چلو...... اور کرنل سے کہہ دو کہ ہم ویران قلعے تک ہو آئے ہیں۔"

فریدی نے متفکرانہ انداز میں کہا۔ "اچھی بات ہے۔ میں تمہاری خواہش پوری کروں گا۔"

بُری خبر

حمید نے ریما سمیت اسی ہوٹل میں قیام کیا تھا جہاں قاسم اور رافعہ مقیم تھے۔ اس وقت ریما آتش دان کے قریب بیٹھی پُرتفکر انداز میں دہکتے ہوئے کوئلوں کو گھورے جا رہی تھی۔

حمید ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا اپنے بال درست کر رہا تھا۔

دفعتاً ریما اُٹھ کھڑی ہوئی اور حمید کے قریب پہنچ کر بولی۔ "تم مجھے بتاتے کیوں نہیں کہ وہ کون تھا۔"

"میرے چیف کا ایک ہرکارہ......!"

"تمہارے چیف کا ہرکارہ......!" ریما کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اگر وہ میرے چیف کا ہرکارہ نہ ہوتا تو اس وقت ہم ریگم بالا کی سڑکوں پر بھیک مانگتے پھر رہے ہوتے۔"

"مجھے حیرت ہے۔"

"کس بات پر۔"

"اگر تمہارا چیف اسی طرح تمہاری نگرانی کرا رہا ہے تو پھر......!"

"ہاں...... ہاں...... کہو کیا کہنا چاہتی ہو۔"

"کچھ نہیں...... میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کہنا چاہ رہی ہوں۔ ذہن پر زور دیتی ہوں تو سر چکرانے لگتا ہے۔"

"اور میری عقل ٹخنے میں اتر آئی ہے۔"

"تم آخر اتنے غصہ ور کیوں ہو گئے ہو۔" وہ روہانسی ہو کر بولی۔

"بس کیا بتاؤں! ان مردودوں نے تمہیں میرے لئے مصیبت بنا کر رکھ دیا ہے۔ بالکل ان کے سے لہجے میں گفتگو کرنے لگی ہو۔"

"کیا مطلب......؟ کن لوگوں کی بات کر رہے ہو۔"

"تمہارے ساتھیوں کی...... انہوں نے ہپنوٹائز کر کے تمہاری شخصیت ہی بدل کر رکھ دی ہے۔ اب میں تمہارے شہد لگا کر چاٹوں یا ردی کی ٹوکری میں پھینک دوں۔"

"بے وفاؤں کی سی گفتگو نہ کرو۔" وہ رو پڑی اور حمید اسے روتا چھوڑ کر وہاں سے اُٹھ کھڑا ہوا۔

رات کے آٹھ بجے تھے۔ ڈائننگ ہال میں زیادہ بھیڑ نہیں تھی۔ قاسم ایک میز کے پاس تنہا نظر آیا۔ حمید کو دیکھ کر اس نے بُرا سا منہ بنایا تھا۔ لیکن کچھ کہہ نہ سکا۔ حمید بھی کچھ نہ کہہ کر چپ چاپ کرسی کھینچ کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"جی...... فرمائیے......!" قاسم نے زہریلے انداز میں دیکھتے ہوئے اس سے سوال کیا۔

"وہ کہاں گئی۔"

"آپ سے مطلب......!"

"بڑے پیارے لہجے میں حرام زادہ کہتی ہے۔"

"جی پھر آپ بھی سکھا دیجئے اپنی کُتّو کو۔"

"وہ تو میری اتالیق ہے۔"

"اتالیق نہیں تو بتاشہ ہے۔"

"کیا پال رکھی ہے تم نے۔"

"بور نہ کرو مجھے...... یہاں سے چلے جاؤ......!" قاسم ہاتھ ہلا کر بولا۔

"سنا ہے تم نے کسی مریضہ کی ملازمت بھی اختیار کر رکھی ہے۔"

"جی میں نے سب کچھ کر رکھی ہے..... پھر آپ سے مطلب۔"

"ابے ہوش میں ہے یا نہیں۔"

"دیکھو..... زبان سنبھال کے۔"

"آخر غرور کس بات کا ہو گیا ہے تمہیں..... پل بھر میں روسیاہی نصیب ہو گی۔ اس فکر نہیں کہ تم خود ہی اس پر سب کچھ ظاہر کر چکے ہو..... اور بھی راستے ہیں۔ چٹانوں ٹکراتے پھرو گے۔"

قاسم تھوک نگل کر رہ گیا۔ آہستہ آہستہ اس کے چہرے پر بے بسی کے آثار ابھر آرہے تھے۔ لیکن وہ سختی سے ہونٹ پر ہونٹ جمائے بیٹھا رہا۔

اتنے میں ریما دکھائی دی۔ تیر کی طرح اس میز کی طرف آئی تھی۔

"کیا ہے۔" حمید نے جھلا کر پوچھا۔

"مجھے تنہائی سے ہول آتا ہے۔"

"بالکل بالکل.....!" حمید سے پہلے قاسم بول پڑا۔

حمید خاموش رہا۔ نہ صرف خاموش رہا بلکہ دوسری طرف منہ پھیر کر بیٹھ گیا۔

دفعتاً قاسم کی آنکھوں سے شرارت آمیز چمک لہرائی اور اس نے ریما سے کہا۔ "بڑے آدمی کو چاہنے لگی ہو تم۔"

حمید کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نظر آئی۔ لیکن وہ اسے بھی گھونٹ گیا۔

ریما متحیرانہ انداز میں قاسم کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

"میں غلط نہیں کہہ رہا۔ درجنوں عورتیں اسکے پیچھے برباد ہو چکی ہیں۔ اچھا آدمی نہیں ہے۔"

"شٹ اپ.....!" ریما اتنے زور سے چیخی کہ پورا ہال گونج اٹھا۔ لوگ چونک کر ان کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

قاسم کے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں اور اس نے بوکھلا کر حمید کی طرف دیکھا۔

"چلو..... چلو..... تم بہت زود رنج ہو گئی ہو۔ یہ بالکل احمق آدمی ہے۔ میرا دوست ہے معاف کر دو۔"

"اسے تم دوست کہتے ہو..... جو تمہیں برا کہہ رہا تھا۔"

"اسے تو اس کی گرل فرینڈ بھی حرام زادہ کہہ رہی تھی۔"

"حرام زادہ کیا.....؟"

"اس کے سامنے نہیں بتاؤں گا۔"

"بتا کر دیکھو..... توڑ مروڑ کر رکھ دوں گا۔"

"اب یہ کیا کہہ رہا ہے۔" ریما نے حمید سے پوچھا۔

"ختم کرو..... آؤ چلیں۔"

"کھتم کرو..... آؤ چلیں۔" قاسم منہ چڑا کر بولا۔ "سالے میری والی بھی ہوتی تو پتہ چلتا۔ کھیر دیکھا جائے غا.....!"

"یہ جو کچھ کہہ رہا ہے اور اس کا لہجہ بھی اچھا نہیں معلوم ہوتا۔" ریما پھر قاسم کو گھورنے لگی اور وہ بُری طرح گڑبڑا گیا۔ پھر بدحواسی کے عالم میں اٹھا تھا اور رہائشی کمروں کی طرف چل پڑا تھا۔

حمید ریما کو اپنے کمرے کی طرف لایا اور آہستہ سے بولا۔ "میرا خیال ہے کرنل اس سے مل چکے ہیں۔ میں اس سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"مجھے اپنی اور تمہاری ذات کے علاوہ اور کسی چیز سے دلچسپی نہیں رہی۔" ریما نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ وہ پھر بول پڑی۔ "تمہارے پاس تو کچھ بھی نہیں تھا..... تم اس ہوٹل کے اخراجات کیسے برداشت کرو گے۔"

"میرا چیف مجھ سے اتنا بے خبر نہیں ہے۔"

"کیا تم ذاتی طور پر اس سے ملے تھے۔"

"نہیں.....!"

"کیا تم ان سب لوگوں کو پہچانتے ہو جو اس کے لئے کام کر رہے ہیں۔"

"نہیں.....؟"

"تو پھر تم دھوکہ بھی کھا سکتے ہو۔"

"وہ کس طرح۔"

"کیا وہ آدمی تمہارا جانا پہچانا تھا جس سے چٹانوں میں ملاقات ہوئی تھی۔"

"نہیں......!"

"پھر تم نے اس پر اعتماد کیوں کر لیا۔"

"ایک دوسرے کو پہچاننے کے لئے ہمارے پاس کچھ نشانیاں ہیں۔"

"دوسرے بھی ان نشانیوں سے آگاہ ہو سکتے ہیں...... کیا تمہیں زیرو لینڈ والوں کی مخصوص نشانیوں کا علم نہیں۔"

"بڑی حد تک ہے۔"

"ہو سکتا ہے میرے ساتھیوں نے نیا جال بچھایا ہو۔"

"جہنم میں جائے۔" حمید جھلا کر بولا۔ "میں فی الحال اپنے ذہن کو الجھانا نہیں چاہتا۔ تم بھی سنجیدگی کو خیر باد کہو...... ورنہ......!"

"ورنہ کیا ہوگا......؟"

"کچھ بھی نہیں۔" حمید نہ جانے کیوں ڈھیلا پڑ گیا۔

"نہیں دھمکی دو کہ مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے...... کان کھول کر سن لو...... اگر تم نے ایسا کیا تو میں خودکشی کر لوں گی۔ لیکن خاموشی سے نہیں...... ملکی نظم و نسق کے کسی اعلیٰ ذمہ دار کو ایک خط بھی لکھ جاؤں گی...... تمہیں ذمہ دار ٹھہراؤں گی اپنی موت کا۔"

حمید دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھ گیا۔ یہ کیسی مصیبت ہے۔ وہ سو فیصد سنجیدہ معلوم ہوتی تھی۔ ایسی کسی بلائے بے درماں سے آج تک سابقہ نہیں پڑا تھا۔

دفعتاً وہ اچھلتا ہوا بولا۔ "میں سمجھ گیا...... تم کیا کہنا چاہتی ہو۔"

"کیا سمجھ گئے۔"

"یہی کہ جن لوگوں نے تمہیں ہپنوٹائز کیا تھا وہ میرے چیف کے آدمی نہیں تھے۔ تمہاری ہی تنظیم سے تعلق رکھتے تھے۔"

"ہاں...... میں یہی کہنا چاہتی ہوں۔ مجھے تو ہوش ہی نہیں تھا۔ تمہارے بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے تمہیں باور کرانے کی کوشش کی ہوگی کہ وہ تمہارے چیف کے آدمی ہیں اور انہوں نے مجھے ہپنوٹائز کر کے میری حقیقت معلوم کر لی ہے...... کہیں میں تمہیں

...تو نہیں دے رہی ہوں۔"

"ہاں...... میرا یہی خیال ہے۔"

"میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ تم اس پر یقین نہ کرو...... یہ خیال دل سے نکال دو کہ وہ ...رے چیف کے آدمی تھے۔ یہ ناممکن ہے کہ تمہارے چیف کی رسائی اس کنوئیں تک ...ے جہاں میں نے ہیلی کاپٹر اتارا تھا۔"

حمید سچ مچ سوچ میں پڑ گیا۔ قاسم کی جیپ رکوانے والے نے خود کو بلیک فورس کا آدمی ...کر کے نہ صرف حمید کو بڑی رقم دی تھی بلکہ غار میں پیش آنے والے واقعات کا مقصد بھی ...تھا اور مقصد یہی تھا کہ ریما کو ہپنوٹائز کر کے اس کی اصلیت معلوم کی جائے۔ اس کے اس ...کی تصدیق کی جا سکے کہ وہ تنظیم سے بیزار ہو کر ان سے آملی ہے۔

حمید اس مسئلے پر سنجیدگی سے غور کرتا رہا پھر کچھ دیر بعد بولا۔ "اگر تم کہتی ہو تو مانے لیتا ...لیکن اس کا مقصد؟ انہوں نے ایک بڑی رقم میرے حوالے کر دی ہے۔ ہم دونوں عرصہ تک ...لارڈ اور لیڈی کی طرح زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ ایڈلفی یہاں کا سب سے بڑا ہوٹل ہے۔"

"میں فوری طور پر مقصد نہیں بتا سکتی...... مگر ٹھہرو...... کیوں نہیں بتا سکتی۔"

وہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگی۔ حمید بغور اسے دیکھے جا رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ بولی۔ "اگر تمہارے چیف کو اس نئی سازش کا علم ہو گیا تو کیا ہوگا؟"

"کس سازش کی بات کر رہی ہو۔"

"کیا تم اونگھ رہے ہو۔ میں کہہ رہی تھی اگر تمہارے چیف کو علم ہو جائے کہ وہ لوگ اس ...پردے میں تمہارے قریب آنے کی کوشش کر رہے ہیں تو وہ کیا کرے گا۔"

"خدا جانے...... اس کے لئے کوئی بات یقین کے ساتھ نہیں کہی جا سکتی۔ ہو سکتا ہے ...مہاری شادی کی فکر ہو جائے یا وہ خود سوئٹزر لینڈ چلا جائے۔"

"سنجیدگی اختیار کرو کیپٹن حمید۔"

"میں سنجیدہ ہوں۔"

"کیا وہ تم سے قریب رہ کر ان لوگوں کی اس نئی سازش کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرے گا۔"

"ریما ڈیئر...... یقین کرو کہ اس کے متعلق یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ بعض

اوقات وہ انتہائی اہم نکتوں پر غور کرنا بھی غیر ضروری سمجھتا ہے اور کبھی کبھی یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بہت ہی معمولی چیزیں اس کے لئے بہت اہم بن گئی ہیں۔"

"کچھ بھی ہو محتاط رہو...... میں صرف یہی کہنا چاہتی ہوں۔"

"اب محتاط رہنے کا طریقہ بھی بتادو۔"

"کسی پر یقین نہ کرو۔"

"کیا تمہاری ذات بھی اس میں شامل ہے۔"

"ہاں...... مجھ پر بھی یقین نہ کرو...... ہوسکتا ہے وہ میری ذہنیت بھی بدل دینے کی کوشش کریں...... ان کے وسائل لامحدود ہیں۔ سائنسی ترقی میں وہ ساری دنیا کو پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ چاند پر جا کر کنکر پتھر بٹور لانے سے بھی بہت آگے ہیں۔"

"کہیں اس دوران میں انہوں نے تمہاری برین واشنگ کر ہی نہ ڈالی ہو۔" حمید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"ابھی تک تو میں نے تمہارے خلاف کچھ نہیں سوچا لیکن آئندہ کے لئے محتاط رہنا چاہتی ہوں۔ تمہیں ہر طرح میری نگرانی کرنی چاہئے۔ مجھے کبھی تنہا نہ چھوڑو۔ ورنہ ہوسکتا ہے اس بار ان کا آلہ کار ہی ہو۔"

"لیکن میں چوبیس گھنٹے اس کمرے میں مقید رہوں۔"

"میں یہ تو نہیں کہتی۔ باہر جاؤ تو مجھے بھی ساتھ رکھو۔"

حمید نے طویل سانس لی اور کھوپڑی سہلانے لگا۔ ٹھیک اسی وقت دروازے پر کسی نے دستک دی۔

"کون ہے۔" حمید نے اونچی آواز میں پوچھا۔

"روم سروس سر......!"

"کیا تم نے کوئی آرڈر دیا تھا۔" حمید نے ریما سے پوچھا۔

"نہیں تو......!"

"میں نے بھی نہیں دیا تھا۔" حمید نے کہا اور اُٹھ کر دروازے کے قریب آیا۔

"کیا بات ہے......!" اس نے بلند آواز میں پوچھا۔

"فون چیک کرنا ہے جناب...... آپ کی کال آئی تھی۔ آپریٹر کنکٹ نہیں کرسکا۔"

حمید نے بائیں ہاتھ سے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا۔ داہنا ہاتھ ریوالور کے دستے پر تھا۔ الیکٹریشن اندر داخل ہوا۔ اس کے جسم پر ہوٹل ہی کی وردی تھی۔ سیدھا فون کی طرف چلا گیا۔ اس نے تو شائد یہ تک دیکھنے کی زحمت گوارا نہ کی تھی کہ کمرے میں کتنے افراد موجود تھے۔

فون کے قریب پہنچ کر اس نے تھیلے سے اوزار نکالے اور کام شروع کر دیا۔ حمید اور ریما خاموشی سے اسے دیکھے جارہے تھے۔ دونوں کی آنکھوں میں ایک ہی سوال تھا۔

"کال کس کی ہوسکتی ہے؟"

فون ٹھیک کرکے مکینک نے آپریٹر سے گفتگو کی اور حمید کی طرف مڑ کر بولا۔ "ٹھیک ہو گیا جناب۔"

اس کے چلے جانے کے بعد حمید اٹھ کر فون کے قریب آیا۔

"اوہو......!" اس کی زبان سے بے ساختہ نکلا تھا۔

"کیا بات ہے۔" ریما بھی اٹھتی ہوئی بولی۔ لیکن اس کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی ٹورس کا کارڈ حمید کی جیب میں پہنچ چکا تھا۔

وہ ریما کی طرف مڑ کر بولا۔ "کیوں نہ میں آپریٹر سے معلوم کروں کہ کس کی کال تھی۔"

"ضروری نہیں کہ......!" وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

حمید نے ہوٹل کے ایکسچینج سے رجوع لاکر روم نمبر اکیس کی کسی کال کے بارے میں پوچھا۔

"جی ہاں کال تھی۔" دوسری طرف سے جواب ملا۔

"کوئی عورت تھی۔"

"جی نہیں مرد......!"

"شکریہ......!" حمید نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"کیا عورتیں بھی ہیں تمہارے چیف کی پارٹی میں۔"

حمید جواب نہیں دے پایا تھا کہ فون کا بزر بول اٹھا۔

"ہیلو......!" حمید ریسیور اٹھا کر بولا۔

"حمید صاحب۔" دوسری طرف سے کسی عورت کی آواز آئی۔

"ہاں......آں......!"

"روم نمبر گیارہ میں آجائیے......پلیز......!"

ساتھ ہی سلسلہ منقطع ہونے کی بھی آواز سنائی دی۔

"کون تھا......؟"

"پتہ نہیں۔"

"کیا کہہ رہا تھا......؟"

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"

"تمہاری سمجھ میں نہیں آتا تو میری عقل پر اعتماد کرو۔"

"اچھی بات ہے۔ وہ کوئی عورت تھی اور اس نے روم نمبر گیارہ میں بلایا ہے۔"

"اوہو......!"

"پھر عقل استعمال کرو اپنی......بتاؤ کیا کروں۔"

"چلو......!"

"چلو کا مطلب تو یہ ہوا کہ تم بھی ساتھ چلو گی۔"

"یقیناً......تم مجھے تنہا نہیں چھوڑ سکتے۔"

حمید پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔ روم نمبر گیارہ میں رافعہ ابدالی کا قیام تھا۔ قاسم حمید اس کے متعلق سب کچھ بتا دینے کے بعد رازدارانہ لہجے میں بولا تھا۔ "یار مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ قرنل صاحب پہ آشک ہو گئی ہے۔"

"تم سوچنے لگے۔" حمید نے اسے ٹوکا۔

"مم......میں کچھ نہیں......اچھا چلو۔"

جیسے ہی حمید نے دروازہ کھولا کوئی اسے دھکا دیتا ہوا اندر گھس آیا۔

ریما کے حلق سے گھٹی گھٹی چیخ نکلی تھی اور قبل اس کے کہ حمید سنبھلتا آنے والے نے دونوں کو اپنے ریوالور سے کور کرتے ہوئے کہا۔

"اب کسی کی آواز نکلی تو فائر کر دوں گا۔ اپنے ہاتھ اٹھاؤ۔"

یہ کوئی مقامی آدمی تھا لیکن اس نے انہیں انگریزی میں مخاطب کیا تھا۔

حمید اور ریما نے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔ لیکن حمید کے چہرے پر جھلاہٹ کے آثار تھے۔

"تم دونوں ایک گھنٹے سے پہلے کمرے سے باہر نہیں نکلو گے۔" اجنبی نے ریوالور کو جنبش دے کر کہا۔

"کیا تم اس بے ہودگی کا مقصد بتا سکو گے۔" حمید غرایا۔

"تم رافعہ ابدالی سے نہیں مل سکتے۔"

"وہم ہے تمہارا کہ تم مجھے کسی کام سے روک دو گے۔"

"اچھا تو کوئی حرکت کر کے دیکھ لو، ریوالور میں لگا ہوا سائیلنسر تو تمہیں نظر آ ہی رہا ہوگا۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ البتہ وہ اجنبی کو خونخوار نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔ ریما کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا۔ کبھی وہ سہمی ہوئی نظروں سے اجنبی کی طرف دیکھتی اور کبھی حمید کی طرف۔

دفعتاً باتھ روم کا دروازہ بہ آہستگی کھلا اور ایک آدمی دبے پاؤں باہر نکلا۔ اجنبی کی پشت اس کی طرف تھی۔

ریما کا سامنا بھی نہیں تھا۔ حمید اسے دیکھ چکا تھا۔ لیکن اسکی پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔

اچانک باتھ روم سے نکلنے والا اجنبی پر ٹوٹ پڑا......ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا تھا۔ جس پر حمید نے چھلانگ لگائی۔

اب ریوالور خود اس کے ہاتھ میں تھا۔

ان دونوں میں زور آزمائی شروع ہو چکی تھی۔ حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے۔ ظاہر ہے کہ غسل خانے سے برآمد ہونے والا حملہ آور اس کا کوئی حمایتی ہو سکتا تھا اور وہ اس دوران میں داخل ہوا ہوگا جب وہ دونوں ڈائننگ ہال میں تھے۔

دفعتاً حملہ آور نے ریوالور والے کو فرش پر گرا دیا۔

ریما جھپٹ کر حمید کے قریب پہنچی اور آہستہ سے پوچھا کہ دوسرا حملہ آور کون ہے۔

حمید اس کی بات کا جواب دیئے بغیر حملہ آور سے بولا۔ "اسے دبائے رکھو۔ میں اس کے ہاتھ رسی سے باندھ دوں۔"

اس کے بعد اس نے ریوالور میز پر رکھ کر اپنی ٹائی کھولنی شروع کر دی تھی۔

پھر جو کچھ بھی ہوا اتنی برق رفتاری سے ہوا کہ حمید کو سنبھلنے کا موقع ہی نہ مل سکا۔

مغلوب کسی نہ کسی طرح حملہ آور کی گرفت سے نکل کر دروازے کی طرف جھپٹا تھا اور پھرتی سے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولتا ہوا باہر نکلا چلا گیا تھا۔

پھر حملہ آور بھی غائب...... وہ اس کے تعاقب میں گیا تھا۔

حمید اور ریما خاموش کھڑے احمقانہ انداز میں ایک دوسرے کو دیکھے جا رہے تھے۔

''یہ سب کیا تھا......؟'' کچھ دیر بعد ریما نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

''جہاں تم...... وہاں میں...... بھلا کیا بتا سکوں گا۔''

''وہ...... وہ...... باتھ روم میں۔''

''ہاں وہ اسی وقت کمرے میں داخل ہوا ہوگا جب ہم دونوں ڈائننگ ہال میں تھے۔''

''ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ ریما پھر کچھ کہنے والی تھی کہ دروازہ دوبارہ کھلا اور حملہ آور اندر داخل ہوا۔

''مجھے افسوس ہے کیپٹن کہ وہ نکل گیا۔ کیا آپ کچھ دیر کیلئے مجھے وقت دے سکتے ہیں۔''

''ہاں...... ہاں......!'' حمید اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

''تو پھر ذرا ڈائننگ ہال تک......!''

''کیا کہہ رہا ہے۔'' ریما نے پوچھا۔

''ہم دونوں ذرا ڈائننگ ہال تک جا رہے ہیں۔''

''یہ ناممکن ہے۔ تم مجھے تنہا نہیں چھوڑ سکتے۔''

''کیا یہ خاتون اردو سمجھ سکتی ہیں۔'' حملہ آور نے حمید سے پوچھا۔

''نہیں......!''

''تو پھر کہیں جانے کی ضرورت نہیں! ہم یہیں گفتگو کریں گے۔''

''جیسی تمہاری مرضی۔''

''میں رام گڑھ سے طلب کیا گیا ہوں...... جاوید سید کے نام سے یاد کیا جاتا ہوں۔''

''اوہ...... اچھا......!''

''آپ لوگوں کی دیکھ بھال میرے سپرد ہے۔''

''رافعہ ابدالی نے مجھے اپنے کمرے میں بلایا تھا۔''

''اوہو...... تو وہ اس کی کال تھی۔''

''مجھے علم تھا کہ کوئی یہاں آ کر آپ لوگوں کو ڈسٹرب کرے گا۔''

''بہت باخبر معلوم ہوتے ہو۔''

''غلط نہ سمجھئے۔ ان کے کئی آدمی یہاں مقیم ہیں۔ میں نے ان کی گفتگو سنی تھی اور یقین ہے کہ رافعہ ابدالی کی وہ کال بھی دھوکا تھی۔ میں نہیں سمجھ سکا کہ اس حرکت کا مقصد کیا تھا۔''

''تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ رافعہ کی طرف کال بھی انہی لوگوں نے کی تھی اور مجھے کمرے سے نکلنے سے باز بھی رکھنا چاہتے تھے۔''

''جی ہاں! میں یہی کہنا چاہتا ہوں۔ رافعہ میرے علاوہ اور کسی سے کسی قسم کا رابطہ نہیں رکھتی۔ کرنل صاحب کی ہدایات اس کے لئے یہی ہیں۔''

''خیر میں دیکھے لیتا ہوں۔'' حمید آگے بڑھتا ہوا بولا۔ اس نے فون پر رافعہ کے کمرے سے رابطہ قائم کیا۔ جواب فوراً ملا تھا۔ لیکن یہ قاسم کی آواز تھی۔ حمید نے محسوس کیا کہ وہ کچھ گھبرایا ہوا سا ہے۔

''کیا بات ہے۔'' حمید نے اس سے پوچھا۔ ''تم کچھ پریشان معلوم ہوتے ہو۔''

''اوہ...... حمید بھائی...... وہ...... وہ مرگئی...... خدا تے لئے کچھ قرو۔''

''کون مرگئی۔''

''رافعہ ابدالی...... ابھی نرس نے مجھے اطلاع دی ہے۔''

''قتل......!''

''نہیں...... گردن وردن نہیں کٹی...... بس مرگئی۔''

''تم وہیں ٹھہرو...... میں آ رہا ہوں......!'' حمید ریسیور رکھ کر جاوید کی طرف مڑا اور اُس سے سنی ہوئی خبر سنائی۔ جاوید کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

موت آئی مگر

رافعہ کی لاش بستر پر پڑی تھی۔ بظاہر کوئی ایسی علامت نہیں پائی جاتی تھی جس کی بنا۔ اسے قتل سمجھا جاسکتا۔ نرس کے بیان کے مطابق کچھ دیر پہلے اس نے فون پر کسی سے گفتگو تھی۔ پھر اسے قاسم کو بلانے بھیجا تھا کیونکہ قاسم کے کمرے کے فون پر اس سے رابطہ قائم نہ ہوسکا تھا اور پھر جب وہ قاسم کو ساتھ لے کر واپس آئی تو رافعہ مر چکی تھی۔

حمید نے قاسم کے کمرے کا فون چیک کیا۔ ایکس چینج سے رابطہ قائم نہ ہوسکا۔ لائن ڈ مچ ڈیڈ تھی۔

جاوید اس دوران میں اس کے ساتھ ساتھ رہا تھا۔ خاصا پھرتیلا اور اسمارٹ آدمی تھا۔ اس نے بتایا کہ رام گڑھ میں اے ایس آئی ہے اور کرنل فریدی کو اپنا روحانی استاد مانتا ہے۔ اس کے طریق کار کا مطالعہ ہی اس کی راہنمائی کرتا ہے۔

حمید اس پوچھ گچھ کے بعد خاموش کھڑا تھا کہ جاوید بولا۔ ”یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ اس نے نرس کو قاسم کے پاس بھیجنے سے پہلے کس سے گفتگو کی تھی۔“

”میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔“ حمید بولا۔

پھر وہ ہوٹل کے ایکسچینج کے آپریٹر سے پوچھ گچھ کرنے گئے تھے۔ اس نے اطلاع دی کہ روم نمبر گیارہ کے کمرے کے آپریٹس کے متعلق شکایت کی گئی تھی کہ وہاں سے جواب نہیں مل رہا۔ اس کے علاوہ روم نمبر گیارہ سے اور کوئی کال نہیں ہوئی تھی۔ حمید نے اپنے فون کے بارے میں پوچھا۔

”نہیں جناب..... آپ کے کمرے کے لئے تو سرے سے کوئی کال ہی نہیں ہوئی۔“ آپریٹر نے جواب دیا۔

یہ جواب متحیر کرنے والا تھا۔ حیرت اس پر تھی کہ اگر وہ کال ہوٹل کے علاوہ کہیں اور ئی تھی تو اس کا کیا مقصد تھا۔

”بڑی عجیب بات ہے۔“ حمید نے جاوید کو مخاطب کر کے کہا۔ ”آپریٹر کے بیان کے بق رافعہ نے صرف ایک کال کرنی چاہی تھی اور وہ کال قاسم کے لئے تھی لیکن اس کے ے کا آپریٹس خراب ہونے کی بناء پر کال نہیں ہوسکی تھی اور کال نہ ہوسکنے کی بناء پر ہی نے نرس کو قاسم کے پاس بھیجا تھا۔ پھر جتنی دیر میں وہ وہاں سے واپس آئی اس کی موت ہوگئی۔“

”سوال یہ ہے کہ اگر آپ کی کال کہیں باہر سے آئی تھی تب بھی آپریٹر کو اس کا علم ہونا ہائے۔ یہاں تین لائنیں ہیں اور کوئی بھی ڈائریکٹ نہیں۔ تینوں لائنیں اسی ایک ایکسچینج تعلق ہیں۔“

”یہاں کے حالات سے بہت زیادہ باخبر معلوم ہوتے ہو۔“ حمید اسے گھورتا ہوا بولا۔

”آپ شائد ابھی تک میری حیثیت سے مطمئن نہیں؟“ جاوید نے اپنے کوٹ کی ونی جیب سے کچھ کاغذات نکالتے ہوئے کہا۔ ”یہ رہے میرے کاغذات۔“

حمید اسے دیکھتا ہوا مسکرا کر بولا۔ ”ٹھیک ہے..... سوال تو یہ ہے کہ اگر وہ اسے ختم ہی نا چاہتے تھے تو پھر مجھے چھیڑنے کی کیا ضرورت تھی۔ نہایت خاموشی سے اسے ختم تے۔ اگر میرے لئے وہ کال رافعہ کی نہیں تھی تو انہیں لوگوں میں سے کسی کی رہی ہوگی۔ یک آدمی مجھے باہر نکلنے سے روکنے کی کوشش کرتا ہے۔ ذرا ٹھہرو۔ کیا وہ آدمی انہیں لوگوں ے تھا جن کی نگرانی تم یہاں کرتے رہے ہو۔“

”نہیں..... وہ میرے لئے اجنبی تھا۔ ان لوگوں میں کبھی نظر نہیں آیا جن کی گفتگو سے س سازش کا علم ہوا تھا کہ آپ کے کمرے میں کچھ ہونے والا ہے۔“

”اور وہ تمہیں جل دے کر نکل گیا۔“

”مجھے شرمندگی ہے۔“

”کیا وہ ہوا میں تحلیل ہوگیا ہوگا..... مسٹر جاوید۔“

”یقین کیجئے..... جب میں باہر نکلا ہوں تو راہداری بالکل سنسان پڑی تھی۔ پھر میں

صدر دروازے تک دوڑا چلا گیا تھا۔"

"خیر...... دیکھا جائے گا...... اب ہمیں اس لاش کے لئے کچھ کرنا چاہئے۔"

"میرا خیال ہے کہ ڈاکٹر اس کے کمرے میں پہنچ چکا ہوگا۔"

"جاوید کا خیال صحیح نکلا۔ ہوٹل کے منیجر کے ساتھ وہی ڈاکٹر رافعہ کے کمرے میں موجود تھا جس کے زیرِ علاج تھی۔"

"ہارٹ فیلور ہی ہوسکتا ہے۔" ڈاکٹر نے انہیں مطلع کیا۔

قاسم کی آنکھیں متورم نظر آئیں شائد وہ اس کے لئے روتا رہا تھا۔ خاموشی سے حمید دیکھتا رہا۔

دفعتاً حمید کو وہ کارڈ یاد آیا جو بلیک فورس کا آدمی اس کے کمرے کے فون کے قریب چھوڑ گیا تھا۔ جلد ہی اسے موقع مل گیا کہ وہ تنہائی میں اسے دوبارہ دیکھ سکے۔

کارڈ کی پشت پر تحریر تھا۔ "اس آدمی کے علاوہ اور کسی پر اعتماد نہ کرنا۔" تحریر فریدی کی تھی۔

"یہ کیا چکر ہے۔" وہ آہستہ سے بڑبڑایا اور کارڈ کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے آتش دان میں ڈال دیا۔ ریما اس وقت باتھ روم میں تھی۔

دفعتاً کوئی کمرے کا دروازہ پیٹنے لگا۔ دھڑ...... دھڑ......

"کون ہے؟" حمید جھلا کر دروازے کی طرف جھپٹا۔

"میں ہوں...... دروازا کھولو......؟" باہر سے قاسم کی آواز آئی۔

حمید نے دروازہ کھولا۔ قاسم بُری طرح ہانپ رہا تھا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک نظر آئی۔ دانت نکلے پڑ رہے تھے۔

"زندہ ہوگئی...... وہ جندہ ہوگئی۔"

"کیا بک رہے ہو......!"

"رافعہ ابدالی...... کرسی پر اکڑی بیٹھی ہوئی حکم چلا رہی ہے۔ مجھ تو بھیجا ہے کہ تمہیں بلا لاؤں۔"

اتنے میں ریما غسل خانے سے برآمد ہوئی۔

"ارے تو کیا تم دونوں ایک ہی کمرے میں رہتے ہو۔" قاسم نے آہستہ سے پوچھا۔

"ہاں...... ہاں...... کچھ نہیں...... پوری بات بتاؤ۔"

"میں اس کے بستر کے قریب کھڑا ہوا تھا کہ اچانک اٹھ بیٹھی۔ قہنے لگی...... تم یہاں کیا رہے ہو۔ نقل جاؤ کمرے سے اور کیپٹن حمید کو یہاں بھیج دو۔ بس میں دوڑا چلا آیا۔ ارے ارے رے۔"

دفعتاً قاسم کے چہرے پر خوفزدہ کے آثار نظر آئے اور وہ ہکلانے لگا "یعنی کہ...... باپ رے...... بھھ...... بھوت......!"

اور پھر حمید نے محسوس کیا کہ اس کی آنکھیں بند ہوتی جارہی ہیں۔

"ہٹو...... ہٹو......!" حمید نے ریما سے کہا۔ "پیچھے ہٹو۔ یہ بے ہوش ہوکر گرنے والا ہے۔"

ریما بوکھلا کر پیچھے ہٹی اور حمید قاسم کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگا۔

اس جدوجہد میں بس اتنا ہوا کہ قاسم کا سر نہیں پھوٹا...... حمید نے بڑی احتیاط سے ڈھیر ہوجانے میں مدد دی تھی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے......!" ریما نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا اور حمید بے ساختہ ہنس پڑا پھر بولا۔ "اطلاع لایا تھا کہ رافعہ پھر زندہ ہوگئی ہے...... اس کا پیغام لایا تھا کہ وہ مجھ سے ملنا چاہتی ہے اور پیغام دینے کے بعد بے ہوش ہوگیا۔"

"پتہ نہیں یہ سب کیا ہو رہا ہے۔" ریما بڑبڑائی۔

"مجھے رافعہ کے کمرے تک جانا پڑے گا...... تم بھی چلو۔"

"مم...... میں...... اگر یہ سچ ہوا تو......!"

"تو میں اس سے پوچھوں گا کہ دوسری دنیا میں پرنس ہنری کا تمباکو ملتا ہے یا نہیں۔" وہ جھنجھلا کر بولا۔

قاسم کو اسی حال میں چھوڑ کر وہ کمرے سے نکلے تھے۔ رافعہ کے کمرے کے قریب سے مڈبھیڑ ہوگئی۔

"تم باہر ہی ٹھہرو گے۔" حمید نے اس سے کہا۔

"اندر کیوں جارہے ہیں آپ...... کوئی خاص بات۔"

"واپس آ کر بتاؤں گا......" اس نے دروازے کا ہینڈل گھماتے ہوئے کہا۔

دروازہ کھل گیا۔ وہ اور ریما اندر داخل ہوئے۔

رافعہ بستر کے قریب پڑی ہوئی آرام کرسی پر نیم دراز تھی۔ انہیں دیکھ کر سیدھی بیٹھتی ہوئی بولی۔ "تم لوگ بغیر اجازت اندر کیوں آئے۔"

"میں کیپٹن حمید ہوں......!"

"اوہ......اچھا......!" وہ اٹھتی ہوئی بولی۔ "بیٹھئے......بیٹھئے۔"

پھر وہ بستر پر جا بیٹھی تھی۔ کیوں کہ کمرے میں دو ہی کرسیاں تھیں۔

حمید نے ریما کی طرف دیکھا وہ بُری طرح سہمی ہوئی تھی۔ ہاتھ کانپ رہے تھے۔

"یہ کون ہے؟" دفعتاً رافعہ نے ریما کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"میری ایک دوست۔"

"خیر کوئی بھی ہو۔ کرنل کہاں ہیں۔ میں فوری طور پر ان سے ملنا چاہتی ہوں۔"

حمید جواب میں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اسسٹنٹ منیجر دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے پیچھے کئی آدمی اور بھی تھے۔ اسٹریچر ان کے ساتھ تھا۔ شائد لاش کو کمرے سے ہٹانے کے لئے آئے تھے۔

آنے والے کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"چیخ مارنے کا خیال ترک کردو۔" حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "یہ بھوت نہیں ہیں......غالباً انہیں سکتہ ہوگیا تھا۔ اب ٹھیک ہیں۔"

"یعنی کہ......یعنی کہ......!" وہ اور کچھ نہ کہہ سکا۔

"فی الحال آپ حضرات باہر تشریف لے جایئے اور صرف اس ڈاکٹر کو اندر بھیج دیجئے جو ان کا علاج کر رہا تھا۔"

وہ بڑی تیزی سے باہر نکل گیا۔

"کیا قصہ ہے۔" رافعہ نے متحیرانہ انداز میں حمید سے پوچھا۔ "کیا بھوت! کیا سکتہ۔"

"کچھ دیر قبل ہم نے آپ کو مردہ حالت میں دیکھا تھا۔ ڈاکٹر نے کہا تھا کہ آپ کی حرکت قلب بند ہو چکی ہے۔ لوگ اب غالباً لاش اٹھانے آئے تھے۔ قاسم میرے کمرے میں بے ہوش پڑا ہے۔"

"پاگل بنا دینے والی باتیں کر رہے ہیں آپ۔"

"میں خود نہیں سمجھ سکتا کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے۔" حمید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا "لیکن مجھے بلوانے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔"

"میں کرنل سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"ملنا تو میں بھی چاہتا ہوں لیکن مجھے ان کا پتہ نہیں معلوم۔"

"سنو! میرا باپ مار ڈالا گیا۔ میں انتقام کی آگ میں جل رہی ہوں۔ کرنل نے مجھے تک روکے رکھا ہے۔ ورنہ کبھی کی ویران قلعے میں پہنچی ہوتی۔"

"ویران قلعہ میں کیا ہے؟"

"تم کچھ نہیں جانتے۔"

حمید نے اپنے سر کو منفی جنبش دی اور اتنے میں دوسرا بکھیڑا کھڑا ہوگیا۔ اسسٹنٹ منیجر مقامی پولیس انسپکٹر کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔ آپے سے باہر ہو رہا تھا۔ کمرے میں گھستے ہی دہاڑنے لگا۔

"یہ ہیں وہ فراڈ لوگ......معلوم نہیں کیا چاہتے ہیں۔ میں اب انہیں یہاں نہیں ٹھہرنے دوں گا۔"

انسپکٹر کے استفسار پر اس نے رافعہ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "یہی خاتون ہیں جو کچھ پہلے مرگئی تھیں۔"

"بکواس مت کرو......!" حمید بھنا کر بولا۔ "اس ڈاکٹر کو بلاؤ جس نے ان کی موت کی تصدیق کی تھی۔"

پھر بات بڑھ گئی۔ پورے ہوٹل میں شہرہ ہوگیا۔ اسسٹنٹ منیجر نے ہوٹل میں داخلہ کے حق کے تحت ان سب کو فوری طور پر ہوٹل خالی کردینے کا نوٹس دے دیا۔

رات کے نو بجے تھے۔ اچانک کسی نے قلنی کار ہاؤنٹ کے دروازے پر دستک دی۔ وہ

ابھی سوئی نہیں تھی۔ اٹھ کر دروازہ کھولا۔ لیکن اس کا اسسٹنٹ میتھوز سامنے کھڑا ہسور رہا تھا۔

"آپ اس وقت مسٹر میتھوز......!" تلنی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میں معافی چاہتا ہوں مس...... لیکن......!"

"اندر آجایئے۔"

"وقت کم ہے۔" وہ کمرے میں داخل ہوتا ہوا بولا۔ "جو کچھ بھی ہے بہت تھوڑے لفظوں میں کہنا ہے۔ آپ کے نئے دوست ایڈلفی سے نکالے جا رہے ہیں۔ اگر آپ وقت پر نہ پہنچیں تو دربدر ہوتے پھریں گے۔"

"کیوں نکالے جا رہے ہیں؟"

"معلوم نہیں...... بہرحال آپ ان کی مدد کر سکتی ہیں۔ یہ کارڈ لیجئے اس پر جس عمارت کا پتہ تحریر ہے وہ آپ استعمال کر سکتی ہیں۔ اپنے دوستوں کو وہاں لے جایئے...... جلدی کیجئے مس کارماؤنٹ......!"

تلنی اس وقت باہر نہیں جانا چاہتی تھی۔ لیکن بہرحال اسے یہ کام کرنا تھا۔ اس نے کارڈ میتھوز سے لے لیا تھا۔

"باہر ایک بڑی کار موجود ہے۔"

"مجھے کرنا کیا ہوگا۔"

"موٹے آدمی سے آپ بے تکلف ہو چکی ہیں۔ اس سے کہئے گا کہ وہ اپنے دوستوں سمیت آپ کے مکان میں قیام کر سکتا ہے اور پھر انہیں اسی عمارت میں لے جایئے گا۔"

"لیکن میں وہاں ان کے ساتھ قیام نہ کر سکوں گی۔"

"ممکن ہے...... اس کا انتظام ہو جائے گا کہ آپ کی درس گاہ کو اس پر کوئی اعتراض نہ ہو۔"

تلنی نے بڑی بے دلی سے اس وقت باہر نکلنا گوارا کیا تھا۔

باہر ایک لمبی سی کار موجود تھی۔ میتھوز اسے گاڑی میں بٹھا کر بولا۔ "میری موجودگی ضروری نہیں ہے۔ ڈرائیور آپ کو ایڈلفی تک لے جائے گا اور وہاں سے آپ کے دوستوں کو اس عمارت تک خود ہی پہنچائے گا۔ آپ کو اس سلسلے میں کوئی دشواری نہیں پیش آئے گی۔"

پتہ نہیں یہ لوگ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اب تو اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا کہ خوش

...کے ساتھ سب کچھ برداشت کرتی۔

کچھ دیر بعد گاڑی ایڈلفی کے سامنے رکی اور ڈرائیور نے نیچے اتر کر اس کیلئے دروازہ کھولا۔

وہ سب ڈائننگ ہال میں مل گئے۔ پولیس انسپکٹر انہیں سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ ...ں چھوڑ دیں۔

"ہرگز نہیں۔" قاسم پیر پٹخ کر بولا۔ "ان بھوں کو تم ہوٹل سے نکال سکتے ہو...... میں ...ں جاؤں گا......!"

اس کی پشت تلنی کی طرف تھی۔ البتہ کیپٹن حمید اور اس کی ساتھی نے اسے دیکھ لیا تھا۔ ...د نے مسکرا کر سر کو خفیف سی جنبش بھی دی تھی۔

"کیا بات ہے جناب...... کس بات پر جھگڑا ہو رہا ہے۔" تلنی نے اس کے قریب پہنچ کر پوچھا۔

"اصل بات تو مجھے بھی نہیں معلوم۔ چونکہ ہم اس کے ساتھ یہاں آئے تھے اس لئے ...ں بھی ہوٹل چھوڑ دینے کا نوٹس مل گیا ہے۔" حمید نے کہہ کر ٹھنڈی سانس لی۔

قاسم انسپکٹر سے کہہ رہا تھا۔ "پوچھو ان سالوں سے کہ اپنے ہوٹل کے کیا دام مانگتے ...... میں خرید لوں گا۔"

دفعتاً تلنی نے قاسم کا بازو چھو کر اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

"تت...... تم...... او ہو اس وقت......" قاسم کی زبان لڑکھڑانے لگی۔

"کیا بات ہے...... کیا جھگڑا ہے۔"

"یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہم فوری طور پر ہوٹل چھوڑ دیں۔"

"آخر کیوں؟"

"اب کیا بتاؤں...... میری تو عقل کام نہیں کر رہی۔"

"کچھ تو بتاؤ۔ شائد میری عقل کام کرے۔"

"وہ مر گئی...... پھر زندہ ہو گئی۔"

"کون مر گئی۔"

"جس کا میں سیکریٹری ہوں۔"

"تمہاری بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

اتنے میں حمید آگے بڑھ کر آہستہ سے بولا۔ "میرے دوست کا موٹا سا ذہن بعض اوقات بڑی خوب صورت شرارتیں تراشتا ہے۔"

"تم اپنی بکواس بند قرو۔" قاسم اردو میں دہاڑا۔

"آپ لوگ کان کھول کر سن لیں۔" دفعتاً پولیس انسپکٹر اونچی آواز میں بولا۔ "اگر آپ نے پندرہ منٹ کے اندر اندر ہوٹل نہ چھوڑ دیا تو ہمیں طاقت استعمال کرنی پڑے گی۔"

"وہ کیا کہہ رہا ہے۔" تلنی نے حمید سے پوچھا۔

"پندرہ منٹ کے اندر اندر ہوٹل چھوڑنے کا نوٹس دے رہا ہے۔"

"فکر کی کوئی بات نہیں! تم لوگ میرے ساتھ چلو۔ یہ تو بڑا اچھا ہوا کہ مجھے اس وقت پیپر کی ضرورت پیش آ گئی اور میں ادھر آ نکلی۔ بس اب اٹھاؤ اپنا سامان۔ ان لوگوں کا اہانت آمیز رویہ کم از کم میرے لئے ناقابل برداشت ہے۔"

"اچھی بات ہے۔" قاسم تڑ سے بولا۔ "تم صرف مجھے لے چلو...... یہ لوگ اپنی مصیبت آپ بھگتیں گے۔"

"یہ تو انسانیت سے بعید ہوگا مسٹر قاسم......!" حمید بولا۔

"اب میں اس بھوتنی کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔"

"نہیں نہیں تم سب چلو......!" تلنی بولی۔

"تب پھر میں کہیں اور چلا جاؤں گا۔" قاسم غرایا۔

"دوستوں سے ایسی بھی کیا بیزاری۔" تلنی نے اس کا بازو تھپک کر کہا۔

"تم اس آدمی کو نہیں جانتیں۔ مجھے خودکشی پر مجبور کردے گا۔"

انسپکٹر برابر وارننگ دیئے جا رہا تھا۔ آخر کار انہیں ہوٹل چھوڑنا ہی پڑا۔ قاسم رافعہ کے ساتھ گاڑی میں بیٹھنے پر تیار نہیں تھا۔ لیکن اس وقت وہاں کوئی ٹیکسی بھی نہ مل سکی۔

چار کمروں کی عمارت میں وہ منتقل کر دیئے گئے۔ تلنی قاسم کو الگ لے گئی اور اس سے پوری کہانی سن کر بولی۔ "ایسا ممکن ہے۔ بعض اوقات بڑے ماہر ڈاکٹر بھی دھوکا کھا جاتے ہیں۔"

"یقین کرو...... وہ بھوت ہوگئی ہے...... مجھے اس سے خوف معلوم ہوتا ہے۔" قاسم

بسی سے بولا۔

حمید اور ریما کے حصے میں بھی ایک کمرہ آیا تھا۔ لیکن وہ دونوں ہی اپنی اپنی جگہ پر طرب نظر آ رہے تھے۔

"تم کیا سوچ رہے ہو۔" ریما نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

"میں...... کیا سوچ رہا ہوں؟" حمید نے خود سے سوال کیا اور ریما کی طرف دیکھ کر قانہ انداز میں مسکرانے لگا۔

"آخر یہ عورت اچانک وہاں کس طرح پہنچ گئی تھی۔"

"عورت سب کچھ کر سکتی ہے۔ جس وقت چاہے پہنچ سکتی ہے۔ بعض اوقات تو قبروں ں گھس کر مردے اکھاڑ لاتی ہیں اور ان سے اس قدر باتیں کرتی ہیں کہ وہ بے ساختہ بول ڑتے ہیں۔ خدارا اب خاموش رہو...... ورنہ ہم پاگل ہو کر زندہ ہو جائیں گے۔"

"تم پتہ نہیں کیسے ہوتے جا رہے ہو۔ میں تو صرف یہ چاہتی ہوں کہ کسی وقت بھی غافل ہ رہو۔"

"کیا میں تمہیں غافل نظر آ رہا ہوں۔" حمید بھنا کر بولا۔

"اچھا اب کچھ نہیں پوچھوں گی۔"

"تم یہیں ٹھہرو...... میں ذرا رافعہ کے پاس جا رہا ہوں۔"

"میں تمہیں تنہا نہیں جانے دوں گی۔"

حمید جھلاہٹ میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ حمید گے بڑھ کر بولٹ گرا دیا۔ دروازہ کھلا اور قاسم اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے تلنی تھی۔

"چلو دیکھو......!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "رافعہ پھر مر گئی ہے۔"

"جہنم میں جائے۔ مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" حمید نے بُرا سا منہ بنا

"آخر قصہ کیا ہے مسٹر حمید۔" تلنی بولی۔

”میں کیا جانوں کیا قصہ ہے...... اس کے سیکریٹری سے پوچھو۔ مجھ سے تو پچھلے دنوں پہلی ملاقات ہوئی تھی۔“

”مسٹر قاسم کا خیال ہے کہ آپ ہی اس مسئلے پر روشنی ڈال سکیں گے۔“

”مسٹر قاسم بھی مر چکے ہیں۔ لہٰذا ان کے کہے کی کوئی سند نہیں۔“

”اے تم خود مر گئے ہو...... بلکہ خدا کرے مر جاؤ۔“ قاسم اردو میں دہاڑا۔

”تم سمجھ ہی نہیں سکتے اس بات کو...... مجھے بے حد افسوس ہے۔“ حمید نے اپنے ڈھالے غمگین لہجے میں کہا۔

”کہنا کیا چاہتے ہو۔“

”یہی کہ تمہارے کفن دفن کا انتظام بھی ساتھ ہی ہو جانا چاہئے...... ایک بار مر کر دوبارہ زندہ ہونے کا مطلب یہی تھا کہ دوسری دنیا میں بھی سیکریٹری کو ساتھ ہی رکھنا چاہتی ہے...... بہرحال تمہاری موت کا انتظام کر کے وہ پھر مر گئی۔“

”اے خدا کی قسم......!“ قاسم نے خوفزدہ لہجے میں احتجاج کیا۔

”اگر زندگی عزیز ہے تو اس لڑکی کو میرے پاس چھوڑ کے باہر چلے جاؤ۔“

”یہ...... یہ ناممکن ہے۔“

”تو پھر جہنم میں جاؤ...... میں کچھ نہیں کر سکتا۔“

”وو...... دیکھو......!“

”زندگی عزیز ہے یا لڑکی۔“

”جن...... جندگی......!“

قاسم دروازے کی طرف مڑا ہی تھا کہ نلنی تیزی سے باہر نکل گئی۔ حمید ہنس پڑا لیکن بڑی زہریلی ہنسی تھی۔ اس کے باہر نکل جانے پر قاسم حمید کی طرف مڑ کر بے بسی سے جلدی جلدی پلکیں جھپکانے لگا۔

حمید نلنی کے قدموں کی دور ہوتی ہوئی آوازیں سن رہا تھا۔

حمید نے ریما سے کہا۔ ”وہ اردو سمجھتی ہے۔“

”نہیں...... نہیں...... اسے اردو نہیں آتی۔“ قاسم بول پڑا۔

”اردو تو ٹھیک سے تمہیں بھی نہیں آتی...... چلے جاؤ یہاں سے۔“

”مجھے یہیں رہنے دو...... حمید بھائی اور میں اردو پڑھ لوں گا۔ اللہ قسم...... رحم قرو مجھ

قاسم گھگھیایا۔

”میں کچھ نہیں سمجھ سکتی...... کچھ نہیں سمجھ سکتی۔“ ریما ہاتھ ملتی ہوئی بے بسی سے بولی۔

”اس طرح ہمیں ایک جگہ اکٹھا کر دیا ہے...... تاکہ جس وقت بھی چاہیں ہمارا خاتمہ کر دیں۔ ہوٹل میں ہنگامہ کرنا مناسب نہ سمجھا ہوگا۔“

”اگر وہ اردو سمجھتی ہے تو اس تگ و دو کا یہی مطلب ہو سکتا ہے۔ تنظیم کے پاس بہترین دماغ موجود ہیں۔ میڈیکل سائنس بھی ایک بے حد ترقی یافتہ شکل میں پروان چڑھ رہی ہے۔ جن کے تحت اس قسم کی موت اور زندگی ممکن ہے۔“

دفعتاً قاسم ارے باپ رے کا نعرہ مار کر حمید کے پیچھے چھپنے کی کوشش کرنے لگا۔

رافعہ دروازے میں کھڑی انہیں گھورے جا رہی تھی۔

”یہ کیا لغویت پھیلائی ہے تم نے۔“ دفعتاً ریما گرجی۔

مخاطب قاسم تھا۔ حمید کو ایسا محسوس ہوا جیسے ریما کی شخصیت یک لخت بدل گئی ہو۔ عجیب تھے۔ حمید کے لئے بالکل نئے۔ اس نے دیکھا کہ قاسم اب رافعہ کے بجائے ریما کو ہی نظروں سے دیکھے جا رہا ہے۔

اتنی دیر میں رافعہ کمرے میں داخل ہو چکی تھی۔

”تم دونوں باہر چلے جاؤ۔“ ریما نے حمید سے کہا۔

”چلو......!“ حمید نے مڑ کر قاسم کا بازو پکڑا اور دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

جیسے ہی وہ کمرے سے نکلے دروازہ بند کر دیا گیا۔ حمید نے بولٹ چڑھانے کی بھی آواز سنی۔

”یہ سب قیا ہو رہا ہے حمید بھائی۔“ قاسم کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا۔

”جہنم میں جھونکو سب کو...... چلو اب تمہاری والی تلاش کریں۔“

رافعہ بھوت بن گئی ہے...... اور میری والی تو پہلے ہی سے چڑیل تھی۔

”میں کسی کو نہیں ڈھونڈتا...... عورت ہے لعنت پر......!“

”عورت ہے لعنت پر......!“ حمید نے حیرت سے دہرایا۔

"جھینگے سے...... مجھے اس وقت غلط صحیح کا ہوش نہیں ہے۔ ارے باپ رے...... چ
زندہ ہوگئی۔"

"اگر یہی بات ہے تو چلو ان سب سے پیچھا چھڑائیں۔"

"قیا مطلب......؟"

"یہاں سے نکل کر کسی دوسرے ہوٹل کی راہ لیں۔"

"ہاں یہ ٹھیک ہے...... تمہاری والی بھی مجھے زہر لگنے لگی ہے۔"

"کتنے زور سے ڈانٹا ہے سالی نے۔"

باہر نکلنے سے پہلے حمید نے تلنی کارماؤنٹ کو تلاش کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ عمارت میں نہ ملی۔ وہ کار بھی غائب تھی جس پر یہاں آئے تھے۔

بیرونی برآمدے کے نیچے اترے ہی تھے کہ بائیں جانب سے آواز آئی۔ "ٹھہریئے۔"

"آپ کہاں جارہے ہیں۔" اسے انسپکٹر جاوید دکھائی دیا۔

"آپ کہاں جارہے ہیں جناب۔" اس نے پھر پوچھا۔

"دودھ لینے......!" حمید نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"میں نہیں سمجھا جناب۔"

"ملک... ایم آئی ایل کے...... ملک......!"

"لیکن...... یعنی کہ......!"

"پھر کس زبان میں سمجھاؤں۔"

"دودھ مہیا کردیا جائے گا...... آپ اندر ہی ٹھہریئے۔"

"میں خود ہی جانا چاہتا ہوں۔"

"یہ کرنل صاحب کی اسکیم کے مطابق نہ ہوگا۔"

دفعتاً حمید نے ایک جچا تلا ہاتھ اس کی کنپٹی پر رسید کردیا۔

وہ چکرا کر گرا اور پھر نہ اٹھ سکا۔

اب حمید قاسم کا ہاتھ پکڑے تیزی سے آگے بڑھا جارہا تھا۔

اچانک قاسم نے ٹھوکر کھائی اور حمید کو اپنے ساتھ لیتا ہوا ڈھیر ہوگیا۔

"ارے مردود......!" حمید کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔

"قیا قروں...... ! سالی جندگی اجیرن ہوگئی ہے...... اللہ میاں نے اتنا بڑا ڈیل ڈول دیا تو لونڈیوں کے چکر میں نہ ڈالا ہوتا۔"

"خاموش رہو...... کفر نہ بکو...... بیہودے...... اللہ میاں نے نہیں تمہارے ابا میاں نے ڈیوں کے چکر میں ڈالا ہے۔" حمید اٹھتا ہوا بولا۔ قاسم بھی کسی نہ کسی طرح اٹھ بیٹھا تھا۔

"لیکن ہم جائیں گے کہاں......!" اس نے ہانپتے ہوئے پوچھا۔

حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دفعتاً اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے ٹھنڈا پانی اس کے ے پر پھینک دیا ہو۔ پھر چہرے کی وہ ٹھنڈک اس کے رگ و پے میں سرائیت کرتی چلی ۔ برف...... برف...... سرتاپا برف۔

اعصاب شل ہوکر رہ گئے اور پھر اسے ہوش نہیں کہ کیا ہوا۔

تلنی کارماؤنٹ باہر نکلی تو وہاں اسے وہ کار نظر آئی جو اس عمارت تک انہیں لائی تھی۔

لیکن وہ اتنی دہشت زدہ تھی کہ پیدل ہی چل پڑی۔ ساتھ ہی وہ دل ہی دل میں میتھوز بھی برا بھلا کہتی جارہی تھی۔

آخر وہ ان لوگوں کے ساتھ قیام کیوں کرے۔ لیکر اس نے اسے خرید تو نہیں لیا تھا۔

سڑک سنسان پڑی تھی۔ سردی کی شدت سے ٹانگیں سن ہوکر رہ گئیں۔ اس کی سمجھ میں نہ آرہا تھا کہ کیا کرے۔ بورڈنگ ہاؤز یہاں سے نزدیک نہیں تھا۔ کاش اس نے اس مہم ھ لینے سے انکار کردیا ہوتا۔

دفعتاً پشت سے کسی گاڑی کے ہیڈ لیمپس کی روشنی سڑک پر دور تک پھیلتی چلی گئی۔

وہ سڑک چھوڑ کر بائیں کنارے پر چلنے لگی تھی۔ ذرا ہی دیر بعد داہنی جانب بریک

چڑچڑائے۔ ایک گاڑی رکی اور کسی عورت نے تلنی کو مخاطب کر کے کہا۔ ''اگر کہیں دور جانا ہو تو اس طرف آ جاؤ۔''

تلنی کے قدم غیر ارادی طور پر گاڑی کی طرف اٹھ گئے۔ گاڑی کوئی عورت ہی ڈرائیو کر رہی تھی۔ اس نے بائیں جانب کا دروازہ کھول کر تلنی سے بیٹھ جانے کو کہا۔

عورت مقامی ہی تھی۔ لیکن خاصی مشاقی کا مظاہرہ کرتی ہوئی انگریزی بول رہی تھی۔

''بہت بہت شکریہ۔'' تلنی بیٹھتی ہوئی بولی۔ ''میں دیر سے کسی ٹیکسی کا انتظار کر رہی تھی۔''

''کہاں جانا ہے۔'' عورت نے پوچھا۔

تلنی نے بورڈنگ ہاؤز کا پتہ دیا۔

''اوہو...... وہ تو میرے راستے ہی میں ہے۔'' عورت بولی۔

تلنی نے اطمینان کا سانس لیا۔

لیکن جب گاڑی دوسری سڑک پر موڑی گئی تو اس نے چونک کر کہا۔ ''ادھر کہاں۔''

''چپ چاپ بیٹھی رہو۔'' پچھلی سیٹ سے کسی مرد کی غراہٹ سنائی دی۔

''کک...... کیا مطلب......؟''

''میں نے کہا خاموش بیٹھی رہو...... ورنہ گولی مار کر کسی کھڈ میں پھینک دوں گا۔''

تلنی کی گھگھی بندھ گئی۔ سر چکرانے لگا۔ اس قسم کا لہجہ سننے کا پہلا اتفاق تھا۔ ایک امن پسند شائستہ لڑکی تھی۔ اس کا دل ڈوبنے لگا۔ پتہ نہیں لیکر اس نے کیا سمجھ کر اس سے اس قسم کا کوئی کام لینا چاہا تھا۔

گاڑی کی رفتار خاصی تیز تھی۔ کچھ دیر بعد تلنی نے محسوس کیا جیسے وہ کسی نئی جگہ آ پہنچی ہو۔ ہر شے پر تاریکی مسلط تھی۔ گاڑی کی ہیڈ لیمپس کی روشنی کے علاوہ اور کہیں روشنی دکھائی نہ دی۔

بالآخر یہ سفر ختم ہوا تھا۔ اس سے نیچے اترنے کو کہا گیا۔ اس کا جسم کانپ رہا تھا۔ لیکن یہ سردی سے زیادہ خوف کی کپکپی تھی۔

نیچے اتری تو لیکن اب مزید قدم اٹھانے کیلئے سہارے کی ضرورت محسوس کر رہی تھی۔

عورت نے ٹھیک اسی وقت اس کا بازو پکڑ لیا۔

ران دونوں کے پیچھے چل رہا تھا۔ وہ ایک چھوٹے سے کاٹیج میں داخل ہوئے۔ پہنچنے کے لئے انہیں کچھ دیر پیدل چلنا پڑا تھا۔

ی کی زبان گنگ ہو کر رہ گئی تھی۔

رہ گرم تھا۔ آتشدان میں کوئلے دہک رہے تھے اور چاروں طرف پیٹرومیکس کی تیز ی ہوئی تھی۔ اس سے تلنی نے اندازہ کر لیا کہ وہ کوئی ویران مقام ہے۔ شہر سے جہاں بجلی کی روشنی مہیا کرنا ناممکن نہیں۔

ایک آرام کرسی پر بٹھا دی گئی اور اس کے پیروں پر ایک موٹا سا کمبل ڈال دیا گیا۔

چھ دیر بعد تلنی کے حواس بجا ہوئے تو اس نے عورت سے پوچھا کہ وہ یہاں کیوں ہے۔

معلوم ہو جائے گا۔'' عورت نے لاپرواہی سے کہا۔ ''کیا پیئو گی؟''

میں کچھ بھی نہیں پیئوں گی۔ مجھے اس حرکت کا مقصد معلوم ہونا چاہئے۔''

شراب یا کافی۔''

''کچھ بھی نہیں...... یہ کیا زیادتی ہے۔ بہت بڑا غیر قانونی جرم ہے۔''

ٹھیک اسی وقت ایک اور آدمی کمرے میں داخل ہوا۔ وہ نہیں تھا جو اسے راستے بھر ہاتا آیا تھا۔

نی نے آنے والے کی طرف دیکھا اور بوکھلا گئی۔ دوبارہ نظر ملانے کی ہمت نہ کر سکی۔ اس کی آنکھوں میں کیا تھا۔

وہ خاموش کھڑا اُسے دیکھتا رہا پھر عورت سے بولا۔

''انہیں کچھ پینے کے لئے دو۔''

''یہ کچھ پینے سے انکار کر چکی ہے۔'' عورت نے کہا۔

''میں اس حرکت کی وجہ معلوم کرنا چاہتی ہوں۔'' تلنی سر جھکائے رک رک کر بولی۔

''وجہ سمجھ میں آنی چاہئے۔'' اجنبی کا لہجہ نرم تھا۔ ''تم کوئی نیک کام تو کرتی نہیں رہی ہو۔''

''میں کیا کرتی رہی ہوں؟''

''کچھ لوگوں کے جرائم میں ہاتھ بٹاتی رہی ہو۔''

"جرائم......!"

"اور نہیں تو کیا...... تم اسے تفریح سمجھتی ہو۔ یہاں کی پولیس تم سے باز پرس کر سکتی ہے اچھی لڑکی۔"

"پپ...... پولیس......؟"

"ہاں پولیس......!"

"اوہ...... لیکن میں نے تو ابھی تک کسی کو نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ کچھ لوگوں کی مدد کرتی رہی ہوں۔ وہ ایک پریشانی میں پڑ گئے تھے میں نے کچھ ہی دیر پہلے ان کی مدد کی ہے۔

تلنی نے سوچا شائد وہ آراگاں کے آدمیوں کے ہاتھ لگ گئی ہے۔ اس لئے اسے رہنا چاہئے اور پھر ہو سکتا ہے کہ یہی شخص کیپٹن حمید کا چیف ہو۔ کیا نام تھا...... کرنل فریدی۔

"تم کیا سوچنے لگیں۔" اجنبی نے اُسے ٹوکا۔

"کچھ نہیں...... یہ باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہیں۔"

"تم ان لوگوں کے لئے کب سے کام کر رہی ہو۔"

"میں کسی کے لئے کوئی کام نہیں کر رہی...... میں تو۔"

"بلجیم سے وظیفہ پر آئی ہوں...... آثار قدیمہ پر ریسرچ کر رہی ہوں اس کے جس کا علم صرف تمہیں ہے۔"

"مم...... میں......!"

"تلنی کار ماؤنٹ...... کل ہی تمہاری واپسی بھی ہو سکتی ہے...... اور تم اپنی حکومت کو دکھانے کے قابل نہ رہو گی۔"

وہ کچھ نہ بولی۔ اجنبی سے آنکھ ملانے کی جرأت تو پہلے ہی رخصت ہو چکی تھی۔ زبان بھی قابو میں نہ رہی۔

بے ہوشی رفع ہوتے ہی اس پر جھلاہٹ کا دورہ پڑ گیا۔ کیونکہ سر ریما کے زانو پر

تھا اور یہ کوئی کھلی جگہ نہ تھی بلکہ اس عمارت ہی کا ایک اندرونی حصہ تھا۔

"مجھے یہاں کون لایا۔" اس نے جھٹکے کے ساتھ اٹھتے ہوئے پوچھا۔

"کیسی باتیں کر رہے ہو۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔" ریما نے مغموم لہجے میں کہا۔

قاسم اب بھی بے ہوش تھا اور اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر تھا۔

رافعہ اس کے قریب بیٹھی اسے پُرتشویش نظروں سے دیکھے جا رہی تھی۔

"وہ کہاں ہے؟" حمید نے ریما سے پوچھا۔ "وہ شخص جو ہمارے کمرے کے غسل خانے سے برآمد ہو کر اس آدمی پر حملہ آور ہوا تھا۔"

"کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو۔ وہ ہمارے ساتھ کب آیا تھا۔"

"ٹھہرو......!" حمید کہتا ہوا صدر دروازے کی طرف جھپٹا۔

برآمدے میں اس جگہ پہنچ کر رک گیا جہاں انسپکٹر جاوید پر اس نے حملہ کیا تھا۔

وہاں کوئی بھی دکھائی نہ دیا۔ وہ پھر اندر واپس آ گیا۔

"کیا میں تمہیں اندر ہی ملا تھا۔" اس نے ریما سے پوچھا۔

"ہاں یہیں...... اسی جگہ...... آخر بتاؤ نا...... کیا بات ہے۔"

"کچھ نہیں......!" حمید نے کہا اور قاسم کو ہوش میں لانے کی تدبیریں کرنے لگا۔

اسے خود پر ہنسی آ رہی تھی۔ اس تھوڑے سے عرصے میں کتنی بار بے ہوش ہو چکا ہے۔ گویا ان کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر رہ گیا ہے۔

وہ قاسم کا شانہ جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر چیخنے لگا۔ "اٹھو...... بدبخت...... اٹھو...... آخر تم اس طرح کیوں میرے مقدر میں لکھ دیئے گئے ہو۔"

"دل کا بُرا نہیں کیپٹن......!" رافعہ بولی۔

"جی......!" حمید بھنا کر پلٹا۔ "دل میں شہد لگا کر چاٹوں...... یا گلدان میں سجاؤں۔"

"میں آپ دونوں کی بے ہوشی کی وجہ معلوم کرنا چاہتی ہوں۔"

"میں نے تو آپ سے آپ کی موت کی وجہ بھی نہیں پوچھی۔"

"بس بہت ہو چکا۔" رافعہ پیر پٹخ کر بولی۔ "میں تو اس قسم کے مذاق پسند نہیں کرتی۔"

"کیا تم اسے کسی بات پر غصہ دلانے کی کوشش کر رہے ہو۔" ریما نے حمید کے شانے پر

ہاتھ رکھ کر نرم لہجے میں کہا۔ ''مجھے بتاؤ کیا بات ہے۔ وہ نہیں جانتی کہ اس پر کیا گزر رہی ہے۔ یہ ہمارے سائنسدانوں کے شعبدے ہیں۔''

''میں اسے جلد از جلد ہوش میں لانا چاہتا ہوں۔''

''بیہوشی کی وجہ معلوم کئے بغیر کیا کر سکوں گی۔''

''کسی نے میرے چہرے پر سیال پھینکا تھا...... یہی حرکت اسکے ساتھ بھی ہوئی ہوگی۔''

ریما کے چہرے پر تشویش کے آثار اور زیادہ گہرے ہو گئے۔

''کیا سوچنے لگیں۔'' حمید نے ٹوکا۔

''اب میری عقل کام نہیں کر رہی۔ آخر وہ چاہتے کیا ہیں۔''

دفعتاً کسی نے باہر سے کال بل کا بٹن دبایا۔

حمید آگے بڑھنا ہی چاہتا تھا کہ ریما اسے روک کر بولی۔ ''تم ٹھہرو...... میں دیکھتی ہوں۔''

''اس نے دروازہ کھولا...... یہ تو وہی ڈرائیور تھا جو انہیں یہاں لایا تھا۔''

''کیا بات ہے......!'' حمید نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

''میم صاحب کدر اے...... جو تم کو ادر لایا۔''

''یہاں تو نہیں ہے۔''

''کدر ہے۔''

''شائد پیدل چلی گئی...... کیا تم اسے نہیں لے گئے تھے۔''

''ام دوسرا کام کو گیا تھا۔''

''تم کس کے ڈرائیور ہو۔''

''میم صاحب کا۔''

''ہوسکتا ہے وہ کسی دوسری گاڑی سے چلی گئی ہوں۔ لیکن میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔''

''ام بول دے گا۔''

''اگر تم مجھے اپنے ساتھ ہی لیتے چلو تو کیا حرج ہے۔''

''نہیں صاحب! ام میم صاحب سے پوچھے گا پھر لے جائے گا۔''

اتنے میں قاسم کراہ کر اٹھ بیٹھا اور سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

ڈرائیور باہر چلا گیا۔

''ہائیں...... پھر وہیں......!'' قاسم بوکھلا کر چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

رافعہ پر نظر پڑی اور وہ اٹھ کر دروازے کی طرف بھاگا۔

''ٹھہرو......!'' حمید نے اسے للکارا ''باہر نکلے تو جان سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔''

قاسم رک کر ایک طرف مڑا۔

''اس بار تم بھی مر کر زندہ ہوئے ہو۔'' حمید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

''الاقسم......!'' قاسم نے گھٹی گھٹی سی آواز میں سوال کیا۔

''اسلئے خائف ہونے کی ضرورت نہیں۔ تھوڑی دیر بعد مرتے ہی رہو گے۔''

''دیکھو مجھے ڈراؤ نہیں۔''

''شٹ اپ......!'' حمید حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

''اس سے کیا فائدہ...... وہ خائف معلوم ہوتا ہے۔'' ریما نے آگے بڑھ کر حمید کا شانہ تھپکتے ہوئے کہا۔ لیکن حمید نے اس کا ہاتھ بڑی بے دردی سے جھٹک دیا۔

''عورتوں کے چکر میں مرے گا تو۔'' وہ قاسم کو گھونسہ دکھا کر چلایا۔

تت...... تم بھی...... تو مرونے۔''

''ابے تو کیا میں عورتوں سے ڈرتا ہوں...... عورت مردہ ہو یا زندہ بہر حال عورت ہے۔ بلکہ وہ تو اپنے مردہ ہونے کو کسی طرح تسلیم ہی نہیں کرتی...... الو کے پٹھے۔''

''اے غالیاں نہ دو۔''

رافعہ بے ساختہ ہنس پڑی۔ البتہ ریما احمقوں کی طرح ایک ایک کا منہ تک رہی تھی۔

کسی نے پھر دروازے پر دستک دی۔ حمید نے قاسم سے کہا کہ وہ جا کر دیکھے کون ہے۔

وہ خوفزدہ نظروں سے رافعہ کی طرف دیکھتا ہوا دروازے کی جانب بڑھا۔ پھر اس نے دروازہ کھولا تھا اور بوکھلا کر پیچھے ہٹ آیا تھا۔ دو آدمی اندر داخل ہوئے۔ ایک کے ہاتھ میں ٹامی گن تھی۔

''تم دونوں۔'' ان میں سے ایک نے ریما اور حمید کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ''ہمارے ساتھ چلو گے۔''

''ان دونوں کو لے جاؤ..... ہمیں یہاں کوئی تکلیف نہیں۔'' حمید نے قاسم اور رافعہ کی طرف اشارہ کیا۔

''چلو.....!'' ٹامی گن والا غرایا۔

''چلو بھئی۔'' حمید طویل سانس لے کر ریما سے بولا۔

''ارے تو پھر مجھے بھی لیتے چلو..... میں یہاں اکیلے نہیں رہوں گا۔'' قاسم بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''تم نہیں جاسکتے۔'' حمید حلق پھاڑ کر چیخا۔

''میں یہاں نہیں رہوں گا۔'' قاسم اس سے بھی زیادہ تیز آواز میں چلایا۔ آواز کیا تھی پوری گھن گرج تھی۔ پوری عمارت جھنا کر رہ گئی۔

ٹھیک اسی وقت حمید نے جھک کر اس کے پیٹ پر ٹکر ماری اور ''وہ ارے باپ رے'' کہہ کر اس آدمی سے ٹکرایا جو خالی ہاتھ تھا۔

قاسم کی ٹکر تھی۔ اس لئے خالی نہ گئی۔ وہ آدمی اچھل کر دیوار سے جا ٹکرایا۔

یہ سب کچھ اتنی سرعت سے ہوا کہ مسلح آدمی بوکھلا گیا۔ پھر اس کی نظر ذرا بھٹکی ہی تھی کہ حمید نے اس کی ٹامی گن پر ہاتھ ڈال دیا۔

اچانک دروازے کی طرف سے فائر ہوا اور گولی ان دونوں کے سروں پر سے گزرتی ہوئی سامنے والی دیوار سے ٹکرائی۔ ساتھ ہی کسی نے کہا ''خبردار کیپٹن حمید..... یہ وارننگ تھی..... پیچھے ہٹو..... ہٹ جاؤ۔''

تیسرا آدمی دروازے میں نظر آیا۔ اس کے ہاتھ میں اعشاریہ چار پانچ کا ریوالور تھا۔

حمید گڑبڑا گیا۔ کیونکہ اسی وقت قاسم نے بھی اسے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔

''بتاؤ..... میرا قصور..... سالے تم نے ٹکر کیوں ماری۔''

بہرحال حمید کی کوشش بار آور نہیں ہو سکی تھی۔

اسے اور ریما کو باہر نکلنا پڑا..... قاسم اور رافعہ وہیں رہ گئے۔ باہر ایک بڑی سی بند گاڑی کھڑی تھی۔ ایک آدمی ان کے ساتھ بیٹھا اور وین حرکت میں آ گئی۔ اندر اندھیرا تھا۔

''ریما.....!'' دفعتاً حمید بولا۔ ''کیا تمہیں اپنی تاریخ پیدائش یاد ہے۔''

''کیوں؟ اس کی ضرورت کیوں پیش آئی۔''

''اندھیرے میں دکھائی نہیں دے رہیں۔''

''میں پوچھ رہی ہوں تاریخ پیدائش کی کیوں سوجھی۔'' ریما کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔

''ارے تو اس میں بگڑنے کی کیا بات ہے۔''

''یہ لوگ ہمیں کہاں لے جا رہے ہیں۔''

''تم دونوں خاموش بیٹھو تو بہتر ہے۔'' اندھیرے میں تیسری آواز گونجی۔

''یہی معلوم کرنا تھا کہ زندہ ہو یا مر گئے۔'' حمید بولا۔

''خاموش بیٹھو۔''

''زیادہ دیر خاموش بیٹھنا میرے لئے محال ہے۔ کھوپڑی میں عورت کا مغز رکھتا ہوں۔''

''کیا بات ہے؟'' ریما نے حمید سے پوچھا۔

''یہ کہہ رہا ہے کہ تم دونوں شادی کیوں نہیں کر لیتے۔''

''ٹھیک تو کہہ رہا ہے۔''

حمید نے ٹھنڈی سانس لی اور دل ہی دل میں اپنی اور اس کی شادی کے متعلق اظہار خیال کرنے لگا۔

''کیا کہہ رہے ہو۔''

''کچھ بھی نہیں۔ میں تو بہت دیر سے خاموش ہوں۔''

''کہیں اس صدمے نے تمہارا دماغ تو نہیں الٹ دیا۔''

دفعتاً ایک زبردست دھماکہ ہوا اور گاڑی اچھلنے کودنے لگی۔ پھر اس کے بریک چرچرائے۔

''کیا بات ہے۔'' ان کے پاس بیٹھے ہوئے آدمی نے اونچی آواز میں پوچھا۔

''ٹائر برسٹ ہوا ہے۔'' ڈرائیور کی سیٹ سے آواز آئی۔ ''کسی نے فائر کیا تھا۔ ہوشیار رہو۔''

بے بسی

گاڑی رک چکی تھی اور انجن بھی بند کر دیا گیا تھا۔ اچانک ٹامی گن قہقہے لگانے لگی۔ لیکن

آواز فاصلے کی تھی۔ شائد اگلی سیٹ والوں نے گاڑی سے اُتر کر کہیں اور پوزیشن لے لی

''یہ کیا ہو رہا ہے دوست......!'' حمید نے تیسرے آدمی کو مخاطب کیا۔ اسے جواب نہیں دے رہا تھا۔

''آہستہ بولو...... آہستہ بولو......'' ریما کہتی سنائی دی۔ لیکن تیسرا آدمی چپ رہا۔

حمید کا ریوالور پہلے ہی چھینا جا چکا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ تیسرا آدمی بھی مسلح ہوگا۔ لیکن اندھیرے میں وہ کسی قسم کا خطرہ مول لینے کو تیار نہیں تھا۔

ٹامی گن کی فائرنگ کی آواز بھی بند ہو چکی تھی اور گہرا سناٹا چھا گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وین کا پچھلا دروازہ کھولا گیا اور انہیں نیچے اترنے کا حکم ملا۔ آدمی نے اُترنے میں پہل کی۔

جب وہ دونوں بھی اتر چکے تو ایک آدمی بولا۔ ''کیپٹن حمید! اگر تم نے ذرہ برابر ہوشیار بننے کی کوشش کی تو تمہارا جسم چھلنی ہو جائے گا۔ بائیں طرف اتر کر ڈھلان میں اتر سردی سے دانت بج رہے تھے۔ ریما سے آگے چلنے کو کہا گیا۔ وہ خاموشی کر رہی تھی۔ حمید اس کے پیچھے تھا۔

ڈھلان سے اس طرح اترنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ حمید کی نظر ریما پر تھی۔ چلتے چلتے رک گیا۔

''آگے بڑھو'' ٹامی گن کی نال اس کی کمر سے لگا کر کہا گیا۔

''میں اس کا ہاتھ پکڑ لوں۔ کہیں وہ گر نہ جائے۔'' حمید نے اپنی آواز میں کر کے کہا۔

''تم اسے سہارا دے سکتے ہو......!'' اونچی آواز میں کہا گیا۔ یہ سب سے والے کی آواز تھی۔

یہ وہی آدمی تھا جس نے فائر کر کے حمید کو جدوجہد سے باز رکھا تھا۔

وہ اسے کوئی قبائلی لگا تھا۔

''کچھ دیر بعد انہیں رکنے کو کہا گیا۔ یہ دو چٹانوں کے درمیان ایک تنگ سی جگہ تھی

''تم لوگ آخر چاہتے کیا ہو'' حمید نے انہیں مخاطب کر کے کہا۔

''کیپٹن حمید! میں تمہیں بطور یرغمال رکھنا چاہتا ہوں۔'' ایک آدمی بولا۔ ''کرنل فریدی نے میرے ایک ساتھی کو پکڑ لیا ہے۔ جب تک وہ ہمیں واپس نہ ملے تمہاری رہائی ناممکن ہے۔''

''اور اس بے چاری کے متعلق کیا خیال ہے۔''

''اسے بھی کوئی تکلیف نہ ہوگی۔''

''کیا تم اسے پہچانتے ہو۔''

''ہاں تمہارے ہی ساتھ دیکھی جاتی رہی ہے۔''

''یہ بے قصور ہے۔ اس کا کرنل فریدی سے کوئی تعلق نہیں۔''

''اچھی بات ہے۔ تم جہاں کہو گے اسے پہنچا دیا جائے گا۔''

''مجھے کہاں لے جاؤ گے۔''

''آزاد علاقے میں...... مجھے میرا ساتھی واپس ہی ملنا چاہئے۔''

''ٹھیک ہے...... یقیناً ملنا چاہئے۔ کیا تمہارا تعلق آزاد علاقے سے ہے۔''

''ہاں......!''

''کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہو۔''

''تمہیں اس سے کوئی بحث نہیں ہونی چاہئے۔''

''چلو کوئی بات نہیں...... لیکن کیا ہمیں یہیں قیام کرنا پڑے گا۔''

''نہیں...... اب گفتگو کا سلسلہ ختم کر دو۔''

''ہم آپس میں تو گفتگو کر سکتے ہیں۔''

''آہستگی کے ساتھ...... آواز بلند نہ ہونے پائے۔''

''ریما تمہیں نیند تو نہیں آ رہی۔'' حمید نے آہستہ سے پوچھا۔

''نیند...... تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا...... یہ لوگ کیا چاہتے ہیں۔''

''یہ کوئی قبائلی ہے جس کے کسی ساتھی کو میرے چیف نے پکڑ لیا ہے۔ اب یہ مجھے بطور یرغمال آزاد علاقے میں لے جائے گا۔''

''م...... مجھے بھی۔''

''اگر تم چاہو تو واپس بھی جا سکتی ہو۔ وہ مجھ سے یہی کہہ رہا تھا۔''

"میں کہاں جاؤں گی۔"

"سوچو......!"

"میں تو اب تمہارے ہی رحم وکرم پر ہوں۔"

"اور میں ان لوگوں کے رحم وکرم پر ہوں۔"

"تو کیا تمہارا چیف ان کے ساتھی کو واپس کردے گا۔"

اچانک کسی جانب سے آواز آئی۔ "تم سب گولیوں کی زد پر ہو...... اپنا اپنا اسلحہ زمین پر ڈال دو۔ چاروں طرف سے گھیرے جاچکے ہو۔"

قبائلی کے حلق سے غراہٹ کی شکل میں بڑی بڑی قسمیں ابلنے لگی تھیں۔

آواز پھر آئی۔ "سب کی پوزیشن میری نظر میں ہے۔ جو اپنی جگہ سے ہلا مارا گیا۔"

"تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو۔" قبائلی غرایا۔

"سڑک کی طرف مڑ کر کھڑے ہو جاؤ۔"

"یہ نہیں ہوسکتا...... تمہارا جو دل چاہے کرو۔"

"نہیں نہیں......!" قبائلی کے دونوں ساتھیوں کی آوازیں سنائی دیں۔

"او...... چپ رہو...... نامرادو۔" قبائلی دہاڑا۔

پھر حمید نے تاروں کی چھاؤں میں دیکھا کہ وہ پہلے دہرا ہوا پھر گٹھری سی بن کر اوپر اٹھتا چلا گیا۔ چیخ رہا تھا اور بڑی بڑی قسمیں کھاتا ہوا نظروں سے اوجھل ہوگیا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے...... کس کی آواز ہے۔" ریما نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"معلوم نہیں......!" حمید نے جواب دیا۔ حالانکہ اس نے فریدی کی آواز صاف پہچانی تھی۔

"آخر اب ہم کن لوگوں کے ہاتھوں پڑ گئے ہیں۔"

حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ آواز پھر آئی۔

"کیپٹن حمید...... تم جہاں جانا چاہو جاسکتے ہو۔"

پھر اس نے قبائلی کے ساتھیوں کو بھی اس کی طرح اوپر اٹھتے دیکھا۔

حمید سوچ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ فریدی نہیں چاہتا کہ اسے اپنے ساتھ رکھے ورنہ اس مشورے کی ضرورت ہی کیا تھی۔

سوال تو یہ ہے کہ اب وہ جائے کہاں۔ سردی سے دانت بجنے لگے تھے۔ لیکن اسے پر حیرت تھی کہ آخر وہ اس قسم کی تکالیف کس طرح برداشت کررہی ہے۔

"اب تم کیا سوچ رہے ہو۔" ریما نے اس کا شانہ جھنجھوڑ کر کہا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کیا سوچوں۔"

"آخر وہ کون تھا...... کس کی آواز تھی۔"

"میں نہیں جانتا...... لیکن میرا چیف ہر وقت میرے حالات سے باخبر رہتا ہے...... ہے کہ یہ اسی کا کوئی آدمی تھا۔"

"اس کا کوئی آدمی تھا تو تمہیں اس سے واقف ہونا چاہئے۔"

"ضروری نہیں ہے۔" حمید طویل سانس لے کر بولا۔ "اس کے بارے میں کوئی کچھ نہ جانتا۔ حتیٰ کہ میں بھی نہیں جو اس کے سب سے قریب ہوں۔"

دفعتاً ریما ہنس پڑی۔ انداز مضحکہ اڑانے کا سا تھا۔

"کیوں تم اس طرح کیوں ہنس رہی ہو۔"

"میں سوچ رہی ہوں آخر کب تمہارے اعتماد کے قابل بن سکوں گی۔"

"کیا مطلب......؟"

"کرنل فریدی کی آواز ہمیں دن میں کئی بار سنائی جاتی تھی۔"

"اوہو......!"

"وہ چونکہ میک اپ کا ماہر ہے اس لئے اس کی آواز کے ٹیپ ہمارے پاس موجود ہیں۔"

"شائد تمہیں نہیں معلوم کہ میرا چیف آواز بدلنے کا بھی ماہر ہے۔"

"لیکن اس وقت تو اس کی آواز بدلی ہوئی نہیں تھی۔"

"ضرورت نہ بھی ہوگی۔" حمید نے لاپروائی سے کہا۔

"خیر ہوگا...... میں تو صرف یہ پوچھتی ہوں کہ تمہارا چیف واقعی خطرے سے آگاہ ہے۔"

"کیسا خطرہ۔"

"وہ تمہارے چیف کو دھوکہ دے گا۔ کرنل فریدی اس کی برداشت سے باہر ہے

ہمارے مقامی مرکز تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ لیکن واجد حقیقتاً اسے کسی اندھے کنوئیں میں
گرادے گا۔ سمجھنے کی کوشش کرو..... پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ ہم لوگ میڈیکل سائنس کو یہاں
آئے لے گئے ہیں۔"

"میں کیا کرسکتا ہوں..... میرے پاس تو کوئی ایسا ذریعہ نہیں کہ اس تک پہنچ سکوں۔"

"اونہہ ہوگا..... مجھے کیا۔ لیکن اب ہم جائیں کہاں؟"

"میرا خیال ہے کہ رات ہم اسی جگہ بسر کریں۔"

"تم مجھے پاگل کردو گے۔" وہ جھنجھلا کر بولی۔

"میں دیوانگی کا جرثومہ تو نہیں ہوں۔"

"میں سوچتی ہوں کہ زندہ رہ کر کیا کروں گی۔ تنظیم میں میرے لئے کوئی جگہ نہیں رہی
اور تم مجھے فریب کار سمجھتے ہو۔"

یہ کہہ کر وہ اٹھی اور تیزی سے دراڑ سے نکلی چلی گئی۔ حمید اس کے پیچھے جھپٹا تھا لیکن اس
کی رفتار بہت تیز تھی۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوا تھا جیسے وہ کسی اونچی چٹان سے چھلانگ
دینے کا ارادہ رکھتی ہو۔

حمید آوازیں دیتا اس کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ کافی دور تک وہ اس کے پیچھے دوڑتا رہا تھا
پھر عین اس وقت جب وہ ایک جگہ سے نیچے چھلانگ لگانے جارہی تھی اس نے اسے جالیا۔

"چھوڑ دو..... مجھے چھوڑ دو.....!" وہ ہانپتی ہوئی چیخنے لگی۔

"تم سب درندے ہو..... کمینے ہو..... خلوص کی قدر نہیں کرسکتے۔"

"میں نے کیا کیا ہے؟ خود ہی سوال کرتی ہو..... خود ہی جواب دے لیتی ہو۔ وہموں
میں مبتلا رہتی ہو۔ میں تو تمہاری بہت عزت کرتا ہوں۔"

"عزت..... صرف عزت.....!"

"اچھا اب بیٹھ جاؤ۔ تمہاری سانس پھول رہی ہے۔"

وہ نڈھال ہوکر بیٹھ گئی۔ بری طرح ہانپ رہی تھی۔

دفعتاً اس پر ٹارچ کی روشنی پڑی اور کسی نے گرج کر کہا۔ "خبردار اپنی جگہ سے جنبش
کرنا ورنہ گولی ماردوں گا۔"

"کوئی اور مصیبت.....!" حمید نے بڑبڑا کر اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھادیئے۔

بھاری قدموں کی آواز قریب آتی جارہی تھی۔

"یہاں کیا ہو رہا ہے....." آنے والے نے گرج کر پوچھا اور ان کے چہروں پر ٹارچ
نی ڈالی۔

یہ مقامی پولیس کی وردی میں تھا۔

"بیٹھے ہوئے تھے بھائی۔" حمید کراہ کر بولا۔

"یہاں اتنی رات گئے۔"

"آثار قدیمہ دیکھنے نکلے تھے..... گھوڑے بھاگ گئے۔"

"تمہیں ہمارے ساتھ پولیس اسٹیشن چلنا پڑے گا۔ خواہ کچھ ہوا ہو۔"

"ضرور چلیں گے..... لیکن اس سے پہلے ہمیں ہمارے گھر لے چلو تاکہ وہاں سے اپنے
ات تو ساتھ لے لیں ورنہ تم لوگوں کو مطمئن کیسے کریں گے۔"

"کہاں سے آئے ہو۔"

"رنگون سے۔"

"چلو..... لیکن خیال رکھنا کہ میں مسلح ہوں۔"

حمید نے ریما سے اٹھنے کو کہا۔ وہ دونوں آگے چل رہے تھے اور باوردی آدمی ان کے
ے انہیں ٹارچ کی روشنی میں راستہ دکھا رہا تھا۔

وہ سڑک پر آئے۔ حمید سوچ رہا تھا کہ کہیں یہ اس طرف نہ لے جائے جہاں ایک ناکارہ
ڑی ملے گی۔ اس کا اسے پہلے دھیان نہیں آیا تھا۔ ورنہ ٹائر فلیٹ ہوجانے کی بات کرتا۔
لیکن وہ کسی اور طرف لے آیا تھا۔ یہاں پولیس کی ایک پٹرول کار نظر آئی۔

کار کے قریب پہنچے تو پھر ان کے چہروں پر ٹارچ کی روشنی پڑی۔ یہ کار کے اندر سے
تھی۔

"اوہو..... کسی کی آواز آئی..... یہ تو کیپٹن حمید ہیں۔" اس کے بعد اگلی سیٹ کا دروازہ
ا

ایک آدمی نیچے اترا۔

"آپ یہاں کہاں جناب۔"

"تم کون ہو......!" حمید نے پوچھا۔

"کرائمز برانچ کا ایک سب انسپکٹر جناب۔"

"اچھا تو سنو! پہلے مجھے ایڈلفی تک لے چلو۔ وہاں سے میں تمہیں اس جگہ تک لے چلوں گا جہاں مقیم ہوں۔"

"بہت بہتر جناب! تشریف رکھئے۔" اس نے ان کے لئے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

حمید نے اس سلسلے میں قطعاً کوئی بات نہ پوچھی کہ وہ اسے کیونکر پہچان سکا تھا۔ خود اس کے لئے وہ اجنبی ہی تھا۔

ایڈلفی کے قریب پہنچ کر اس نے ڈرائیور کو راستہ بتانا شروع کیا اور بالآخر اس عمارت تک آیا جہاں سے وہ قبائلی انہیں لے گیا تھا۔

وہ لوگ انہیں اتار کر پل بھر کے لئے بھی نہیں ٹھہرے تھے۔

برآمدے میں پہنچ کر انہوں نے کال بل کا بٹن دبایا۔

"قون ہے؟" دروازے کے قریب ہی کی آواز تھی۔ ایسا معلوم ہوا جیسے قاسم پہلے ہی سے وہاں کھڑا رہا ہو۔

"دروازہ کھولو......میں حمید ہوں۔"

بولٹ کھسکنے کی آواز آئی......دروازہ کھلا اور قاسم ہونقوں کی طرح پلکیں جھپکاتا نظر آیا۔

"واپس آگئے......!" بالآخر اس نے کہا۔

"ہر جگہ سے واپسی لازمی ہے میری۔" حمید لاپرواہی سے بولا اور اسے ایک طرف کر آگے بڑھنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ قاسم نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "ٹھہرو۔ سنو......آغے مت بڑھو......میں تمہیں اندر نہیں جانے دوں گا۔"

"کیوں......؟"

"میں نے اسے ادھر بند کر دیا ہے۔"

"تم اتنے ڈرپوک کیوں ہو گئے ہو۔"

"میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔" وہ آگے جھک کر آہستہ سے بولا۔ "اب وہ پاگل ہو گئی ہے۔ اپنے کپڑے چیر پھاڑ ڈالے ہیں۔ صرف بھوتنی ہوتی تو خیر قوئی بات نہ تھی۔"

"تو کیا......؟"

"ہاں ہاں......کپڑے نہیں ہیں اس کے جسم پر۔"

"کیا بات ہے۔" ریما آگے بڑھ کر بولی۔ "مجھے بھی تو بتاؤ۔"

حمید نے قاسم سے ملی ہوئی اطلاع دہرائی۔

"اگر دیوانگی کا دورہ پڑا ہے تو سمجھو اس انجکشن کا اثر زائل ہو رہا ہے۔" ریما نے پرسکون لہجے میں کہا۔ "جب دل کی دھڑکن بند ہونے کی بجائے دیوانگی کا دورہ پڑے تو اسکے بعد گہری نیند کا دورہ شروع ہوتا ہے۔ اس سے پوچھو کہ اس نے کتنی دیر سے اس کی آواز نہیں سنی۔"

قاسم کے بیان کے مطابق آدھ گھنٹہ پہلے تک وہ اندر چیختی رہی تھی۔ اس کے بعد سے اس نے اس کی آواز نہیں سنی تھی۔

"اچھا تم دونوں یہیں ٹھہرو......میں اندر جا کر دیکھتی ہوں۔" ریما نے کہا۔

"اے رقو اس کو نہیں تو نوچ کھسوٹ ڈالے غی۔" قاسم نے حمید کو گھورتے ہوئے کہا۔

"تم خاموش رہو۔"

"مجھے قیا......!" قاسم نے اپنے بھاری بھرکم شانوں کو جنبش دی اور برا سا منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

ریما دروازہ کھول کر اندر جا چکی تھی۔

"تم بہت بدنصیب آدمی ہو۔" حمید نے قاسم سے کہا۔

"ٹھینگے سے۔" برے لہجے میں جواب ملا۔

"لیکن میرے نصیب میں کیوں ہو۔" حمید اپنی ران پر ہاتھ مار کر چیخا۔

"قیا مطلب......؟"

"کیا یہ ضروری ہے کہ زندگی کے ہر موڑ پر تم خبیثوں کی طرح کھڑے ملو۔"

"تم خود سالے خبیث......اس بار تم میرے ٹھینگے کے موڑ پر آ کھڑے ہوئے ہو۔ قیا مگر تم کو تمہارے گھر سے بلا لایا ہوں۔"

"نہیں جناب! آپ ایک پاگل عورت کے سیکریٹری بن کر یہاں تشریف لائے تھے۔ لہٰذا اب جہنم میں تشریف لے جائیے۔"

"میں کہتا ہوں چوپ رہاؤ" قاسم کھڑا ہو کر دہاڑا۔ پھر یک بیک شائد ذہنی رو بہک گئی۔ خدوخال میں اچانک نرمی کے آثار نظر آنے لگے اور وہ سب کچھ بھول کر آہستہ سے بولا۔ "وہ انجکشن کے بارے میں کیا کہہ رہی تھی۔"

"میں نہیں جانتا۔ اس کی انگریزی میری سمجھ میں نہیں آتی۔"

"اُلو نہ بناؤ...... میں سب سمجھتا ہوں۔"

"خاموشی سے سمجھو...... بکواس کی ضرورت نہیں۔"

قاسم بیٹھ کر اسے گھورنے لگا۔

کچھ دیر بعد ریما واپس آئی۔ چند لمحے خاموش کھڑی رہی پھر بولی۔ "وہ گہری نیند سو رہی ہے...... اتنی گہری نیند کہ لباس تبدیل کراتے وقت بھی وہ نہیں جاگی۔"

"اب مجھے بھی نیند آ رہی ہے۔" حمید نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ "صبح کے چار بج رہے ہیں۔"

"جاؤ سو جاؤ" ریما نے پیار بھرے لہجے میں کہا اور قاسم حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔ پھر ٹھنڈی سانس لے کر منہ چلانے لگا تھا۔

"اور تم......!" وہ قاسم کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "تم بھی سونا چاہو تو جا سکتے ہو۔"

"اور...... اور...... تم......!"

"میری فکر نہ کرو...... مجھے تو جاگنا ہی ہے؟"

"کیوں تمہیں کیوں جاگنا ہے۔"

"تم سب کی حفاظت کروں گی۔"

"نہیں! حفاظت کرنے کے لئے میں کافی موٹا ہوں...... تم بھی جا کر سو جاؤ...... بھوتوں کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتا ہم...... مگر تم لوگ چھوٹے کس طرح...... تمہیں تو وہ لوگ پکڑ لے گئے تھے؟"

"تمہارا دوست بہادر ہے۔" ریما مسکرا کر بولی۔

قاسم نے بڑا سا منہ بنا کر حمید کی طرف دیکھا اور حمید کو ہنسی آ گئی۔

"ہنس لو سالے ہنس لو" وہ دانت پیس کر بولا۔ "کبھی تو اللہ مجھے بھی ہنسنے کا موقع دے گا۔"

حمید نے ذرہ برابر بھی اس کی پرواہ نہیں کی تھی کہ ریما جاگتی رہے گی۔ کمرے میں پہنچا تھا اور پندرہ منٹ کے اندر اندر گہری نیند سو گیا تھا۔ اگر جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر نہ جگایا جاتا تو پتہ نہیں کب تک خراٹے لیتا رہتا۔ دن کے دس بجے اور جگانے والا قاسم تھا۔ لیکن کمرہ تو وہ نہیں تھا جس میں قاسم پچھلی رات سویا تھا۔

"اے ہوش قرو......!" قاسم اس کا شانہ ہلا کر بولا۔ "یہ مکان وہ نہیں ہے جس میں ہم تھے۔"

"اگر نہیں ہے تب بھی خاموش رہو...... میں بہت تھک گیا ہوں۔ خود سے چل پھر نہیں سکتا۔ ان لوگوں کا کرم اور احسان ہے کہ خود ہی اٹھائے اٹھائے پھرتے ہیں۔"

"بیٹا بہت نہ اتراؤ...... تمہاری والی کٹو بھی غائب ہیں۔" قاسم جلے کٹے لہجے میں بولا۔

"سب کو جہنم میں جھونکو...... کیا وقت ہوا ہے؟"

"دس بجے ہیں۔"

"ناشتے کی کیا رہی۔"

"بھوخ کے مارے دم نکلا جا رہا ہے۔"

"اب کے شائد بداخلاق لوگوں سے سابقہ پڑا ہے۔"

"میں قہتا ہوں ہوش میں آ جاؤ...... یہ سالا تہہ خانہ معلوم ہوتا ہے۔"

"اگر قبر بھی ہو تو مجھے پرواہ نہیں ہو سکتی۔"

"دیکھو...... ڈرانے والی بات نہ کرو۔"

حمید نے اچٹتی سی نظر چاروں طرف ڈالی اور پھر قاسم کی طرف دیکھنے لگا۔

"ابے یار...... کہیں ہم بھی تو مر مر کر زندہ نہیں ہو رہے۔" دفعتاً قاسم نے بے حد خوفزدہ لہجے میں سوال کیا۔

"معلوم ہو جائے گا۔ فکر نہ کرو۔"

یہاں ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ حمید نے بستر سے اٹھ کر ایسی حرکتیں شر
کر دیں جیسے ورزش کر رہا ہو۔

”یہ کیا کر رہے ہو۔ بھوک اور چمک اٹھے گی۔“ قاسم بولا۔

”تم اپنی زبان بند رکھو تو بہتر ہے...... یہ لوگ مجھے بور کر دینے پر تلے ہوئے ہیں
آخر تمہیں کہیں الگ کیوں نہیں باندھا۔“

”دیکھو...... حمید بھائی...... ایسی باتیں نہ قرو...... ہم میں قوئی جھگڑا تو ہوا نہیں۔“

”بالکل نہیں ہوا...... تو پھر......؟“

تہ خانے کی زینوں کی طرف سے کسی کی آہٹ سنائی دی۔

دونوں چونک کر مڑے۔ ریما زینے طے کر کے آتی دکھائی دی۔

”تم دونوں جاگ پڑے۔“ اس نے لہک کر پوچھا۔

”پہلے یہ بتاؤ کہ اب ہم کہاں ہیں۔“ حمید نے بُرا سا منہ بنا کر سوال کیا۔

”ذرا دیر کو میری پلک جھپکی تھی...... پھر پتہ نہیں کیا ہوا۔“ ریما نے مسمسی صورت بنا کر کہا۔

”تم کہاں تھیں؟“

”اوپر کے ایک کمرے میں...... تہ خانے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ ادھر آ نکلی...... او
سنو...... ہم اسی عمارت میں ہیں جہاں سے ہیلی کوپٹر لے کر فرار ہوئے تھے۔“

”تب تو ٹھیک ہے...... تم واقف ہی ہو اس جگہ سے...... لیکن کیا اس بار یہ لوگ بھوکا
ماریں گے۔“

”دراصل میز پر بہت زیادہ سامان دیکھ کر ہی میں نے اندازہ لگایا تھا کہ تم لوگ کہیں
آس پاس ہی موجود ہو۔ وہ لڑکی کہاں ہے...... رافعہ۔“

”آپ صرف میز پر سامان کی بات کریں۔“ قاسم منہ چلا کر بولا۔

”میں پوچھ رہی ہوں لڑکی کہاں ہے۔“ وہ جھلا کر قاسم کی طرف مڑی۔

”ہوگی...... کہیں...... مجھے میز پر لے چلو...... میں اس کی نوقری چھوڑ چکا ہوں۔“

”اس شخص سے کہو خاموش رہے۔“ ریما نے حمید سے کہا۔

”لڑکی کا علم ہمیں نہیں...... یہاں صرف ہم ہی تھے۔“ حمید بولا۔

”ہوں...... اچھا...... اوپر چلو۔“

وہ زینے طے کر کے اس کمرے میں داخل ہوئے۔ یہاں ایک بڑی سی میز پر ناشتے کا
چنا ہوا تھا۔

قاسم تو ٹوٹ ہی پڑا تھا۔ البتہ حمید ناشتے کے دوران میں ریما سے مختلف قسم کی باتیں
ہا تھا۔

شتے کے بعد اس نے ریما سے کہا۔ ”سمجھ میں نہیں آتا کہ ان لوگوں کی اسکیم کیا ہے۔
آزاد کر دیتے ہیں کبھی جکڑ لیتے ہیں۔ آخر چاہتے کیا ہیں۔“

”سب تمہارے چیف کو پھانسنے کی تدبیریں ہیں۔ کبھی تو ایسے حالات میں تعاقب
ے گا اور پکڑا جائے گا۔“

”بچوں کی سی باتیں نہ کرو۔ اس طرح اس پر ہاتھ نہیں ڈالا جا سکتا۔ ایسے کھیل ہم لوگوں
ہت کھیلے ہیں۔“

”تو پھر اٹھو...... یہاں سے نکل چلنے کی تدبیر کریں۔“

”تم ہی کرو کوئی تدبیر...... میں فی الحال تمباکو نوشی کے موڈ میں ہوں۔“

اچانک دو آدمی کمرے میں داخل ہوئے۔ جن کے ہاتھوں میں اعشاریہ چار پانچ کے
ھرکم ریوالور تھے۔

”ہمارے ساتھ چلو......!“ ان میں سے ایک بولا۔

”فوراً......!“ حمید نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں پوچھا۔

”ہاں فوراً......!“

”لیکن میں تمباکو نوشی کرنا چاہتا ہوں۔“

”اٹھو......!“ وہ پیر پٹخ کر بولا اور ریما نے آہستہ سے کہا۔ ”حمید فی الحال بات نہ
ان پر یہی ظاہر کرو کہ تم چوہے سے بھی بدتر ہو۔“

”اگر کوئی عورت کہے تو چوہے سے بدتر سے بھی کمترین ہونے کو تیار ہوں...... اٹھو
ہاڑ خان...... اب نکلے گا...... کھایا پیا......!“

”ٹھینگے سے......!“ قاسم بھنا کر بولا۔ ”میں مردوں سے نہیں ڈرتا۔“

وہ اس کمرے سے نکلے۔ مسلح آدمی ان کے پیچھے چل رہے تھے۔ یہ بھی قبائلی ہی معلو
ہوتے تھے۔

پھر ایک کمرے میں قدم رکھتے ہی حمید حواس باختہ ہو گیا۔

"ارے باپ رے۔" قاسم کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔

فریدی سامنے کرسی پر جکڑا نظر آیا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ آنکھو
میں عجیب سا جمود تھا۔ ایسا جمود جو موت کو یقینی سمجھ کر بے بسی کی شکل میں پورے وجود پر طار
ہو جاتا ہے۔ اس کے قریب ہی ایک قوی ہیکل غیر ملکی کھڑا تھا۔ جس کے جسم پر چمڑے
جیکٹ تھی اور ہاتھوں میں چرمی دستانے۔

دفعتاً اس نے فریدی کو مخاطب کر کے کہا۔ "اب تمہیں زبان کھولنی ہی پڑے گی کرن
فریدی دیکھو تمہارا اسسٹنٹ بھی آ گیا ہے۔ جسے تم بھائی کی طرح عزیز رکھتے ہو۔"

حمید فریدی پر ان جملوں کا کوئی اثر محسوس نہ کر سکا۔

اس پر بدستور پہلے ہی سی مجہولیت طاری رہی۔

"اگر تم نے نانوتہ کا پتہ نہ بتایا تو یہیں ذبح کر دیا جائے گا۔" غیر ملکی پھر دہاڑا۔ لیکن
فریدی پر اب بھی بے بسی طاری رہی۔

"یہ کون ہے۔" حمید نے آہستہ سے ریما سے پوچھا۔

"لیکراس......!"

"تت......تم تو کہہ رہی تھیں کہ وہ عورت ہے؟"

دفعتاً ریما نے ایک زور دار قہقہہ لگایا اور بولی "احمق آدمی کے بھولے اسسٹنٹ...... تیسری
ناگن میں خود ہوں۔ ریما...... ریما...... زیرولینڈ کی تیسری بڑی شخصیت...... لیکراس......!"

"یس مادام......!" لیکراس احتراماً جھکا۔

"کیپٹن حمید تمہیں عورت سمجھتا ہے۔"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں مادام......!"

"واجد کو بلواؤ......!" ریما نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"بہت بہتر مادام......!" لیکراس نے کہہ کر ایک آدمی کو اشارہ کیا وہ چلا گیا۔

ریما قاسم اور حمید کے پاس سے ہٹ کر کمرے کے وسط میں آ کھڑی ہوئی تھی۔

"تو کیا سچ مچ تم عورت نہیں ہو۔" حمید نے لیکراس سے پوچھا۔

"شٹ اپ......!"

"نہیں! لیکراس اس سے اس طرح پیش نہ آؤ...... یہ ریما کا شکار ہے۔"

"بہت بہت شکریہ مادام......!" حمید نے تلخ لہجے میں کہا۔

"تم مجھے ریما کہہ کر ہی مخاطب کر سکتے ہو کیپٹن......!"

"مزید شکریہ مادام......!"

"ابے اب قیا ہوغا...... قرنل صاحب تو بندھے بیٹھے ہیں۔" قاسم آہستہ سے بڑبڑایا۔
سالے ہمیشہ عورتوں کے چکر میں مارے جاتے ہو...... کل تک سالی بھیگی بلی بنی ہوئی
...... اب مادام ہو غئی ہے۔"

اتنے میں حمید نے واجد کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھا۔ ریما سامنے ہی کھڑی تھی اور
ن کا رخ اسی دروازے کی طرف تھا جس سے واجد داخل ہوا تھا۔

جیسے ہی واجد کی نظر اس پر پڑی جہاں تھا وہیں تھم گیا۔ پلکیں جھپکائے بغیر اسے گھورتا
...پھر دوزانو ہو گیا۔

"واجد......!" دفعتاً سناٹے میں ریما کی آواز گونجی۔ "تم ابھی مجھے نہیں پا سکتے۔ ادھر
...... وہ شخص جو کرسی سے جکڑا ہوا ہے کیا تم اسے پہچانتے ہو۔"

واجد نے مڑ کر فریدی کی طرف دیکھا اور پھر حمید کو اس کی آنکھوں میں شاید نفرت کے آثار
ئے۔ وہ اٹھ گیا اور پر تنفر لہجے میں بولا۔ "ہاں میں اسے جانتا ہوں۔ یہ کرنل فریدی ہے۔"

"میری بہن اس کی قید میں ہے۔ لیکن اس کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں قید
......!" ریما رک کر بولی۔ "میں چاہتی ہوں کہ تم اس سے معلوم کرو...... یہ لو...... یہ
لو۔"

ریما نے آگے بڑھ کر ایک چمک دار خنجر اس کے ہاتھ میں تھما دیا اور بولی۔ "اس کے
شگاف دے دے کر اس سے پوچھو کہ نانوتہ کہاں قید ہے۔ یہ اپنی زبان کھولنے پر مجبور
ے گا۔"

حمید نے بوکھلا کر فریدی کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر ذرا بھی تبدیلی نظر نہ آئی۔ بالکل بے حس نظر آ رہا تھا۔ کوئی ایسا آدمی جو سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کھو بیٹھا ہو۔

"یہ نہیں ہو سکتا۔" اچانک وہ واجد کی طرف جھپٹا۔ لیکن اس کے پیچھے کھڑے ہوئے قبائلیوں نے اسے جکڑ لیا۔ پھر وہ چیختا ہی چلا گیا۔

"قاسم بے حیا تم کھڑے دیکھ رہے ہو۔ ڈوب مرو...... اگر ایسا ہوا تو...... اگر ایسا ہوا تو"

اس کی آواز حلق میں گھٹ کر رہ گئی۔

"اسے بھی کرسی سے باندھ دو۔" ریما بولی۔

"یہ نہیں ہو سکتا......!" دفعتاً قاسم غرا کر آگے بڑھا۔ لیکن اس سے بے خبر تھا کہ راستے ہی میں لیکراس کی ٹانگ بھی چلی ہے۔ وہ لڑکھڑا کر منہ کے بل فرش پر آ رہا۔

لیکراس نے بڑی پھرتی سے جھک کر کوئی چیز اس کے منہ پر مل دی اور وہ "ار۔ ارے" کہتا ہوا بے حس و حرکت ہو گیا۔

دوسری طرف حمید دونوں قبائلیوں سے گتھا ہوا تھا۔ لیکن بالآخر وہ اسے بے بس کرنے میں کامیاب ہو ہی گئے۔ لیکن کرسی سے باندھتے وقت انہیں پھر دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔

لیکراس اور ریما اس منظر کو دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔

کسی نہ کسی طرح قبائلیوں کو کامیابی ہوئی۔ حمید بھی کرسی سے جکڑ دیا گیا۔

اب وہ فریدی کو للکار رہا تھا۔ "کہاں گئی وہ قوت جو پتھر کو ریزہ ریزہ کر دیا کرتی تھی کہاں گئی وہ غیرت جس نے لوہے کی موٹی موٹی سلاخوں کو حقیر تار کے ٹکڑوں کی طرح کبھی کبھی موڑ دیا ہے...... ہوش میں آیئے...... آپ کو کیا ہو گیا ہے...... وہ جو تنہا سینکڑوں پر بھاری ہو...... اس طرح بے بس ہو جائے۔"

لیکن بے سود...... حمید چیخ چیخ کر نڈھال ہو گیا۔ لیکن فریدی کی حالت میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔ ریما اور لیکراس اس دوران میں قہقہے لگا رہے تھے۔

"واجد چلو تم اپنا کام شروع کر دو۔" دفعتاً ریما بولی۔

حمید نے بے بسی سے قاسم کی طرف دیکھا جو اب بھی فرش پر بیہوش پڑا تھا۔

واجد فریدی کی طرف بڑھا اور اس کے بازو میں خنجر کی نوک چبھاتے ہوئے پوچھا

"اؤ...... تانوتہ کہاں ہے؟"

فریدی کی ناک سے عجیب سی آواز نکلی...... اور حمید نے آنکھیں بند کر لیں۔

پھر واجد پر جیسے دورہ سا پڑ گیا ہو۔ وہ بڑی تیزی سے جسم کے مختلف حصوں پر خنجر مار مار کر اپنا سوال دہرائے جا رہا تھا۔

"ٹھہرو...... ٹھہر جاؤ۔" لیکراس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ لیکن واجد کا ہاتھ نہ رک سکا۔

پھر لیکراس نے ریما سے کہا وہ اسے روکے۔ کہیں فریدی مر ہی نہ جائے۔

ریما کے کہنے پر واجد رک کر ان کی طرف مڑا تھا۔

"اسے ذرا دم لینے دو......!" ریما بولی۔ "کچھ دیر بعد جب زخم اس کے لئے عذاب بن جائیں گے تو خود ہی زبان کھولے گا۔"

فریدی نے ہونٹ سختی سے بھینچے ہوئے تھے اور ناک سے کراہیں نکل رہی تھیں۔ حمید نے آنکھیں نہ کھولیں۔

پھر لیکراس نے اس آدمی کو اشارہ کیا جو واجد کو یہاں لایا تھا۔ وہ اسے واپس لے جانے کے لئے آگے بڑھا اور ریما بولی۔ "اب تم مجھ سے روزانہ مل سکو گے...... اب جا کر آرام کرو۔"

واجد کسی اطاعت شعار غلام کے سے انداز میں کمرے سے چلا گیا۔

اب کمرے میں صرف دو مسلح قبائلی ہی رہ گئے تھے۔

"بڑے بزدل ہو کیپٹن حمید۔ آنکھیں کھولو۔" ریما نے چٹکی لی۔

"میں بزدل نہیں ہوں۔ اس عظیم آدمی کی بے بسی مجھ سے نہیں دیکھی جاتی۔ یقیناً اس پر تمہاری میڈیکل سائنس نے کوئی ظلم ڈھایا ہے ورنہ اب تک اس کرسی کے پرخچے اڑ چکے ہوتے جس سے تم نے اسے جکڑ رکھا ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو کیپٹن حمید۔" لیکراس ہنس کر بولا۔ "اس کی طاقت جواب دے گئی ہے اور ابھی ہم اس کو بولنے پر مجبور کر دیں گے۔ تم شوق سے اپنی آنکھیں بند رکھو۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ ماحول پر عجیب سا سناٹا طاری تھا۔ حمید کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے دل سینے میں دھڑک[illegible] ہو۔

"اب میری داستان سنئے مادام......!" اس نے لیکراس کی آواز سنی۔

"ہاں...... میں سوچ رہی تھی کہ یہ کہانی کیپٹن حمید کے سامنے ہی سنی جائے تاکہ اس اپنے چیف کی مزید عظمتیں منکشف ہوسکیں۔"

"آپ نے بڑی خوبصورت بات کہی مادام......!" لیکراس ہنس کر بولا۔

"اسے اس کا موقع ضرور ملنا چاہئے۔ اس بیچارے نے بھی بڑی مصیبتیں جھیلی ہیں۔ تو مادام جب یہ ثابت ہوگیا کہ لیکراس عورت نہیں ہے تو میرا خیال فوری طور پر آپ کی طرف منتقل ہوگیا کہ تیسری ناگن آپ ہی ہوسکتی ہیں۔"

"تم نے یہ کیا بکواس شروع کردی۔"

"میں نے گفتگو کا ڈھنگ بدل دیا ہے مادام...... ابھی نفس مضمون کی طرف آتا ہوں ...... ذرا ٹھہریئے۔"

حمید نے بوکھلا کر آنکھیں کھول دیں کیونکہ یہ لیکراس کی آواز نہیں تھی۔

اس نے ریما کو بھی چونکتے دیکھا۔ لیکراس ہنس رہا تھا۔ پھر قبل اس کے کہ ریما اپنی جگہ سے جنبش بھی کرسکتی اس نے اس کے بال مٹھی میں پکڑے اور ہاتھ اونچا کردیا۔ وہ اسی طرح لٹکی ہوئی ہاتھ پیر مارتی رہی۔

پھر فریدی نے اپنے ہاتھ کو گردش دینی شروع کی اور ریما حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخنے لگی۔

دونوں قبائلی ہنس رہے تھے۔

"دیکھو...... دیکھو......!" حمید نہ رکنے والے قہقہوں کے درمیان کہتا رہا۔ "دیکھو میرے چیف کی عظمت...... یہ زخمی بدھو یقیناً لیکراس ہوگا۔"

ریما کے بال چھوڑ دیئے گئے اور وہ چکرا کر فرش پر گری۔

اس کے بعد وہ دونوں قبائلی آگے بڑھے اور انہوں نے ریما کے ہاتھ اس کی پشت پر باندھ دیئے تھے۔

"کیپٹن حمید! تم پہلے مرد ہو جسے میں نے چاہا ہے۔" ریما حمید کی طرف دیکھ کر بولی۔

"چاہتی رہو...... میں منع نہیں کرتا۔" حمید کا جواب تھا۔

اب قبائلی اسے کرسی سے کھول رہے تھے۔ رہائی پانے کے بعد حمید قاسم کے پاس پہنچا۔

"اسے یونہی لیٹا رہنے دو۔ ابھی اس عورت نے زیرولینڈ کی میڈیکل سائنس کے بارے میں کچھ کہا تھا۔" فریدی نے کہا اور ریما کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ کچھ نہ بولی۔

فریدی نے کہا۔ "اگر میرے علاوہ اور کوئی قاسم کو ہوش میں لاسکے تو لیکراس کی زبان کھول دوں گا۔"

"تو کیا وہ سچ مچ لیکراس ہے۔" حمید نے فریدی کے ہم شکل کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا۔

"ہاں...... یہ وہی عورت ہے اور یہ سچ ہے کہ اس پر ہاتھ ڈالنے کے بعد ہی اندازہ ہوسکا کہ اس گروپ کی سربراہ کون ہوسکتی ہے۔"

"کیپٹن حمید میں نے تمہیں سچ مچ چاہا ہے۔" ریما پھر بولی۔ اسکے چہرے پر خوف وہراس کا شائبہ تک نہیں تھا۔ چہرہ تروتازہ تھا۔ حتیٰ کہ یہ بھی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ وہ ذرا ہی دیر پہلے کسی قسم کی اذیت میں مبتلا رہ چکی ہے۔

"میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ آس پاس اب میرا کوئی آدمی آزاد نہ ہوگا۔ لیکراس اتنا احمق ہے میں نہیں جانتی تھی۔"

"لیکن تم ہمیں ضرور احمق سمجھتی تھیں۔" فریدی بولا۔ "تم تو ناتونہ کی عشر عشیر بھی ثابت نہ ہوسکیں۔"

"لیکن یہ حقیقت ہے کہ اب اس تنظیم سے جی بھر گیا ہے۔ چلو وہ تمہاری قیدی سہی۔"

"اور کچھ......!"

"یقین کرو کیپٹن حمید۔ انہوں نے میرے اپاہج باپ کو مار ڈالا ہے۔"

"مجھے یقین ہے اور کچھ......!"

"میں زندہ رہنا چاہتی ہوں۔"

"ناتونہ بھی زندہ ہے۔"

"بس اب اور کچھ نہیں کہوں گی۔"

اسی سہ پہر کو حمید نے فریدی کو عجیب حال میں دیکھا۔ وہ ایک سرکش گھوڑے پر آزمائشی سواری کر رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے گھوڑا اسے اپنی پشت سے گرا کر روند ڈالے گا۔

اس وقت بھی وہ لیکر اس ہی کے میک اپ میں تھا۔

کچھ دیر بعد اس نے گھوڑے سے زین اتارنے کا حکم دیا۔ جس کی تعمیل فوراً ہی کی گئی۔

دو گھوڑے اور بھی تھے جن پر زین کسے ہوئے تھے۔

''اب ہم کچھ دیر سواری کریں گے؟'' فریدی نے حمید سے کہا۔

''تیسرا گھوڑا کس کے لئے ہے...... بے حد سرکش معلوم ہوتا ہے۔''

''واجد کے لئے۔''

''آپ نے اس پر سے زین کیوں اتروا دیا......؟''

''وہ ننگی پیٹھ پر بیٹھ کر سواری کے کرتب دکھائے گا۔''

''کیا مطلب...... اتنا...... منہ زور گھوڑا...... اور......!''

''لگام بھی نہ ہوگی۔''

''یہ آپ کیا کرنے جا رہے ہیں۔''

''بس دیکھتے رہو۔ ہم دونوں اس کے ساتھ ساتھ رہیں گے۔''

''خیر...... میرا کون سا گھوڑا ہے۔ میں اسے دیکھ تو لوں۔''

''فکر نہ کرو۔ اس پر تمہیں کوئی پریشانی نہ ہوگی۔''

''آخر کچھ تو بتائیے۔''

''میرا اصل مسئلہ واجد تھا...... بس باتیں پھر......!''

دو تین آدمی واجد کو پکڑ کر لائے...... اور اسے زبردستی اس سرکش گھوڑے پر سوار کر دیا گیا۔

''یہ کیا ہو رہا ہے...... یہ کیا ہو رہا ہے۔'' وہ پاگلوں کی طرح چیخ رہا تھا۔

کوئی کچھ نہ بولا۔ پھر دونوں ہاتھ گھوڑے کی گردن کے گرد باندھ دیئے گئے۔ [illegible]

کارروائی میں بڑی دشواری پیش آئی تھی۔ خود فریدی ان کا ہاتھ بٹاتا رہا تھا۔

اس کے بعد اس نے حمید کو گھوڑے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی اپنے گھوڑے کی طرف بڑھا۔

اتنے میں ایک آدمی نے واجد کے گھوڑے کی پچھلی ٹانگوں پر ایک ڈنڈا رسید کیا۔

اب جو گھوڑا بھڑک کر بھاگا ہے تو واجد کی چیخوں کے علاوہ اور کچھ نہیں سنائی دے رہا تھا۔

اس کے پیچھے فریدی اور حمید کے گھوڑے دوڑے۔ واجد کے گھوڑے کا رخ ویران قلعے کی طرف تھا۔ اس جگہ سے ویران قلعہ تک مسطح زمین تھی۔ فریدی اور حمید کے گھوڑے کافی تیز رفتاری کے باوجود بھی واجد کے گھوڑے سے پیچھے ہی رہے۔

حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ بار بار ایسا معلوم ہوتا جیسے واجد گھوڑے کی گردن میں جھولتا گھسٹتا چلا جائے گا۔ لیکن وہ چیخوں کے ساتھ ہی خود کو گھوڑے کی پشت ہی پر جمائے رکھنے کے لئے جدوجہد کرتا جا رہا تھا۔

حمید سوچ رہا تھا کہ آخر یہ گھوڑا اب ہاتھ کیسے آئے گا۔ کہیں کسی چٹان کا رخ نہ کرے اور سوار سمیت فنا ہو جائے۔

لیکن ویران قلعے کے قریب پہنچ کر اس نے گھوڑے کو رکتا دیکھا اور پھر جب خود اس کا گھوڑا کسی قدر قریب پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ گھوڑا سوار سمیت ایک بہت بڑے جال میں پھنس چکا ہے۔ نہ آگے بڑھ سکتا ہے اور نہ پیچھے لوٹ سکتا ہے۔

کچھ لوگ جو وہاں پہلے سے موجود تھے آگے بڑھ کر واجد کو گھوڑے سے اتارنے لگے۔

وہ اکھڑی اکھڑی سانسیں لے رہا تھا اور اس کی آنکھیں بند تھیں۔

اسے اتار کر ایک جگہ لٹا دیا گیا۔ اب خود فریدی اس پر جھک پڑا تھا۔

قریباً ایک گھنٹے بعد وہ اس عمارت میں واپس آئے جہاں ریما فی الحال قید تھی۔ واجد ان کے ساتھ تھا۔ اس کی حالت بہتر تھی اور وہ ذہنی طور پر نارمل نظر آ رہا تھا۔

ریما کے سامنے پہنچ کر اس نے اس پر ایسے ہی انداز میں نظر ڈالی تھی جیسے پہلی بار دیکھا ہو۔

''ریما تم نے کیپٹن حمید سے کہا تھا کہ واجد زندگی بھر اپنی اصلی ذہنی حالت پر واپس نہ آ سکے گا۔'' فریدی نے اسے مخاطب کیا۔

"میں نے کہا تھا۔" ریما نے لاپرواہی سے کہا۔

"کیا تم اس میں کوئی تبدیلی نہیں دیکھ رہیں۔"

ریما نے اسے غور سے دیکھا اور اس کی آنکھوں میں تشویش کے آثار نظر آنے لگے۔

"واجد......!" فریدی نے اسے اپنی طرف مخاطب کیا۔

"لیس سر......!"

"ایک تھپڑ اس عورت کے رسید کرو۔"

واجد کے طمانچے کی آواز سے سارا کمرہ گونج اٹھا تھا۔ ریما لڑکھڑا کر گری۔ پھر اٹھی تھی اور بھوکی شیرنی کی طرح فریدی پر ٹوٹ پڑی تھی۔

"مجھے غیر جانب دار سمجھا جائے۔" حمید نے خشک لہجے میں کہا۔

پھر واجد ہی نے اسے پکڑ کر فریدی سے الگ کیا تھا اور بستر پر دھکیلتے ہوئے کہا۔ "چپ چاپ پڑی رہنا...... مروت میری فطرت میں شامل نہیں ہے۔"

"تو اب سنو ریما......!" فریدی پرسکون لہجے میں بولا۔ "کسی قسم کی بھی برین واشنگ ہو اس کے شکار کو میرے پاس لاؤ۔ ایک ہفتے میں اسے ٹھیک کرلوں گا۔ واجد کی برین واشنگ میں اعصاب زدگی بھی شامل تھی۔ لہٰذا اسے موت کے دھڑے میں مبتلا کر کے آدھ گھنٹے کے اندر اندر میں نے ٹھیک کرلیا۔ تم نے میرا طریق کار اس کھڑکی سے دیکھا ہی ہوگا۔"

پھر وہ دروازے کی طرف مڑ گیا تھا اور وہ دونوں بھی اس کے پیچھے باہر نکلے تھے۔

فریدی نے واجد سے کہا اب وہ جا کر آرام کرے۔

"کیا واجد کو یاد ہے کہ آپ نے اسے ایک سرکش گھوڑے پر سوار کرادیا تھا۔" حمید نے پوچھا۔

"قطعی نہیں! لیکن وہ ہمیں پہچان سکتا تھا۔ کیا تم نے دیکھا نہیں جب میں ریما سے اس کے متعلق گفتگو کر رہا تھا تو اس کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے۔ بہرحال حمید صاحب آج تک اتنے احمق لوگوں سے سابقہ نہیں پڑا تھا جتنے ریما گروپ کے لوگ ثابت ہوئے ہیں اور یہ لیکراس تو بالکل ہی ڈفر نکلا۔ انہوں نے مقامی شکاریوں اور بعض قبائلیوں کو خزانے کے چکر میں الجھایا تھا اور انہیں باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ انہیں دفینے نکال لینے سے باز رکھنا چاہتا ہوں۔ دو ایک جگہ کی کھدائی میں انہوں نے ابتداء ہی میں کامیابی حاصل کرلی تھی۔ یعنی انہوں

نے وہ قدیم سونے کے سکے برآمد کیے جو لیکراس نے خود ہی دو ایک جگہ دفن کردیئے تھے اور یہ سارا کھڑاگ انہوں نے اسی لئے کیا تھا کہ مجھ پر ہاتھ ڈال کر نانوتہ کا پتہ معلوم کرسکیں۔ قاسم بھی گھسیٹا گیا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ مجھے ہر طرف سے گھیرا جاسکے۔ میں بھی انہیں کے طریقے ان پر آزماتا رہا۔ بالآخر وہ اپنے ہی جال میں پھنس گئے۔"

حمید نے اپنا غار والا تجربہ بیان کیا جب ریما نے ایک ہپناٹائز فرد کی طرح اس پر خنجر سے وار کیے تھے۔

"میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔" فریدی بولا۔ "وہ انہی کا آدمی رہا ہوگا۔ جس سے تمہیں میری طرف سے مالی مدد ملی ہوگی۔ ٹلنی کارماؤنٹ نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ اسے اور قاسم کو ان غاروں کی طرف جانے کی ہدایت میتھوز سے ملی تھی۔ ان لوگوں نے تم چاروں کو یکجا کرنا چاہا تھا اور ایسے حالات پیدا کیے تھے کہ تم اسے محض اتفاق سمجھو۔ پھر انہوں نے رافعہ پر موت و زیست کی آنکھ مچولی والا انجکشن آزمایا اور ایک آدمی تم پر اس طرح مسلط کردیا کہ تم اسے اپنا ہی آدمی سمجھو۔ میرا اشارہ انسپکٹر جاوید کی طرف ہے۔ صرف وہ آدمی بلیک فورس سے متعلق تھا جس نے تمہارے کمرے کا فون ٹھیک کیا تھا اور آخری حربہ ان کی اپنی دانست میں زین خاں تھا جو اپنے ساتھی کی بازیابی کے لئے تمہیں بطور یرغمال اپنے ساتھ آزاد علاقے کی طرف لے چلا تھا۔ جب لیکراس کو اطلاع ملی کہ بذات خود زین خاں کا پیچھا کر رہا ہوں تو وہ بھی نکل کھڑا ہوا اور اس سے بے پرواہ ہوگیا کہ بلیک فورس کی دو ٹکڑیاں اس کے پیچھے ہیں۔ اگر میں بذات خود اس معاملے میں نہ پڑتا تو لیکراس بھی اس طرح نہ دوڑ پڑتا۔ بہرحال ادھر چٹانوں میں جب میں نے زین خاں اور اس کے ساتھیوں پر جال پھینکوائے لیکراس اور اس کے ساتھیوں کو بلیک فورس نے پکڑ لیا۔ پھر اس پر مجھے اپنا تیار کردہ زہر آزمانا پڑا۔ جس سے جبڑے بھنچ جاتے ہیں۔"

حمید نے طویل سانس لی اور خلاء میں گھورنے لگا۔ پتہ نہیں کیوں اسے ریما پر ترس آرہا تھا۔

ختم شد

جاسوسی قاعدہ

"الف" سے "ابن صفی"

مسعود احمد بہاری

دیکھو بچو! یہ ابن صفی بی اے ہیں۔ "بی اے" ان کی ڈگری اور "ٹریڈ مارک" ہے، نام کا جزو نہیں۔ اس لئے ہوشیار رہو اور انہیں خط لکھتے وقت "بی اے" کا اضافہ ضرور کرو، ورنہ ناراض ہو جائیں گے۔ اب یہ ہرگز مت پوچھنا کہ اتنے بڑے ہوکر بھی صرف بی اے کیوں ہیں، ایم اے یا پی ایچ ڈی کیوں نہیں؟ ممکن ہے وضعداری کے خیال سے آگے نہ پڑھنا چاہتے ہوں۔ ویسے خاصے وسیع المطالعہ آدمی ہیں اور چاہیں تو نہایت آسانی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کر سکتے ہیں۔

پیارے بچو! کیا تم بتا سکتے ہو اگر یہ ڈاکٹر ابن صفی بن جائیں تو اُن کے قارئین کی صحت پر اس کا کیا اثر پڑے گا؟ اگر نہیں بتا سکتے تو خاموش رہو، ہنسنے یا مسکرانے کی ضرورت نہیں۔

بچو! تم نے ابن صفی بی اے کی تصویریں اخباروں، رسالوں اور عمران سیریز کی کتابوں میں دیکھی ہوں گی، اچھے خاصے گلفام نظر آتے ہیں لیکن اگر پاس جا کر دیکھو تو......؟

خیر جانے دو، پردہ پوشی بڑی اچھی بات ہے۔

عزیز از جان بچو! جیسا کہ تم جانتے ہو ابن صفی بی اے "ایشیا کے سب سے بڑے جاسوسی ناول نگار" کہلاتے ہیں۔ اب میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ خطاب انہوں نے خود سے اپنے اوپر مسلط کر لیا ہے یا اُن کے بے شمار شاگردوں نے ازراہِ عقیدت انہیں دیا ہے۔ خیر...... جو کچھ بھی ہو میں اسے نہایت فضول سا خطاب سمجھتا ہوں۔ یہ تو تمہیں معلوم ہی ہے کہ پاکستان کی ہر نئی چیز "ایشیا کی سب سے بڑی" چیز ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر ایشیا کا سب سے بڑا ڈیم، ایشیا کا سب سے بڑا ہوائی اڈہ، ایشیا کی سب سے بڑی بندرگاہ اور ایشیا کا سب سے بڑا کھاد کا کارخانہ۔ حاشا وکلا، تم یہ نہ سمجھنا کہ میں ا[illegible] بی اے اور کھاد کے کارخانے میں کوئی تعلق پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

[illegible]ہیں بچو! میں تو صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ اس دم چھلے کے بغیر بھی پسند کئے جا سکتے ہیں۔ ا[illegible] سارے ناول لکھنے سے ہی کوئی بڑا ناول نگار بن جایا کرے تو ایم۔ اسلم کو اردو کا سب سے [illegible]ن نگار تسلیم کرنا پڑے گا۔

پیارے بچو! ابن صفی بی اے کی عظمت اس میں نہیں ہے کہ انہوں نے بے شمار ناول لکھ ڈالے

ہیں بلکہ اس میں ہے کہ انہوں نے ادب کی ایک ایسی شاخ کی خدمت کی ہے جسے ہمارے نقادوں نے سرے سے شاخ ہی نہیں سمجھا۔ انگریزی زبان میں جاسوسی ادب کو متفقہ طور پر ادب کا ایک حصہ سمجھا جاتا ہے۔ لیکن تعریف کرو ہمارے سکہ بند نقادوں کی کہ وہ لایعنی بلینک ورس، سمبولک پوئٹری کی تعریف میں تو زمین و آسمان کے قلابے ملا سکتے ہیں مگر اردو کے جاسوسی ادب کا نام سنتے ہی الرجک ہو جاتے ہیں۔

پیارے بچو! میں یہ تو مانتا ہوں کہ اردو زبان میں جاسوسی ادب کے نام سے اب تک جو کچھ کیا گیا ہے اس میں برائے نام مواد ہی توجہ دینے کے قابل ہے لیکن دو ایک نام ایسے ضرور ہیں جو اس توجہ کے مستحق تھے۔ اب میں یہ کیوں کہوں کہ ان میں پہلا نام ابن صفی بی اے کا ہے۔ اردو کے جاسوسی ادب پر غالباً اب تک صرف دو مضمون لکھے گئے ہیں۔ پہلا مضمون شاید نادم سیتاپوری کا تھا جو ساقی کراچی میں آج سے کوئی دس بارہ سال پہلے چھپا تھا اور دوسرا مضمون ڈاکٹر احسن فاروقی نے خود ابن صفی بی اے پر لکھا تھا۔ اللہ اللہ، خیر صلہ۔

بچو! ابن صفی بی اے میں مزاح نگاری کی نہایت عمدہ صلاحیت موجود ہے اور میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر وہ سنجیدگی سے مزاح نگاری کی طرف متوجہ ہوئے ہوتے تو آج شفیق الرحمٰن اور کرنل محمد خاں کے بین بین کہیں ہوتے۔ لیکن "ایشیا کا سب سے بڑا جاسوسی ناول نگار" بننے کا خبط انہیں لے ڈوبا اور اردو زبان ایک ذہین مزاح نگار سے محروم ہوگئی۔ اب اسے بدقسمتی نہیں تو اور کیا کہیں گے کہ تیسرے درجے کی "صحافتی مزاح نگاری" پر تو ہمارے نقادوں کو وجد آتا ہے لیکن بچارے ابن صفی کا کوئی نام لینا بھی پسند نہیں کرتا۔

پیارے بچو! مزاح نگاری ایک مشکل فن ہے، اتنا مشکل کہ پل صراط کو پار کرنا اس سے کہیں آسان معلوم ہوتا ہے لیکن داد دو ابن صفی بی اے کو کہ اُن کی مزاحیہ تحریروں میں کہیں بھی پھکڑ پن کا شائبہ نہیں ملتا...... البتہ "ڈپومیٹ مرغ" میں اُن کی مزاح نگاری یکسانیت کا شکار ضرور ہوگئی ہے۔ اس کتاب کو پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے یہ کتاب اُن سے زبردستی لکھوائی گئی ہو۔ جاسوسی دنیا اور عمران سیریز کی اولین کتابوں میں انہوں نے مزاح کا جو معیار پیش کیا تھا "ڈپلومیٹ مرغ" اس سطح سے بہت نیچے ہے۔

بچو! اگر تم آج کے سبق سے گھبرا نہ گئے ہو تو دو ایک باتیں اور بھی کرتے چلیں۔ میں نے اس سبق کو مختصر ہی لکھنا چاہا تھا لیکن بات سے بات نکلتی چلی گئی۔ انہوں نے اپنے ناولوں کے ذریعے چند بڑے جاندار کردار تخلیق کئے ہیں۔ کرنل فریدی، کیپٹن حمید اور علی عمران کا کردار ایسا نہیں کہ لوگ

آسانی سے بھول سکیں۔ یہ تو شاید ممکن ہے کہ لوگ اُن کے ناولوں کو بھول جائیں لیکن ان جاندار کرداروں کو بھلانا مشکل ہے۔

ان تینوں کرداروں میں انہوں نے کرنل فریدی پر بہت محنت کی ہے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ فریدی صاحب کچھ سپر مین (Super Man) قسم کی ہستی بن کر رہ گئے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہونا چاہئے تھا۔ خیر کچھ بھی ہو، ماضی کے میاں خوجی، آزاد، حاجی بغلول اور چچا چھکن کی طرح یہ تینوں کردار بھی زندہ جاوید ہوگئے ہیں۔ ان تین دلچسپ کرداروں کی شہرت سے متاثر ہوکر بہت سے نقلی ابن صفی پیدا ہوئے اور وقت کے ساتھ ساتھ ختم ہوگئے۔ چند سخت جان شاید اب بھی زندہ ہیں اور ان کرداروں کی مٹی پلید کر کے اپنی روزی کما رہے ہیں۔ اس لئے پیارے بچو! ہمارا مشورہ ہے کہ کتاب خریدتے وقت اُس کی پشت پر گلفام مصنف ابن صفی بی اے کی تصویر ضرور دیکھ لیا کریں۔ یوں کتاب کے پیش لفظ کی دو چار سطریں پڑھنے سے بھی تمہیں اندازہ ہوسکتا ہے کہ لکھنے والا اصلی ہے یا نقلی۔ اب تم سے کیا پردہ، گزشتہ دس بارہ سال سے میں صرف پیش لفظ پڑھنے کے لئے ہی اُن کی کتابیں خریدتا ہوں، آخر وضع داری بھی کوئی چیز ہے۔

عزیز بچو! تمہیں شاید علم نہیں کہ ابن صفی بی اے کسی زمانے میں ''اسرار ناروی'' کے نام سے شاعری بھی کر چکے ہیں۔ لیکن شاید شاعری ان کو راس نہ آسکی یا وہ شاعری کو راس نہ آسکے۔ اس لئے جلدی ہی تائب ہوکر جاسوسی ناولوں کے کھکھیڑ میں پڑ گئے۔ کاش انہوں نے سنجیدگی سے شاعری کی ہوتی۔ ان کا یہ شعر اسی زمانے کی یادگار ہے۔

یہ غازی یہ تیرے پُراسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی

لو بچو! ابن صفی بی اے کا سبق ختم ہوا۔ خدا حافظ

سوالات: (i) ابن صفی بی اے تصویر میں اتنے گلفام کیوں نظر آتے ہیں۔ کیا یہ کیمرے کی خرابی ہے؟

(ii) ابن صفی بی اے نے شاعری کیوں ترک کردی۔ کیا اس ڈر سے کہ ان کی شاعری پر ''جاسوسی شاعری'' کا الزام لگ جائے گا؟

(iii) فارغ البال کسے کہتے ہیں؟ کیا ابن صفی بی اے کی ظاہری حالت کو دیکھ کر ہم ان کو فارغ البال کہہ سکتے ہیں؟